تذکرہ اولیاء

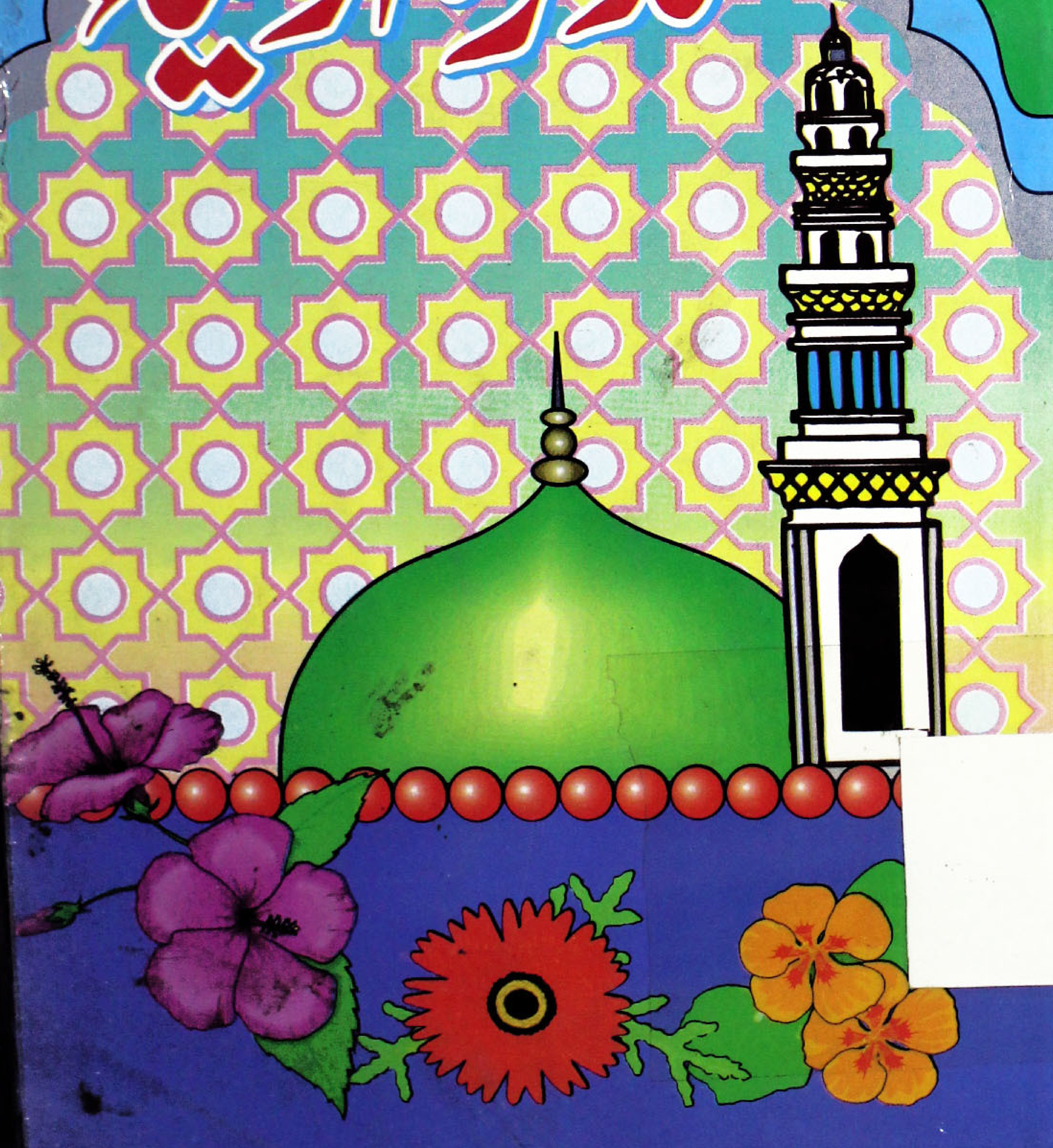

حضرت رابعہ بصریؒ

بصرہ کے ایک عابد و زاہد شخص اسمعیل کے ہاں تین لڑکیاں تھیں جس رات چوتھی لڑکی رابعہ پیدا ہوئی تو گھر میں چراغ جلانے کے لیے تیل بھی نہیں تھا۔ حضرت رابعہ کی ماں نے اپنے شوہر سے کہا کہ وہ کسی پڑوسی سے قرض لے لیں۔ اسمعیل نے کبھی اپنی کسی ضرورت کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا تھا مگر وہ پھر بھی بیوی کے کہنے پر گھر سے نکلے اور پڑوسی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دیر تک انتظار کرتے رہے مگر اندر سے کوئی نہ نکلا اور اسمعیل خاموشی سے لوٹ آئے جب بیوی نے خالی ہاتھ شوہر کو آتے دیکھا تو پریشانی میں پوچھا کہ پڑوسی نے مدد کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کہاں کی مدد۔ اس نے تو دروازہ ہی نہیں کھولا۔ شیخ اسمعیل نے افسردہ لہجے میں کہا۔ بڑی

Marfat.com

حیرت کی بات ہے۔ رابعہ کی والدہ نے اس طرح کہا جیسے وہ اسمعیل کی بات پر یقین ہی نہ کرتی ہو۔ آپ کو حیرانی کیوں ہے۔ شیخ اسمعیل نے فرمایا جو لوگ ایک دروازے کو چھوڑ کر دوسرے دروازے پر دستک دیتے ہیں ان کا یہی حال ہوتا ہے یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

شیخ اسمعیل پڑوسی کے اس رویے پر بستر میں لیٹے کروٹیں بدلتے رہے اور کبھی انہیں یہ بھی رنج ہوتا کہ وہ اس کے دروازے پر کیوں گئے تھے۔ اس کشمکش میں انہیں نیند آگئی۔ خواب میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ فرما رہے تھے۔ اسمعیل اپنی بے سروسامانی کا غم نہ کر۔ تیری یہ بچی اپنے وقت کی بہت بڑی عارفہ ہوگی اور اس کی دعاؤں سے میری امت کے بہت سے افراد بخشے جائیں گے تو حاکم بصرہ عیسیٰ زروان کے پاس جا اور اسے کہہ دے کہ وہ ہر رات مجھ پر سو بار اور جمعہ کی رات چار سو بار درود بھیجتا تھا مگر گذشتہ جمعہ کی رات اس نے میری بارگاہ میں درود کا تحفہ نہیں بھیجا اس لیے اسے چاہیے کہ وہ کفارے کے طور پر میرے قاصد کو چار سو دینار ادا کرے۔ جب اسمعیل کی آنکھ کھلی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی لذت سے سرشار تھے پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے اپنا پورا خواب کاغذ پہ لکھا اور حاکم بصرہ کے دربان کو دے دیا۔ عیسیٰ زروان اس وقت اپنے دربار میں بیٹھا تھا جب خط دیکھا تو کھڑا ہو گیا اور دربان سے پوچھا وہ معزز و محترم شخص کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ وہ حاکم بصرہ کے جواب کے انتظار میں محل

Marfat.com

کے دروازے پر کھڑا ہے۔ عیسیٰ زروان تیزتیز قدموں سے محل کے دروازے پر پہنچا اور اسمٰعیل کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہنے لگا۔ آپ کے سبب مجھے سرکار دوعالمؐ نے یاد فرمایا اور میری غلطی معاف ہوئی۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ اس کے بعد حاکم بصرہ نے اسمٰعیل کو خلوص سے چار سو دینار دے دیئے اور اس خوشی میں دس ہزار دینار اس نے فقراء میں تقسیم کر دیئے۔

حضرت رابعہ اپنے والدین کی چوتھی اولاد تھیں اس لیے اس کا نام رابعہ رکھا گیا رابعہ عربی میں چوتھی کو کہتے ہیں آپ ۹۷ھ میں پیدا ہوئیں ابھی آپ چارپانچ سال کی تھیں کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس دوران ان کی گذربسر کی کیا صورت تھی اس چیز کا پتہ کسی تاریخ سے نہیں ملتا۔ بہرحال خیال ہے کہ کسی رشتہ دار کی معاونت سے چاروں بہنوں کی گذربسر ہوتی رہی جب رابعہ ۸۔۹ سال کی ہوئیں تو بصرہ میں وہ قحط پڑا کہ لوگ اپنوں کو بھول گئے۔ اس افراتفری کے عالم میں چاروں بہنیں محنت مزدوری کے لیے گھر سے نکلیں مگر مزدوری کہاں سے ملتی ہر ایک مفلوک الحال ہو چلا تھا۔ آخر دو تین فاقوں کے بعد جان لبوں تک آ پہنچی۔ اس اثناء ایک مالدار تاجر سامنے آگیا۔ بہنوں نے گریہ وزاری کر کے اس سے کہا خدا نے تمہیں بہت کچھ دیا ہے ہماری مدد کرو ورنہ ہماری جان بھوک سے نکل رہی ہے تاجر نے دیکھا کہ بڑی تینوں کی باتوں کے باوجود یہ چھوٹی کچھ نہیں بولتی۔ اس نے رابعہ کی طرف

Marfat.com

اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں بھوک نہیں لگی۔ رابعہ نے جواب دیا۔ لگی تو ہے پھر تم کیوں سوال نہیں کرتی۔

کہا۔ دینے والے سے مانگ رہی ہوں۔ اس نے حیرانی سے پوچھا پھر تمہیں ملتا کیوں نہیں۔ کہنے لگی۔ اپنے وقت پر دے گا۔ تاجر بہت حیران ہوا اور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بڑی تینوں بہنیں بولیں یہ تو بیہودہ باتیں کرتی رہتی ہے اس سے ہمارا وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ آپ اسے یہاں سے لے جائیں۔ تاجر عتیق نے کہا یہ لڑکی تو بڑے کام کی ہے میں اسے ضرور لے جاؤں گا پھر ایک خاص رقم بڑی بہنوں کو دی اور چھوٹی سے کہا۔ چلو اب تم میری ملکیت ہو۔ وہ چپ چاپ تاجر کے ساتھ چل پڑی۔ دو تین بار پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بہنیں سکے گننے میں لگی ہوئی تھیں انہیں بہن کا کچھ خیال نہیں تھا۔ آخر آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں اور پھر زندگی بھر ان کا کوئی پتہ نہیں چلا کہ ہیں بھی یا نہیں۔ بہرحال وہ کم عمری میں تاجر کی کنیز بن گئیں اور اس چیز کا اس کے دل پر کچھ ملال نہ تھا بلکہ اسی طرح روزمرہ کے کام میں مصروف رہتیں۔

اس تفصیل میں بعض مورخین کا خیال ہے کہ چاروں بہنیں جب بصرہ کے قحط سے تنگ آ کر نکلیں تو وہ چاہتی تھیں کہ کسی دوسرے شہر میں جا پہنچیں تاکہ گذر بسر کے لیے مزدوری مل سکے۔ ابھی بصرہ سے تھوڑی دور ہی باہر گئیں تھیں کہ ایک بھاری جسم والا طاقتور آدمی آیا۔ اس نے چھوٹی بہن کو پکڑ لیا اور باقی تینوں ڈر کے مارے بھاگ گئیں۔ اس آدمی نے اس چھوٹی بہن

Marfat.com

کو عتیق تاجر کے پاس بیچ دیا اور رابعہ عتیق تاجر کی کنیزن بن گئی۔ بہرحال بصرہ سے نکلنے کا واقعہ ۱۰۵ھ کا ہے جب بصرہ شہر بہت بڑے قحط کا شکار ہو چکا تھا اور نفسانفسی کا عالم پیدا ہو چکا تھا۔ یہ وہی قحط تھا جس کے متعلق شیخ سعدی شیرازیؒ نے کہا ہے کہ دمشق میں اس قسم کا قحط نمودار ہوا کہ یاروں کو عشق کی سرمستیاں بھول گئیں۔

رابعہ تصوف میں پہلی عورت ہیں جنہیں شہرت دوام حاصل ہوئی آپ نے غربت میں قرآن حفظ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر انہیں عبور حاصل تھا۔ غلامی میں ہی ان کی روحانیت کے اسرار ظاہر ہوئے۔ مشہور ہے کہ امام حسین بصری جیسے بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

اس چھوٹی عمر میں بہنوں سے جدائی' بہنوں کی بے وفائی اور غلامی نے انہیں کوئی رنج نہیں دیا بلکہ وہ اپنی سلیم طبع کے مطابق راضی برضا تھیں عتیق تاجر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک ظالم شخص تھا اور غلاموں کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں دیا کرتا تھا مگر رابعہ نے اس کے گھر میں بھی اپنے فرائض پوری تندہی سے پورے کیے اور راتوں کو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتیں۔ ایک دن عتیق نے دیکھا کہ لڑکی بہت کمزور ہو رہی ہے وہ اپنے فرائض پوری دیانتداری سے ادا کرتی تھی۔ اب اس کی عمر بارہ تیرہ سال ہو چکی تھی۔ جوں جوں عمر بڑھ رہی تھی لڑکی کے ذوق عبادت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ گھر کے

Marfat.com

کام کے بعد وہ ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتیں۔ اس واسطے وہ کمزور اور تھکی ہوئی محسوس ہوتی۔ عتیق نے پوچھا کیا تو بیمار ہے۔ لڑکی نے کہا نہیں۔

کیا میں اپنے فرائض میں کوئی کوتاہی کر رہی ہوں۔ مالک نے اس کے کام کی تعریف کی اور کہا اپنی صحت کا خیال بھی رکھے۔ لڑکی نے آقا کا حکم سن کر سر جھکا دیا مگر اس کے کام کاج میں کوئی کمی نہیں آئی۔

ایک دن اتفاقاً آدھی رات کو عتیق جاگ اٹھا وہ اپنے کمرے سے نکل کر ٹہلنے لگا۔ اچانک اس کی نظر کنیز کی کوٹھڑی پر پڑی۔ وہاں چراغ جل رہا تھا۔ اس نے سوچا یہ کنیز اب تک جاگ رہی ہے اور کنیز کی کوٹھڑی کی طرف چل پڑا کہ وجہ معلوم کرے۔ دروازہ کھلا تھا۔ دبے پاؤں اندر گیا۔ دیکھا کنیز سجدے میں پڑی ہے اور آہستہ آہستہ رونے کی آواز اٹھ رہی ہے وہ اور حیران ہو گیا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ پھر کان لگا کر سنا۔ کنیز رقت بھرے لہجے میں دعا مانگ رہی تھی۔

اے اللہ! تو میری مجبوریوں سے واقف ہے گھر کا کام کاج مجھے تیری طرف آنے سے روکتا ہے تو مجھے اپنی عبادت کے لیے پکارتا ہے مگر میں جب تیری بارگاہ میں حاضر ہوتی ہوں نمازوں کا وقت گذر چکا ہوتا ہے اس لیے میری معذرت قبول فرمالے اور میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

عتیق نے جب رابعہ کے یہ الفاظ سنے تو وہ کانپ گیا۔ اس سے پہلے وہ

Marfat.com

ظالم تھا۔ آج رات یہ منظر دیکھ کر پتھر دل پگھل گیا اور وہ ماضی پر شرمندگی محسوس کرنے لگا۔ الٹے پاؤں واپس چلا آیا اور باقی رات جاگ کر گزاری۔ صبح ہوتے ہی کنیز کی کوٹھڑی پر پہنچا اور کہنے لگا۔ آج سے تم آزاد ہو جہاں چاہو چلی جاؤں۔ کنیز نے حیران ہو کر کہا کہ میں تمہاری دی ہوئی رقم ادا نہیں کر سکتی۔ میں تم سے کوئی قیمت نہیں مانگتا مگر ایک سوال ہے کہ میری طرف سے کی ہوئی زیادتیوں کو اس ذات کے صدقے معاف کر دو جس کی عبادت تم رات کو چھپ کر کرتی ہو۔

میں نے تمہیں معاف کیا۔ میرا مالک تمہیں ہدایت دے۔ یہ وہی بچی رابعہ عارفہ تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان جلدباز' ناشکرا اور ظالم ہے۔ بنی نوع کی انہیں حالتوں کو اللہ نے عجیب طریقے سے بیان کیا ہے۔

وہ شکست وریخت کے فیصلوں کو اللہ کے فیصلوں سے تعبیر کرتا ہے اور فتوحات کو اپنی عقل مندی اور کوشش قرار دیتا ہے۔ انسان کے اسی منافقانہ جذبے کا نام ظلم ہے اور ناشکرا اس لیے ہے کہ اللہ کی بے شمار نعمتوں کو اپنے استعمال میں لاتا ہے مگر نعمت دینے والے کی فیاضیوں کا اعتراف نہیں کرتا۔

پھر جب مرطوب ہوائیں نہیں چلتی اور زمین کو زندگی بخشنے والا پانی نہیں برستا تو ناشکرے لوگ بزرگان دین کی خانقاہوں کا رخ کرتے ہیں۔ کھلے میدانوں میں نماز استقسا پڑھتے ہیں۔ صدقات وخیرات کرتے ہیں مگر بعض

Marfat.com

اوقات پانی پھر بھی نہیں برستا گویا لوگوں کے گناہ اتنے بھاری ہوتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ کی رحمت جوش میں نہیں آتی اور قدرت خیال کرتی ہے کہ اب ان ناشکرے انسانوں کی بستی کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑا جائے یہی صورت ۱۰۵ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئی تھی۔

تاجر عتیق سے آزاد ہونے کے بعد رابعہ علم ظاہری حاصل کرنے کے لیے بصرہ سے کوفہ روانہ ہوئیں۔ کوفہ اس وقت اہل علم کا مرکز تھا اور ہر وقت نادر علماء وہاں موجود رہتے تھے۔ رابعہ فطری طور پر بہت ذہین تھیں۔ تھوڑی سی مدت میں انہوں نے قرآن حفظ کر لیا اور فقہ وحدیث کی تعلیم بھی حاصل کر لی پھر دونوں علوم میں اس قدر مہارت حاصل کر لی کہ جب آپ وعظ فرماتی تھیں تو بڑے بڑے محدث اور فقیہہ حیران رہ جاتے۔ ان کے اساتذہ کا تو صحیح طور پر علم نہیں مگر بڑے بڑے عالم نیازمندی سے حاضر ہوتے تھے۔ ان بزرگوں میں امام سفیان ثوری سرفہرست ہیں۔ جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے معاصر تھے اور جنہیں حدیث میں امیرالمومنین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ مشہور بزرگ مالک بن دینار کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت رابعہ بصری سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔

کچھ لوگوں نے حضرت امام حسن بصری اور حضرت رابعہ بصری کا تعلق روحانی طور پر ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے مگر تاریخ کے لحاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ رابعہ بصری ۹۷ھ میں پیدا ہوئیں اور امام حسن بصری ۱۱۰ھ

Marfat.com

میں انتقال کر گئے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب رابعہ بصری عتیق تاجر کے ہاں کنیز کے طور پر کام کرتی تھی اور ابھی ۱۲۔۱۳ سال عمر تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ممکن ہے کہ رابعہ بصری نے کسی نہ کسی وقت ان کا کوئی درس سنا ہو۔

چار پانچ سال کا بچہ ہوتے ہوئے رابعہ بصری ماں باپ سے بچھڑ گئی۔ آٹھ نو سال کی عمر میں شفیق بہنیں کھو گئیں اور غلامی کی زنجیر پہننی پڑی۔ آخر یہی زمانہ تو بچے کا آرام و آسائش کا ہوتا ہے مگر وہ بھی انہیں نصیب نہ ہوا اور بہنیں ایسی بچھڑیں کہ پھر تا عمر نہ مل سکیں۔ تصور یہ ہے کہ وہ کسی حادثے میں ہلاک ہو گئی تھیں۔ تپتے ہوئے دنوں میں رابعہ اپنے مالک کے لیے دریا سے پانی لاتی اور پسینہ میں شرابور ہوتی۔ یخ سردی میں مالک کے حضور کھڑی رہتی۔ وہ ریاضتیں جو صوفی جوانی میں اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ رابعہ نے بچپن میں بخوبی برداشت کیں اور رات کے سناٹے میں اپنے خدا کے حضور التجا کرتی کہ دنیا والے میرے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ تیرے حضور میں بہت دیر سے پہنچتی ہوں۔ یہی وہ ریاضت ہے جو تصوف کی بنیاد ہوتی ہے اور یہی محنت صوفیا کی پہچان ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصری کو رنج و غم نے دنیا کی دلفریبیوں سے بیگانہ کر دیا تھا اسی جذبہ بیگانگی نے بے نیازی کی شکل اختیار کی اور حضرت رابعہ بصری نے دنیا اور اہل دنیا کی نفی کر دی۔ دنیا کی نفی کے بعد ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ انسان اپنے آپ کو دنیا بنانے والے کی یادوں میں گم کر دے اور حضرت رابعہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ جب سارے

Marfat.com

رشتے ناپائدار ثابت ہوئے تو رابعہ نے خالق کائنات سے رشتہ جوڑ لیا۔ یہ رشتہ ازل سے ابد تک رہتا ہے۔ ایک منکر اپنے خالق کے وجود سے انکار کر سکتا ہے مگر اس کی بندگی کے دائرے سے خارج نہیں ہوتا۔ فرعون نے لاکھ کہا کہ میں تمہارا بڑا رب ہوں مگر حقیقتاً وہ بندہ رب کائنات کا ہی تھا۔ مسئلہ صرف اقرار کا ہے۔ اقرار کے بعد انسان کی بندگی مستند اور معتبر ہو جاتی ہے۔

انکار کی صورت میں بھی وہ اللہ کا بندہ ہی رہتا ہے مگر سرکشی اور بے راہ روی کے باعث رائندہ درگاہ ہو جاتا ہے۔ رابعہ بصری بھی اپنا راستہ رنج و غم میں بھول سکتی تھیں مگر اللہ کا فضل شامل حال رہا اور وہ مصائب کا دریا پار کر گئیں اور ساحل مراد پر پہنچ کر بے اختیار سر خاک پر رکھ دیا۔ بس تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی نہیں۔

حضرت رابعہ بصری کی زندگی میں جو حزن والم کے گہرے نقش ہیں یہ اللہ تعالٰی کی ذات پاک سے محبت کا ثبوت ہیں اور حب الٰہی میں مستقل اور محکم مسلک رابعہ بصری نے ہی پیش کیا۔

رابعہ بصری کی سجدہ گاہ ہر وقت آنسوؤں سے تر رہتی تھی اگر کوئی دوزخ کا ذکر چھیڑ دیتا تو وہ بے ہوش ہو جاتیں اور ہوش آنے کے بعد مسلسل توبہ کرتی رہتی تھیں۔ آپ بہت کم گفتگو کرتیں۔ زیادہ وقت نماز پڑھنے میں صرف ہوتا اگر کسی نے بات کرنی ہوتی تو قرآنی آیات کا سہارا لے کر بات کرتیں لوگوں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتی ہیں۔ فرمایا۔ انسان جو کچھ بولتا

Marfat.com

رہتا ہے۔ فرشتے اسے لکھتے رہتے ہیں میں کوشش کرتی ہوں کہ قرآن کی آیتوں کے علاوہ کچھ نہ بولوں۔ یہ اس بات کی احتیاط ہے کہ کہیں میرے منہ سے کوئی غلط بات نہ نکل جائے اور فرشتے اسے لکھ نہ لیں۔ یہی بنا تھی کہ انہوں نے زندگی بھر اپنا مسلک بنا لیا کہ جو بات بھی کرتی۔ قرآن کی آیت پڑھ کر کہتی۔ یہاں تک کہ سفر میں' حضر میں' کھانے میں' پینے میں' آرام میں' تکلیف میں' حوائج ضروریہ کی بجا آوری اور دنیاداروں کی بحث و تمحیص میں ہر جگہ ان کا جواب دینے اور سوال کرنے کا طریق کار یہ تھا۔ کوئی چیز قرآن کی آیت سے باہر زبان پر نہ لاتیں اور انہوں نے اس طریق پر اپنی تمام زندگی بسر کر دی۔

آپ ہمیشہ روتی رہتیں۔ لوگوں نے کہا اللہ نے ہنسنے سے منع تو نہیں کیا۔ جواب دیا منع تو نہیں کیا مگر میرے پاس ہنسنے کو وقت نہیں۔ لوگوں نے کہا۔ اس میں بھی کسی وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہنے لگیں ہاں دنیا میں وہی شخص ہنستا ہے جسے اطمینان قلب ہو اور میں اس دولت سے محروم ہوں۔ حاضرین نے اس کی وضاحت چاہی تو آپ نے کہا میں نے محبت کے لیے ایک نئی ہستی کا انتخاب کیا ہے اور وہ ہے اللہ کی ذات پاک۔ میں اس خوف سے روتی رہتی ہوں کہ کہیں میری زندگی کی محنت اکارت نہ جائے اور مرتے وقت کہا جائے کہ تو ہمارے لائق نہیں۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت رابعہ بصری کے ہاں چار پانچ درویش

Marfat.com

حاضر ہوئے۔ اتفاق سے وہ کھانے کا وقت تھا۔ حضرت رابعہ بصری نے اپنی خادمہ کو الگ بلا کر پوچھا۔ مہمانوں کی تواضع کے لیے گھر میں کچھ ہے۔ خادمہ نے کہا صرف ایک روٹی ہے۔ کہنے لگی ایک روٹی سے کیا ہو گا۔ ایک ایک لقمہ حصے آئے گا۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ خادمہ نے آ کر کہا باہر ایک فقیر کھڑا ہے۔ کہا وہ روٹی اسے دے دو۔ خادمہ نے روٹی دے دی۔ فقیر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد خادمہ پھر آئی اور کہا ایک آدمی کھانا لایا ہے پوچھا کتنی روٹیاں ہیں۔ کہا۔ دو۔ کہنے لگی اسے واپس کر دو۔ یہ ہمارا کھانا نہیں وہ بھول کر یہاں آ گیا ہے۔ خادمہ نے جا کر وہ واپس کر دیں۔ کچھ دیر کے بعد خادمہ پھر آئی اور کہا اور ایک شخص کھانا لایا ہے۔ کہا کتنی روٹیاں ہیں کہا۔ پانچ۔ کہنے لگیں یہ بھی غلطی سے آ گیا ہے واپس کر دو۔ تھوڑی دیر کے بعد خادمہ نے پھر آ کر کہا ایک شخص کھانا لایا ہے پوچھا کتنی روٹیاں ہیں کہا گیارہ۔ کہنے لگی لے آؤ۔ یہ ہمارا کھانا ہے۔ خادمہ نے وہ کھانا لا کر درویشوں کے سامنے رکھ دیا مگر حیرانی سے پوچھا۔ پہلے دو کو آپ نے واپس کر دیا اور اس کا کھانا رکھ لیا۔ اس میں کیا مصلحت ہے کہا۔ میں نے ایک روٹی فقیر کو دی تھی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میں ایک کے بدلے دس دنیا میں اور ستر آخرت میں دوں گا چونکہ پہلے دو آنے والے دو اور پانچ روٹیاں لائے تھے۔ اس لیے حساب پورا نہیں ہوتا تھا۔ تیسرا گیارہ روٹیاں لایا حساب پورا ہو گیا۔ دس ایک کے بدلے اور وہ ایک بھی اللہ نے واپس بھیج دی۔ درویش بڑے حیران ہوئے۔

Marfat.com

ایک بار آپ نے صرف پانی پر سات روز روزہ رکھا۔ گھر میں کھانے کے لیے روٹی کا ایک لقمہ بھی نہ تھا۔ افطاری کا وقت قریب تھا۔ بھوک کا غلبہ ہوا تو نفس نے فریاد کی تو کب تک مجھے بھوکا رکھے گی۔ ابھی یہ خیال گذرا ہی تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ آپ باہر آئیں تو ایک نیازمند کھانا لیے کھڑا تھا۔ حضرت رابعہ بصری نے کھانا قبول کر لیا اور نفس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میں نے تیری فریاد سن لی ہے۔ کوشش کروں گی کہ تمہیں مزید اذیت نہ پہنچے۔ یہ کہہ کر آپ نے کھانا فرش پر رکھ دیا اور خود چراغ جلانے اندر چلی گئیں۔ واپس آئیں تو دیکھا ایک بلی نے کھانے کے برتن الٹ دیئے تھے اور زمین پر گرا ہوا کھانا کھا رہی تھی۔ حضرت رابعہ بصری بلی کو دیکھ کر مسکرائیں۔ شاید یہ تیرے ہی لیے بھیجا گیا تھا اطمینان سے کھا لے۔ افطار کا وقت ہو چکا تھا رابعہ نے چاہا کہ پانی سے ہی افطار کر لیں۔ اتنے میں تیز ہوا چلی۔ چراغ بجھ گیا۔ رابعہ اندھیرے میں آگے بڑھیں۔ اتفاق سے پانی کا برتن بھی ٹوٹ گیا اور سارا پانی بہہ گیا۔ عجیب صورت حال تھی۔ اتفاق سے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

الٰہی یہ کیا راز ہے۔ میں گنہگار نہیں جانتی کہ تیری رضا کیا ہے۔ جواب میں ایک ندائے غیب سنائی دی۔ اے میری محبت کا دم بھرنے والی۔ اگر تو چاہتی ہے کہ تیرے لیے دنیا کی نعمتیں وقف کر دوں تو پھر میں تیرے دل سے اپنا غم واپس لے لوں گا کیونکہ میرا غم اور دنیا کی نعمتیں ایک ہی دل میں جمع

Marfat.com

نہیں ہو سکتے۔ اے رابعہ تیری بھی ایک مراد ہے اور میری بھی ایک مراد ہے تو ہی بتا دونوں مرادیں ایک جگہ کیسے رہ سکتی ہیں۔

حضرت رابعہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ آواز سنی تو دنیا سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا اور ساری امیدیں ترک کر دیں۔ اس کے بعد میں نے ہر نماز کو آخری نماز سمجھا۔

ایک بار حضرت سفیان ثوری حضرت رابعہ بصری کی مجلس میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے۔ رابعہ آج مجھے وہ دو باتیں بتاؤ جو تم نے کسی کتاب یا عالم کے ذریعہ حاصل نہ کی ہوں بلکہ وہ براہ راست تم تک پہنچی ہوں۔ رابعہ بصری کچھ دیر غور کرتی رہی پھر امام وقت کو بتایا۔ ایک بار میں نے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے کے لیے ہاتھ سے بٹی ہوئی چند رسیاں فروخت کیں۔ خریدار نے مجھے دو درہم دیئے تو میں نے ایک درہم ایک ہاتھ میں اور دوسرا درہم دوسرے ہاتھ میں پکڑا۔ مجھے ڈر تھا کہ ایک ہی ہاتھ میں دونوں درہم لینے سے کہیں میں گمراہ نہ ہو جاؤں۔ اس بات سے رابعہ کا اشارہ کثرت مال کی طرف تھا۔

ایک بار آپ نے کسی شخص کو چند سکے دے کر فرمایا۔ میرے لیے بازار سے جا کر کمبل خرید لاؤ۔

اس شخص نے کہا آپ کو سفید کمبل درکار ہے یا سیاہ۔

حضرت رابعہ بصری نے ناخوشگوار لہجے میں فرمایا۔ پیسے واپس دے دو۔

Marfat.com

ابھی کمبل خریدا نہیں اور سیاہ وسفید کا جھگڑا کھڑا ہو گیا پھر اس شخص سے پیسے واپس لے کر اپنی خادمہ کو دیئے اور فرمایا انہیں جا کر دریا میں پھینک آؤ۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ دنیا اور دنیا والوں سے کس قدر تعلق رکھتی تھیں۔

ایک بار ایک شخص نے مجلس میں آپ سے پوچھا۔ آپ کہاں سے آئی ہیں۔ جواب دیا۔ اس جہان سے۔

اس نے پھر پوچھا۔ اور کہاں جائیں گی۔

جواب دیا۔ اسی جہان میں۔

پھر پوچھا اس جہان میں کیا کرتی ہو۔ کہا میں افسوس کے سوا کچھ نہیں کرتی۔ پوچھنے والے نے پوچھا۔ آپ کس بات پر افسوس کرتی ہیں۔ فرمایا۔ اس جہان کی روٹی کھا کر اس جہان کا کام کرتی ہوں۔

حاضرین نے کہا کہ آپ کی زبان میں عجیب مٹھاس ہے۔ آپ تو مسافرخانے کی محافظت کے لائق ہیں۔ فرمایا۔ میں یہی کام تو کر رہی ہوں۔ جو کچھ میرے اندر ہے اسے باہر کرتی ہوں اور جو باہر ہے اسے اندر آنے نہیں دیتی۔ کون آتا ہے اور کون جاتا ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ میں دل کو محفوظ رکھتی ہوں نہ کہ مٹی (جسم) کو۔

حضرت رابعہ بصری عشق الٰہی میں اس قدر غرق رہتی کہ اسے خوشی اور غم کا فرق ہی محسوس نہ ہوتا تھا۔ عبادت میں آپ خوف اور طمع سے بے نیاز

Marfat.com

ہو کر اپنے خالق کو پکارتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ جذب کی حالت میں تھیں۔ بصرہ کے لوگوں نے دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں آگ اور ایک ہاتھ میں پانی لیے بھاگی چلی جا رہی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ آپ کہاں جا رہی ہیں۔ فرمایا۔ میں اس پانی سے دوزخ کی آگ بجھانے چلی ہوں کہ لوگ اس کے خوف سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور یہ آگ کس لیے ہے۔ لوگوں نے پوچھا۔ میں اس آگ سے جنت کو پھونک ڈالنا چاہتی ہوں تاکہ جو لوگ جنت کے لالچ سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں انہیں جنت نہ مل سکے۔ یہ حضرت رابعہ بصری کا اپنا جذب و مستی کا طرز عمل تھا ورنہ قرآن میں خوف و طمع دونوں حالتوں میں اللہ کی عبادت جائز ہے۔ ایک بار وہ یہ دعا مانگتے دیکھی گئیں۔

"اے میرے معبود اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے دوزخ ہی میں ڈال دینا اور اگر میری ریاضت حصول جنت کے لیے ہے تو اسے مجھ پر حرام کر دینا اور اگر میں صرف تیرے ہی لیے تیری پرستش کرتی ہوں تو مجھے اپنے دیدار سے محروم نہ کرنا۔ محبت کی یہی وہ معراج ہے جس سے رابعہ بصری کا نام روشن ہو گیا۔ رابعہ بصری نے عمر بھر شادی نہیں کی بعض لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ آپ تارک سنت رسولؐ ہو رہی ہیں۔ یہ جائز نہیں۔

مگر رابعہ بصری نے کہا مجھے تین باتوں کا ڈر ہے۔ اگر تم مجھے ان اندیشوں

Marfat.com

سے نجات دلا دو تو میں آج ہی نکاح کر لوں۔

پہلا اندیشہ:۔ مرتے وقت ایمان سلامت لے جاؤں گی یا نہیں۔

دوسرا اندیشہ:۔ میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں۔

تیسرا اندیشہ:۔ ایک گروہ کو قیامت کے دن دائیں طرف سے بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ دوسرے گروہ کو بائیں طرف سے دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ تم لوگ بتاؤ کہ میں کس طرف ہوں گی۔

حضرت رابعہ بصری کے تینوں سوالوں پر لوگوں نے کہا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا کیا حشر ہو گا؟

لوگوں کا جواب سن کر حضرت رابعہ بصری نے فرمایا کہ تم خود ہی بتاؤ کہ جس عورت کو اتنے غم ہوں وہ شوہر کی خواہش کس طرح کر سکتی ہے۔ کسی نے ان کی گوشہ نشینی پر اعتراض کرتے ہوئے کہا باہر نکل کر دیکھو کیسی بہار آئی ہے۔ انہوں نے فوراً جواب دیا۔ میرا کام صانع کو دیکھنا ہے اس کی صنعت کو نہیں۔

ایک شخص سر پر پٹی باندھے ہوئے آپ کی مجلس میں آیا۔ پوچھا کیا ہوا۔ کہنے لگا۔ سر میں درد ہے۔ فرمایا کتنی عمر ہے۔ کہا۔ تیس سال۔ کہنے لگیں کبھی اس عرصہ میں بیمار ہوئے۔ اس نے کہا نہیں۔ حضرت رابعہ بصری نے

Marfat.com

کہا تم تیس سال تندرست رہے مگر اللہ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ایک دن بھی سر پر پٹی نہیں باندھی۔ آج ذرا سا بیمار ہوئے تو اپنے مالک کی شکایت کرنے کے لیے سر پر پٹی باندھ لی۔ وہ شخص یہ بات سن کر نہایت شرمندہ ہوا۔

ایک دفعہ کچھ حسد رکھنے والے لوگ آپ کی مجلس میں آئے اور کہنے لگے۔ اللہ نے آج تک مرد کو ہی فضیلت دی ہے۔ نبی اور رسول سب مرد ہوئے ہیں۔ عورت کو یہ درجہ نصیب نہیں ہوا۔ جواب دیا۔ بے شک اللہ کا یہی نظام ہے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ مردوں نے ہی خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ کسی عورت نے آج تک یہ نہیں کیا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہے۔ ان کا اشارہ فرعون مصر کی طرف تھا۔

وہ شاعرہ بھی تھیں۔ ان کا کلام عشق الٰہی سے عبارت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اے نفس تو اپنے اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا رہتا ہے یہ کتنی عجیب بات ہے۔

میں تجھ سے محبت کرتی ہوں۔ محبت دو طرح کی ہے ایک محبت آرزو اور تمنا کی ہے۔ اس محبت کی کوئی وقعت نہیں۔ دوسری محبت صرف تیری ذات سے ہے۔ اسی محبت کا واسطہ حجاب کو دور کردے تاکہ آنکھیں تجھے دیکھ سکیں اور تیرے جلوہ سے تسکین حاصل کریں۔

Marfat.com

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں رابعہ بصری نے اپنے اشعار میں غرض اور آرزو کی جس محبت کا ذکر کیا ہے وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس سے مراد اللہ کے احسان اور انعام ہیں جو وہ اپنے بندوں پر روا رکھتا ہے اور جس حب الٰہی کی بات کی ہے اس سے مراد دیدار خداوندی کی محبت ہے جس کا نظارہ ان کے دل کی آنکھوں نے کیا اور یہی محبت سب سے بہتر و برتر ہے۔ جمال ربوبیت کی لذت سب سے بڑھ کر ہے اور بجائے خود سب سے بڑی چیز ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے صالح بندوں کو وہ چیز دیتا ہوں جسے عام آنکھیں نہ دیکھ سکتی ہیں۔ نہ عام کان سن سکتے ہیں اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گذر سکتا ہے۔

محبت کا یہ بحر بیکراں اٹھاسی برس تک اس خطے میں ٹھاٹھیں مارتا رہا آخر حضرت رابعہ بصری ۸۸ سال کی عمر میں ۱۸۵ھ میں دینا سے رخصت ہوئیں اور یوں گئیں جیسے بادنسیم کا کوئی جھونکا تیزی سے گذر جائے۔ وفات سے تھوڑی دیر پہلے بصرہ کے کچھ لوگ عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت رابعہ بصری نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

فرشتوں کے لیے راستہ چھوڑ دو۔

لوگ باہر چلے گئے تو آپ نے بستر سے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ کچھ دیر تک بات کرنے کی آوازیں آتی رہیں پھر خاموشی ہو گئی تو لوگوں نے دروازہ

Marfat.com

کھولا۔ حضرت رابعہ بصری دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ لوگوں نے محبت اور آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا مگر محبت کا یہ سرمدی نغمہ خاموش ہو چکا تھا مگر اس کا سوز آج بھی اہل دل کو شدت سے محسوس ہوتا ہے۔

بصرہ ہی میں ان کی آخری آرامگاہ ہے۔ اللہ ان کی قبر پر نور برسائے اور رحمتیں نازل کرے۔

Marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ

جنید بغدادی محمد بن جنید قواریری کے بیٹے تھے۔ دادا کے نام پر ہی ان کا نام رکھا گیا کنیت ابوالقاسم تھی۔ پیدائش کے متعلق اکثر مورخ آپ کا سن پیدائش تحریر ہی نہیں کرتے اور اس میں نامعلوم حد تک اختلاف ہے ایک اندازے کے مطابق آپ کا سن پیدائش ۲۱۵ھ بیان کیا جاتا ہے۔

آپ کے آباؤ واجداد نہاوند کے رہنے والے تھے۔ آل ساسان کے دور حکومت میں اس شہر کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ سلطنت ایران اور حکومت عثمانیہ کے درمیان کا پہاڑی حصہ متنازع تھا اور علاقہ جبل کے نام سے مشہور تھا۔ دولت عباسیہ کے آخری زمانے تک نہاوند ہی اس علاقے کا صدر مقام تھا۔ حضرت جنید کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد محمد نے ترک وطن کر کے بغداد میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ان کے والد آئینہ

161291

Marfat.com

سازی اور شیشہ گری کی تجارت کرتے تھے۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید نے اپنے دور میں ۲۱۴ھ میں علی بن ہشام نامی ایک شخص کو علاقہ جبل کا گورنر مقرر کیا اور قم' اصفہان اور آذربائیجان کے علاقے بھی اس کے سپرد کر دیئے۔ وہ ایک ظالم انسان تھا۔ اس نے اپنا رعب قائم کرنے کے لیے مخلوق خدا پر بہت ظلم کیے۔ لوگوں کے مال لوٹ لیے اور جائیدادیں ضبط کر لیں۔ اکثر لوگوں کو مقتل میں لا کر قتل کر دیا۔ مجبوراً بے کس انسان آسمان کی طرف منہ کر کے فریاد کرتے تھے۔

"اے خدا تو نے علی بن ہشام کو ہمارے کونسے گناہوں کی پاداش میں ہم پر مسلط کیا ہے۔ اسی شوروشر میں لوگ غائبانہ طور پر عباسی خلیفہ مامون الرشید کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے۔ امیرالمومنین آپ کو خبر بھی ہے کہ آپ نے کس ظالم شخص کو حاکم مقرر کیا ہے کیا یہی آپ کا نظام ہے۔ جب علی بن ہشام کے ظلم کی خبریں خلیفہ مامون الرشید کو پہنچیں تو خلیفہ غصے سے اپنے آپے سے باہر ہو گیا پھر عجیف نامی ایک شخص کو طلب کیا جو بڑا نامور شجاع تھا اور اسے مخاطب کر کے کہا اے عجیف جب سے میں نے علی بن ہشام کے ظلم کی کہانیاں سنی ہیں۔ مجھے راتوں کو نیند نہیں آ رہی۔ کیا تو میری کھوئی ہوئی نیند مجھے لوٹا سکتا ہے۔ عجیف نے کہا خلیفہ المومنین غلام جو علاج ممکن ہو اس کے لیے حاضر ہے۔ مامون الرشید نے کہا تو اس بدبخت کو زنجیروں میں جکڑ کر لے آ تاکہ میں اس کا سر کچل ڈالوں۔ عجیف اپنا لشکر لے

Marfat.com

کر علاقہ جبل کی طرف بڑھا۔ علی بن ہشام کو جب معلوم ہوا تو وہ حکومت کے ایک اور غدار بابک کو ساتھ ملانے کے لیے آگے بڑھا مگر عجیف نے اسے سنبھلے کا موقع ہی نہ دیا اور ۲۱۷ھ میں اسے زنجیروں میں جکڑ کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ خلیفہ اسے دیکھ کر اتنا جذباتی ہوا کہ علی بن ہشام اور اس کے بھائی کو قتل کرنے کا حکم دے دیا جب دونوں قتل ہو گئے تو خلیفہ نے نیا حکم جاری کیا کہ علی بن ہشام کا سر نیزے پر گاڑھ کر عراق' خراسان' شام اور مصر کے گلی کوچوں میں پھراؤ۔ جب سب لوگ دیکھ لیں تو اسے سمندر میں پھینک دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

علی بن ہشام کا دور ۲۱۴ھ سے ۲۱۷ھ تک چار سال پہ محیط تھا۔ یہی وہ تکلیف دہ زمانہ تھا جب حضرت جنید بغدادی کے والد محمد روتے ہوئے نہاوند کو چھوڑ کر بغداد چلے گئے تھے اور یہیں بغداد میں جنید کی پیدائش ہوئی۔

حضرت جنید کے پورے خاندان میں کوئی صاحب علم وتصوف نہیں تھا البتہ آپ کے ماموں سری سقطی مشہور صوفی بزرگ تھے۔ آپ پانچ چھ سال کے ہوئے تو باپ نے اسے اپنی دوکان پہ بٹھانا شروع کر دیا کیونکہ والد کو کوئی علمی ذوق نہیں تھا۔ ایک دن حضرت سری سقطیؒ ان کی دوکان پر آئے اور اپنے بہنوئی سے کہا یہ بچہ دوکانداری کے لیے پیدا نہیں ہوا مگر باپ نے جواب دیا۔ یہ دوکاندار کا بچہ ہے دوکاندار ہی بنے گا۔ یہ کوئی ضروری نہیں اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ انشا اللہ یہ بچہ وہی بنے گا جو میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔

Marfat.com

باوجود بہنوئی کی باتوں کے وہ نہیں مانے اور بچے کو اپنے گھر لے آئے اور جنید انہیں کی تربیت میں پرورش پانے لگے۔ ابھی ایک سال ہی ہوا تھا کہ آپ کے ماموں حج کے لیے تشریف لے گئے۔ جنید بھی ان کے ساتھ تھا اور ابھی سات سال کی عمر تھی۔ اسی سفر میں مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد ماموں عارفوں کی محفل میں بیٹھے تھے اور میں قریب ہی کھیل رہا تھا۔ ان میں بات چھڑ گئی کہ شکر کیا ہے۔ ہر ایک نے اپنا خیال ظاہر کیا حضرت سری سقطی نے اچانک مجھ سے کہا۔ بیٹا تم بھی بتاؤ شکر کسے کہتے ہیں۔ میں نے جھجکتے ہوئے محفل کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔ اللہ کی نعمتوں کو پا کر پھر اس کی نافرمانی نہ کی جائے میرے خیال میں یہی شکر ہے۔ بزرگ بہت خوش ہوئے اور آخر ماموں نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ تمہیں حق تعالیٰ سے جو فیض پہنچے گا وہ تمہاری زبان کے ساتھ مخصوص ہو گا۔ سری سقطیؒ کے یہ الفاظ حرف بحرف ٹھیک ہوئے۔ جوان ہوتے ہی حضرت جنیدؒ کے کلام کی ساری دنیا قائل تھی۔

حضرت جنیدؒ اکثر اس بات کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو کہنے لگے۔ پیرو مرشد نے فرمایا تھا کہ میری زبان سے فیض ربانی جاری ہو گا۔ کاش وہ میرے دل کے بارے میں یہی ارشاد فرما دیتے یہ ان کا انکسار تھا ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب وزبان دونوں سے اپنا فیض جاری کیا۔ کچھ دن بعد استاد نے پوچھا بیٹا۔ یہ بتاؤ کہ اللہ کا شکر کس طرح کیا جائے۔

Marfat.com

جواب دیا کہ اللہ کی نعمتوں سے اس طرح فائدہ اٹھایا جائے کہ گناہ کے کسی کام کی مدد نہ ہو۔ یہی شکر ہے۔

ماموں نے خوش ہو کر پوچھا۔ بیٹا۔ یہ باتیں تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں۔ جواب دیا۔ آپ کی صحبت سے۔ سری سقطی بہت خوش ہوئے اور بھانجے کو گلے لگا لیا۔ پیار کرتے ہوئے کہا۔ اے اللہ میں جنید کے لیے تجھ سے تیری نعمتوں کا سوال کرتا ہوں تو اس کے علم میں اضافہ فرما۔

جنید بغدادی باپ کی دوکان تو چھوڑ ہی چکے تھے۔ سکول جانا شروع کیا۔ سکول سے آتے تو ماموں کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے ایک روز انہیں سکول سے واپس آتے دیکھ کر کہنے لگے آؤ۔ بیٹا میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ چھوٹی عمر ہوتے ہوئے ہی سر خم کرتے ہوئے کہا شیخ میں حاضر ہوں۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا بیٹا۔ میرا ایک کام کر دو۔ وہ شوق سے اٹھے اور کام کر کے واپس آ گئے۔ حضرت سری سقطی نے گریبان سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور بھانجے کو دے دیا کہ تم نے بڑی مہارت سے میرا کام کیا ہے یہ تمہارا انعام ہے۔ حضرت جنید بغدادی وہ کاغذ لے کر پڑھنے لگے لکھا تھا۔ میں نے صحرا میں ایک شتربان کو دیکھا جو نہایت سوز سے یہ شعر گا رہا تھا۔

میں روتا ہوں اور جانتے بھی ہو کہ میں کیوں روتا ہوں۔

اس خوف میں روتا ہوں کہ کہیں تو مجھے فراق میں مبتلا نہ کر دے اور میری امیدیں قطع کر کے مجھے تنہا نہ چھوڑ دے۔

Marfat.com

یہ ایک نصیحت تھی۔ جنید بھی رونے لگے اور ماموں سے لپٹ کر کہا اگر یہ میرے لیے ہے تو میں اس در کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔

ماموں خوش ہو گئے۔ وہ بھانجے کو آزمانا چاہتے تھے۔ بھانجے کے دل میں بھی ایفائے عہد کی خوبی موجود تھی۔ پھر یہ حالت تھی کہ ماموں زمانے بھر کی بات رد کر سکتے تھے مگر بھانجے کی بات رد نہیں کرتے تھے۔ اسی زمانے کی بات ہے کہ جنید سکول سے آئے تو اپنے باپ محمد کو غمگین صورت میں بیٹھے دیکھا۔ پوچھا بابا آپ ایسے کیوں بیٹھے ہیں۔ محمد نے روتے ہوئے کہا بیٹے میں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نکالی تھی اور خیال کیا تھا تیرے ماموں کو دے دوں مگر وہ قبول نہیں کرتے۔ جنید نے کہا یہ رقم مجھے دیجیے میں انہیں پیش کرتا ہوں مگر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے باپ نے کہا کہ جب مجھ سے انکار کر دیا ہے تو پھر تمہاری بات کیسے مانیں گے۔ بیٹے نے کہا۔ وہ میری بات مان لیں گے یہ کہہ کر باپ سے زکوٰۃ کی رقم لے لی اور ماموں کے مکان پر پہنچے۔ دستک دی تو پوچھا کہ کون۔ جواب دیا میں ہوں۔

پھر سوال ہوا۔ کیوں آئے ہو۔

جنید۔ میں زکوٰۃ کی رقم لے کر آیا ہوں۔

ماموں۔ تمہارے باپ نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ میں یہ لینے سے انکار کر چکا ہوں۔

جنید۔ والد نے بتایا تھا جبھی تو میں حاضر ہوا ہوں۔

Marfat.com

ماموں۔ تم ساری صورت حال جانتے ہوئے کس لیے آئے ہو۔

جنید۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے بھروسے پر آیا ہوں کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔

ماموں۔ جنید تم اللہ تعالیٰ کو درمیان میں کیوں لائے۔ یہاں کئی مستحق لوگ ہیں کسی کو بھی دے سکتے تھے۔ شرط پوری ہو جائے گی۔

جنید۔ مگر والد محترم کی خواہش ہے کہ آپ اسے قبول فرمالیں اس طرح اسے یقین ہو جائے گا کہ میری زکوٰۃ قبول ہو گئی۔

ماموں۔ ان کی خواہش اپنی جگہ۔ میری خواہش بھی تو کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ جھگڑا کیسا۔ کسی مستحق کو دے دو۔

جنید نے ماموں کا مسلسل انکار سن کر کہا آپ کو اس ذات عزیز و جلیل کی قسم ہے جس نے آپ پر اپنا فضل فرمایا اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا زکوٰۃ کی یہ رقم قبول کرلیں۔ سری سقطی۔ اپنے بھانجے کی بات سن کر حیران ہوئے اور کہا تم کس طرح کہتے ہو کہ اللہ کا فضل وعدل ہے۔

جنید نے بڑے اطمینان سے کہا کہ آپ پر اللہ کا فضل یہ ہے کہ اس نے آپ کو درویشی عطا کی اور والد محترم کے ساتھ اللہ کا عدل یہ ہے کہ اس نے انہیں دنیا کے کاموں میں لگا دیا۔ بے شک آپ انکار کر دیں مگر میرے والد پر زکوٰۃ نکالنا اور حقدار کو دینا فرض ہے۔ حضرت سری سقطی کو بھانجے کی یہ بات پسند آئی اور زکوٰۃ کی رقم عادت کے خلاف قبول کر لی اور یہ

Marfat.com

جیند بغدادی سے ان کی محبت کا ہی سبب تھا۔

آٹھ سال کی عمر میں حضرت جنید بغدادی ماموں کی ہدایت کے مطابق ابو ثور کی خدمت میں حاضر ہوئے جو امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔ مسلک کے لحاظ سے جنید بغدادی بھی امام شافعیؒ کے پیروکار تھے ابو ثور نے آٹھ سال کی مدت میں اپنا سارا علم شاگرد کو منتقل کر دیا اور اہل بغداد نے دیکھا کہ ایک بیس سالہ نوجوان بڑی ذہانت سے فتوے دیا کرتا تھا۔ حضرت وہ علم سیکھ چکے تھے جہاں بڑوں بڑوں کی رسائی مشکل ہوتی ہے یہ اللہ کا عطیہ اور استاد کی شفقت کا نتیجہ تھا۔ جنید خود کہتے ہیں کہ حدیث اور فقہ کا علم بھی ماموں کی ایک مہربانی تھا اگر وہ میری رہنمائی نہ کرتے تو میں گلیوں میں ہی بھٹکتا رہتا۔ ایک روز میں ماموں کی صحبت میں حاضر تھا کہ اچانک انہوں نے کہا۔ جنید میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں ایک ایسا محدث بنائے جو تصوف سے بھی آگاہ ہو مگر ایسا صوفی نہ بنائے جو علم حدیث سے بھی واقف ہو۔ سری سقطی حدیث اور فقہ کو اولیت دیتے تھے۔ یہ سبق انہوں نے جنید کو پڑھایا اور جنید فرماتے ہیں کہ میں نے اسی نصیحت کے مطابق سب سے پہلے فقہ وحدیث کا علم پڑھا۔ بعد میں ابو عبداللہ حارث محاسیؒ کی صحبت اٹھائی اور یہی میری کامیابی کا راز ہے۔ علم تصوف کو قرآن اور سنت کے تابع رہنا چاہیے جس شخص نے تصوف کے کوچے میں قدم رکھنے سے پہلے قرآن نہ پڑھا ہو۔ حفظ نہ کیا ہو اور حدیث میں سند حاصل نہ کی ہو اسے دوسروں کی رہنمائی کا کوئی

Marfat.com

حق نہیں ہے۔

شیخ ابو عبداللہ حارث محاسبی کا وطن بصرہ تھا۔ آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی اور علم و فضل، زہد و تقویٰ میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حارث محاسی کی پیدائش کے وقت امام حسن بصری زندہ تھے اس طرح شیخ حارث کو تب تابعین ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی صحابہ کی محفل دیکھنے والے تابعین اور تابعین سے فائدہ اٹھانے والے تب تابعین ہیں۔ شیخ حارث کا تقویٰ یہ تھا کہ انکے والد جو مجوسی تھے ستر ہزار ترکہ چھوڑ کر مرے۔ رشتہ داروں نے کہا مگر انہوں نے اس سے ایک دینار بھی نہ لیا اور فرمایا میرے آقا حضور اکرمؐ کی حدیث ہے ایک مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اس لیے میں بھی اپنے باپ کے ترکے کا وارث نہیں ہو سکتا۔ حلال روزی کھاتے اور حالت یہ تھی کہ اگر اتفاقاً کوئی حرام کا لقمہ آجائے تو ہاتھ کی ایک رگ فوراً پھڑک اٹھتی اور آپ ہاتھ روک لیتے۔ حضرت جنید بغدادی کو حضرت شیخ حارث محاسبی سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کو چچا کہہ کر پکارتے۔ ایک دن گھر کے قریب سے گذر رہے تھے کمزوری سے اندازہ لگایا اور کہا چچا گھر تشریف لائیے اور کچھ نوش فرمایئے۔

انہوں نے شاگرد کو دیکھ کر کہا بہتر ہے اور گھر تشریف لے آئے۔ جنید نے دسترخوان بچھایا اور کھانا استاد کے سامنے رکھ دیا۔ اس رات پڑوس میں

Marfat.com

شادی تھی اور کھانا وہاں سے آیا تھا۔ حضرت جنید بغدادی نے دیکھا کہ لقمہ منہ میں رکھ لیا۔ دو چار دفعہ اسے گھمایا اور پھر اٹھ کر گھر سے باہر چلے گئے۔ جنید استاد کے پیچھے پیچھے تھے۔ گھر سے نکل کر ایک کونے میں لقمہ اُگل دیا اور خاموشی کے ساتھ چلے گئے۔ جنید میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ اس سلسلے میں ان سے کچھ پوچھ سکتے۔ دو چار دن کے بعد جب خلوت میسر آئی تو استاد کو یہ واقعہ یاد دلایا۔

انہوں نے کہا مجھے بھوک تھی مگر اللہ نے کچھ ایسا فضل کیا ہے کہ جس لقمہ پر شبہ ہو وہ میرے حلق کے اندر نہیں جاتا اس لیے ایسا ہوا۔ جنید نے پھر درخواست کی آپ مان گئے گھر پہنچے تو سوکھی روٹی تھی وہی پیش کر دی وہ استاد نے بڑے مزے سے کھائی اور فرمایا درویش کی دعوت کرنی ہو تو ایسا ہی کھانا ہونا چاہیے۔ شیخ ابوعبداللہ حارث محاسبی ۲۴۳ھ میں انتقال کر گئے۔ ان کی پیشانی کبھی غیراللہ کے سامنے خم نہیں ہوئی تھی اور میں اللہ کا فضل سمجھتا ہوں کہ کم از کم میری آنکھوں نے ان کی صورت دیکھ لی اور مجھے کچھ صحبت حاصل ہو گئی۔ ابوثور اور حارث محاسبی کی وفات کے بعد جنید نے سری سقطیؒ کی باقاعدہ بیعت کی۔ اس وقت انؒ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ شیشے کا کام چھوڑ کر ریشم کا کام کرتے رہے تاکہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ آخر سری سقطیؒ کے مکان میں گوشہ نشین ہو کر شدید مجاہدے کیے۔ ایک دن سری سقطیؒ سے بھانجے نے کہا مجھے کوئی ایسا قصہ سنایئے جس سے

Marfat.com

عشق کی سچائی کا اظہار ہوتا ہو۔ انہوں نے کاغذ پر کچھ لکھا اور کاغذ دے کر کہا اسے پڑھ لینا یہ سات سو قصوں سے بہتر ہے۔ جب اسے کھولا تو اس پر عربی کے تین شعر تھے۔

جب میں نے محبت کا دعویٰ کیا تو بولی تم جھوٹے ہو۔

اگر تمہیں محبت ہے تو تمہارے ہاتھ پاؤں اتنے درست کیوں نظر آ رہے ہیں۔

یاد رکھو محبت اس وقت تک نہیں ہوتی کہ جب تک پیٹ کمر سے نہ لگ جائے۔

اور تم اتنے کمزور ہو جاؤ کہ کوئی تمہیں پکارے تو جواب نہ دے سکو۔

اور اس قدر گھل جاؤ کہ گوشہ چشم کے سوا کچھ بھی نہ رہے جس سے تم آنسو بہاؤ اور عاجزی کرو۔ یہ اشعار پڑھ کر جنید بغدادی پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ کے سینے میں آتش عشق اس طرح بھڑکی کہ حق تعالیٰ کی یاد کے سوا سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا۔

گو سری سقطیؒ کے سبق آسان دکھائی دیتے تھے مگر ان پر عمل بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ بھانجے نے بڑے ذوق سے ان پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ آپ میں روحانی انقلاب آ گیا اور معرفت کے راز کھلے۔ عشق میں بندہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ کوئی تلوار مارے تو بھی معلوم نہ ہو۔ یہ ان کا قول میں نے آزما کر تجربہ کیا۔

Marfat.com

ایک دن میرے پاس چار درہم تھے میں نے یہ پیرومرشد کو دیئے وہ خوش ہو کر کہنے لگے کہ اے نوجوان تمہیں اخروی فلاح کی بشارت ہو۔ میں نے پوچھا آپ یہ کس طرح کہتے ہیں۔ کہنے لگے کہ مجھے آج چار درہم ہی کی ضرورت تھی اور میں نے دعا کی تھی کہ مجھے چار درہم ایسے ہاتھ سے دلوا جو اخروی بشارت پانے والا ہے۔ علامہ یافعیؒ کا بیان ہے کہ جنید بغدادی کا وہ غم جو پہلی پیشگوئی سے تھا وہ دور ہو گیا۔ ایک دن وہ مرشد کے ہاں حاضر ہوئے ایک شخص بے ہوش پڑا تھا اور مرشد حیران تھے میں نے پوچھا کیا ہوا۔ کہنے لگے میں نے قرآن کی ایک آیت پڑھی تھی وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں نے کہا آپ پھر وہی آیت پڑھیں۔ آپ نے پڑھی اور وہ ہوش میں آگیا۔ اس شخص کے جانے کے بعد مرشد نے پوچھا تمہیں یہ ترکیب کیونکر سوجھی۔ جنیدؒ نے فرمایا۔ یوسفؑ کے پیرہن سے یعقوبؑ کی بینائی جاتی رہی تھی اور اس پیرہن سے ہی پھر واپس آگئی۔ اسی طرح ایک دن آپ نے پیرومرشد کو غمگین دیکھا تو سبب پوچھا کہنے لگے ایک نوجوان آیا تھا۔ اس نے کہا۔ توبہ کیا ہے میں نے کہا کہ انسان اپنے گناہوں کو نہ بھولے۔ اس نوجوان نے کہا۔ غلط ہے۔ توبہ تو یہ ہے انسان اپنے گناہوں کو بالکل بھلا دے۔ میں نے کہا اس میں فکر کی کیا بات ہے۔ میرے خیال میں وہ نوجوان سچ کہتا ہے۔ مرشد نے کہا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو میں نے کہا کہ صفائی کے وقت غبار کا خیال گزرنا بھی غبار ہے۔ مرشد خوش ہوئے اور کہا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ تمہیں خلقت

Marfat.com

میں وعظ و تقریر کرنی چاہیے مگر میں گھبراتا تھا آخر ایک رات حضورؐ خواب میں آئے اور فرمایا۔ جنید تمہیں اللہ نے ایک نعمت دی ہے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے وعظ کہا کرو۔ یہ حکم سنتے ہی ذہنی گرہ کھل گئی ادھر مرشد بھی آ گئے اور یہی واقعہ انہوں نے بیان فرماتے ہوئے کہا کہ اب تو دربار رسالت سے بھی آپ کو اجازت مل گئی ہے۔ دوسرے دن جنیدؒ جامع مسجد میں حاضر ہوئے۔ نماز کے بعد حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اہل ایمان میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ لوگ پہلے ہی منتظر تھے اور یہ بھی اللہ نے حضورؐ کی طرف سے ارشاد کی برکت کے طور پر پہلے ہی مسئلہ حل کر دیا تھا چنانچہ جنیدؒ نے پہلے اپنے رب کی بڑائی بیان کی۔ پھر حضورؐ کی شان بیان کرتے ہوئے اپنے جذبات وعقیدت کا مظاہرہ کیا اور پھر فقر پر مختصر تقریر کی۔ لوگ حیرانی میں تڑپنے لگے اور بغداد کے گلی کوچوں میں ان کی دھوم مچ گئی۔ کعبی جو فرقہ معتزلہ کا امام تھا جنیدؒ کے چند شاگرد ایک دن ان کی مجلس میں پہنچے دیکھا کہ کعبی زور وشور سے تقریر کر رہے ہیں اور لوگ ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ تقریر ختم ہوئی تو کعبی نے جنیدؒ کے شاگردوں کی طرف دیکھ کر کہا میں نے بغداد میں ایک نوجوان جنیدؒ کو دیکھا ہے کہ اللہ نے انہیں ہر پہلو میں فصاحت عطا فرمائی ہے۔ اگرچہ وہ غیر فرقہ سے تعلق رکھتے تھے مگر ان کی تعریف سے وہ بھی منحرف نہیں ہوئے۔

ایک دن ایک عیسائی نوجوان نے آپ سے مل کر بیان کیا کہ لوگ آپ

Marfat.com

کو شیخ زمانہ کہتے ہیں۔ کہنے لگے اگر یہی بات کرنے آئے ہو تو میں اللہ کا ایک ادنیٰ بندہ ہوں۔ شیخ ہونا بڑی دور کی بات ہے۔ بہتر ہے چلے جاؤ۔ اس نے کہا میں حضورؐ کی اس حدیث کی تشریح چاہتا ہوں کہ

مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

آپ نے سر جھکانے کے بعد پھر سر اٹھایا اور کہا کہ اس کی تشریح یہی ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اس محفل میں حاضر لوگوں نے کہا کہ تیرا سوال اور تھا۔ شیخ نے جواب اور دیا۔ عیسائی نوجوان کہنے لگا میں بہت دنوں سے مسلمان ہونے کی بات سوچ رہا تھا اسی لیے میں نے اس حدیث کا مطلب پوچھا۔ شیخ نے میری کشمکش اللہ کے اس نور سے دیکھ لی اور میں مسلمان ہو گیا۔

ابھی جنیدؒ انہیں منزلوں میں تھے کہ سری سقطیؒ بھی ۲۵۱ھ میں انتقال فرما گئے اور جنیدؒ حقیقتاً اب یتیم ہوئے۔ سری سقطیؒ کو شونیزیہ کے خطہ میں بغداد میں دفن کیا گیا اور یہاں بڑے بڑے مشائخ محو خواب ہیں۔

اگرچہ اب تصوف میں آپ کو رہنمائی کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی جذبہ عشق سے مجبور ہو کر ابو حفص حداد کی خدمت میں حاضر ہونے کے بارے میں سوچنے لگے ابو حفص حداد اس زمانے کے بہت بڑے باشریعت عالم تھے۔ ان کا قول ہے کہ جو شخص ہر وقت اپنے اعمال اور حالات کا اندازہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں نہیں کرتا اور اپنے دل کے جذبات کو مجرم

Marfat.com

نہیں ٹھہراتا اس کا نام مردوں کی فہرست میں نہیں۔ اتفاقاً حداد خود ہی بغداد میں آ گئے۔ جنیدؒ حاضر ہوئے تو دربار کا سا سماں دیکھا۔ پوچھا۔ یا شیخ آپ اپنے شاگردوں کو شاہی کے آداب واطوار سکھاتے ہیں۔ حداد نے جواب دیا مجھے ان آداب کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ ذہن نشین کر لو کہ ظاہری حسن ادب' باطنی حسن ادب کا عنوان ہے۔ یہ جواب سن کر جنیدؒ خاموش ہو گئے۔ جنیدؒ ایک محتاط صوفی تھے اور عمر بھر خرقہ نہیں پہنا۔ درس گاہ کے آداب بھی سب سے الگ تھے۔ حدادؒ ان کے مہمان بنے انہیں اور ان کے شاگردوں کو لذیذ کھانے کھلاتے مگر خود سادہ غذا استعمال کرتے۔ ایک دن حضرت حدادؒ نے فرمایا۔ جنیدؒ میرے ساتھیوں کو یہ نعمتیں کھلا کھلا کر ان کے نفس کو سرکش نہ کرو۔ سچی مہمان نوازی یہ ہے کہ جو حاضر ہے وہ پیش کرو۔ تکلفات سے مہمان اور میزبان میں مفارقت ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف مہمان کا جانا اور قیام کرنا برابر ہوتا ہے۔ ابو حفص حداد کا انتقال ۲۶۰ھ میں ہوا۔ جنیدؒ ۹ سال ان کی صحبت میں رہے۔

ان کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ محمد بن علی اور حضرت محمد بن مسروق طوسی کے نام نمایاں ہیں۔ شیخ محمد بن علی کا انتقال ۲۷۶ھ میں ہوا۔ حضرت محمد بن مسروق طوسی ۲۹۸ھ میں فوت ہوئے اور اسی سال حضرت جنید بغدادیؒ نے انتقال فرمایا گویا آپ حضرت محمد بن مسروق طوسی سے آخری عمر تک فائدہ اٹھاتے رہے۔

Marfat.com

علامہ ابن جوزی نے حضرت جنید بغدادیؒ کے ایک اور استاد یعقوب زیات کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق خود جنیدؒ فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت یعقوب کے دروازے پر بہت سے طالبان دیدار کے لیے کھڑے تھے۔ یکایک ایک خدمت گار نے آ کر کہا کہ کیا تمہارے لیے اللہ کا مشغلہ کافی نہیں کہ یہاں آئے ہو۔ حضرت شیخ یعقوب زیات کا یہ حکم سن کر میں نے کہا کہ جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہونا بھی اس کے شغل میں داخل ہے تو پھر ہم لوگ کیوں حاضر نہ ہوں۔ یہ سنتے ہی انہوں نے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ میں اندر چلا گیا اور کچھ دیر کی گفتگو کے بعد توکل پہ بحث چھڑ گئی۔ انہوں نے فوراً ایک خدمتگار کو بلایا اور ان کی جیب میں ایک درہم تھا وہ اسے دے دیا۔ پھر توکل پہ ایک موثر تقریر کی اور کہنے لگے تقریر سے پہلے میرے پاس ایک درہم تھا وہ میں نے اس لیے خدمتگار کو دے دیا کہ اپنی جیب میں ایک درہم رکھ کر توکل پر تقریر کرنے سے مجھے شرم آ رہی تھی۔ اس بات سے ان کی صوفیانہ شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ جنیدؒ خود اپنے اساتذہ کی تعداد ۲۰۰ بتاتے ہیں باقی کے حالات تاریخ سے معلوم نہیں۔ بہرحال انہوں نے تاعمر اساتذہ کرام کی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔

عام طور پر صوفی حضرات کو مشکلات کا سامان کرنا پڑا جیسے معین الدین چشتیؒ اپنے مرشد عثمان ہرونی کے ساتھ مسلسل ۱۴ سال سفر کرتے رہے اور پھر ملتان آئے پھر اجمیر میں آ ٹھہرے مگر جنیدؒ بغداد میں پیدا ہوئے یہیں تعلیم حاصل

Marfat.com

کی اور زندگی کا سفر جاری رکھا اور یہیں بغداد میں دفن ہو گئے۔

آپ نے دو حج کیے۔ پہلا سات سال کی عمر میں اور دوسرا جوانی میں۔ اس دوران عشق الٰہی کے ایک ذکر پر بحث تھی۔ ہر ایک اپنے اپنے خیالات ظاہر کر رہا تھا۔ آخر جنیدؒ سے کسی نے کہا آپ بھی کچھ کہیں۔ آپ نے فرمایا۔ عشق الٰہی میرے خیال میں یہ ہے کہ بندہ اللہ کے لیے ہی ہو جائے یعنی وہ اللہ کے لیے ہے اور اللہ اسی کے ساتھ ہے۔ سب نے تائید کی۔

اس دوسرے حج میں رات کے اندھیرے میں ایک دن طواف کر رہے تھے تو ایک عورت بھی طواف کر رہی تھی اور پر سوز آواز میں کچھ عاشقانہ شعر پڑھتی جاتی تھی۔ کچھ دیر تو برداشت کیا پھر فرمایا۔ اے بے خبر! تجھے اس مقدس جگہ پر ناپاک آرزوئیں بیان کرتے شرم نہیں آتی۔ عورت نے معذرت کی بجائے چند اس قسم کے اور شعر پڑھے۔ حضرت جنیدؒ ابھی کچھ کہنا چاہتے تھے کہ وہ عورت بولی۔ میں کیا کر رہی ہوں اسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ تم خدا کا طواف کرتے ہو یا خانہ خدا کا۔ آپ نے کہا ہم مسلمان خانہ خدا کا طواف کرتے ہیں۔ وہ عورت یہ جواب سن کر بیقرار ہو گئی اور آسمان کی طرف منہ کر کے بڑے سوز سے کہا۔ سبحان اللہ تیری مخلوق میں ایسے بے حس شخص بھی ہیں جو پتھر کی طرح بے حس ہیں اور پتھر کے گرد طواف کرتے ہیں۔ انہیں بتا کہ تیری مرضی کیا ہے اور تو کیا چاہتا ہے۔ عورت کے یہ لفظ سن کر آپ کے ہوش جاتے رہے جب ہوش میں آئے تو وہ عورت غائب تھی۔

Marfat.com

جس نے بڑے موثر طریقے سے آپ کو توحید پرستی کا سبق پڑھایا تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ مکہ معظمہ میں قیام فرماتے تھے کہ ایک عجمیوں کی جماعت آئی اور آپ کے گرد بیٹھ کر مذہبی مسائل کی بات شروع کی اس دوران ایک شخص حلقہ کو توڑ کر آگے آیا اور ایک تھیلی آپ کے پاس رکھ دی۔ آپ نے حیرانی سے پوچھا یہ کیا ہے۔ اس میں پانچ سو دینار ہیں۔ اجنبی نے کہا۔ میری خواہش ہے کہ آپ اسے فقیروں میں تقسیم کر دیں یہ کام تو تم خود بھی کر سکتے ہو۔ اس نے کہا میں مستحق لوگوں کو نہیں جانتا۔ اسے غور سے دیکھنے کے بعد جنیدؒ نے کہا کہ تمہارے پاس اور بھی رقم ہے اس نے کہا بہت کچھ ہے پھر آپ نے کہا کہ آپ اپنے سرمایہ کے علاوہ بھی رقم کمانا چاہتے ہیں وہ کہنے لگا۔ کیوں نہیں۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کاروبار بڑھے۔ حضرت نے وہ تھیلی اٹھا کر اسے واپس دیتے ہوئے کہا کہ پھر تم ہی زیادہ مستحق ہو اسے جا کر اس میں جمع کر لو۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اللہ نے عجیب عجیب طریقوں سے میری مدد کی۔ ایک دفعہ میں حج کو جا رہا تھا تو ایک شخص کو ایک کیکر کے درخت کے نیچے اداس بیٹھے دیکھا۔ وہ گھر سے تلاش حق کے لیے نکلا تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے میں نے اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہاں پہنچ کر اس کی طبیعت میں وہ صورت باقی نہیں رہی اور میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔ جب میں حج سے واپس آیا تو وہ کچھ دور ہٹ کر بیٹھا تھا اور خوش تھا۔ پتہ چلا کہ وہ چیز مجھے یہاں

Marfat.com

مل گئی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں کونسی اچھی تھی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں بیٹھنا یا گوہر مراد پانے والی جگہ بیٹھنا۔

ایک بار آپ بہت سے خدام اور مشائخ کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستے میں جبل سینا (کوہ طور) سے گذرے وہاں عیسائی راہبوں کی ایک خانقاہ تھی جس کے نیچے ایک چشمہ جاری تھا آپ اسی چشمہ کے کنارے ٹھہر گئے۔ اس سفر میں ایک قوال ہمراہ تھا کچھ دیر بعد مجلس سماع لگی تمام لوگ بے خود ہو کر ناچنے لگے آپ پر بھی وجد طاری تھا مگر اپنی جگہ سے ہلتے نہیں تھے۔ وہ راہب اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ آخر وہ نیچے آئے انہوں نے ان فقیروں کو اپنی طرف توجہ دلائی۔ تمہیں تمہارے خدا کی قسم۔ میری بات سنو۔ تم لوگ یہ کیا شغل کر رہے ہو۔ وہ ہر ایک کو پکڑ کر بلاتا مگر وہ مست توجہ نہیں دے رہے تھے۔ آخر جب محفل ختم ہو گئی اور سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو راہبوں کے پیشوا نے کہا میں پکڑ پکڑ کر آپ کو بلاتا تھا۔ آپ میری بات ہی نہیں سنتے تھے۔ ایک بزرگ نے کہا اس حالت میں تمہارا ہمیں پکارنا بیکار تھا مگر اب تو تم میری باتیں سن رہے ہو اس وقت کیا ہوا تھا ایک دوسرے بزرگ نے کہا۔ اس وقت سماع میں ہماری جو حالت ہوتی ہے ہم بتا نہیں سکتے۔ بس اللہ کے تصور میں ہر چیز کو بھول جاتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا تمہارا شیخ کون ہے۔ تمام لوگوں نے حضرت جنید بغدادیؒ کی طرف اشارہ کیا۔ راہبوں کا پیشوا اٹھا اور جنید بغدادی کے قریب آ کر کہنے لگا کہ کچھ دیر پہلے میں

Marfat.com

نے آپ کے ساتھیوں کو ایسی مستی کی حالت میں دیکھا کہ انہیں اردگرد کا پتہ ہی نہیں تھا۔ جنید بغدادیؒ نے فرمایا۔ جسے تم کھیل کہتے ہو۔ یہ دنیاداروں کا نہیں اہل دل کا مشغلہ ہے جب ہم لوگ یہ شغل کرتے ہیں تو اپنے ہوش میں نہیں رہتے۔ کیا تمہیں اس میں کچھ خاص مزا آتا ہے۔ پیشوا نے پوچھا تم اس لذت کو نہیں سمجھ سکو گے۔ جنید بغدادیؒ نے فرمایا کیا تم نے کوئی ایسی لذت دیکھی ہے جسے پا کر انسان باقی لذتیں بھول جائے۔ یہ ہمارا روحانی کھیل ہے جسے سماع کہتے ہیں۔ کیا سماع دوسرے مذاہب میں بھی پایا جاتا ہے اس نے پھر پوچھا۔ نہیں۔ سماع صرف ہمارے ساتھ مخصوص ہے مگر اس کی ایک شرط ہے کہ اس عمل سے شریعت کے کاموں میں خلل نہ پڑے اور انسان کا زہد و تقویٰ متاثر نہ ہو۔ عیسائی نے کہا ہم تو کئی سالوں سے محنت کر رہے ہیں مگر ہمیں کبھی ایسی صورت پیش نہیں آئی۔ ہمارے دل اور دماغ بے چینی میں ہیں۔ آج تمہیں دیکھا تو اپنی محرومی کا خیال آیا۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا پھر اس کے دوسرے ساتھی بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ شیخ فرماتے ہیں ایک دن میرا کوفے سے گذر ہوا۔ ایک بڑا عالیشان مکان دیکھا جس کے کئی دروازے ہیں اور ان پر خادم کھڑے تھے ابھی میں شان و شوکت ہی دیکھ رہا تھا کہ ایک عورت کی دلکش آواز آئی جو شعر گا رہی تھی۔

اے مکان تیری چاردیواری کے اندر کبھی غم نہ آئے۔

اور تیرے رہنے والوں پر یہ ظالم زمانہ کبھی مذاق نہ کرے جیسے کہ اس

Marfat.com

کی عادت ہے کہ وہ بڑے بڑے محلوں کو آن کی آن میں ویران کر دیتا ہے۔
جب کوئی مہمان بے گھر ہو تو ایسے مہمان کے لیے تو کیسا اچھا گھر ہے۔
حضرت جنید بغدادی نے یہ شعر سنے تو یہ کہتے ہوئے آپ تشریف لے گئے کہ ان لوگوں کی حالت نازک اور سنگین ہے۔ یہ دنیا اور اس کی رنگینیوں میں مکمل غرق ہو چکے ہیں۔

پھر ایک مدت کے بعد دوبارہ وہاں سے گذرے تو حیرانی سے اس عشرت کدہ پر نظر ڈالی کوئی نوکر اور غلام وہاں نہ تھا۔ دیواریں خستہ ہو چکی تھیں۔ مکان تباہ حالت میں تھا جہاں روسا کے ڈیرے ہوتے تھے ان کمروں میں کتوں نے ڈیرے لگائے تھے ہر طرف ذلت اور نحوست تھی اور ہاتف غیب یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اس کی ساری خوبیاں جاتی رہیں اور رنج والم نمایاں ہو گئے۔ زمانے کا یہی مزاج ہے کہ وہ ایسے کسی مکان کو صحیح وسالم نہیں چھوڑے گا۔
لہٰذا اس مکان کے اندر جو انس (محبت) پایا جاتا تھا اسے وحشت میں بدل دیا گیا اور کیف وسرور کی جگہ شور وماتم بپا کر دیا گیا۔

دیکھ کر افسوس ہوا۔ ایک ہمسائے سے پوچھا اس مکان کے باسی کہاں چلے گئے پڑوسی نے بتایا۔ مالک مکان مر گیا اور اس کے مرتے ہی مکان کی ساری رونقیں رخصت ہو گئیں۔

جنید بغدادیؒ نے افسردہ لہجے میں پوچھا۔ اب اس مکان میں کوئی بھی

Marfat.com

نہیں رہتا۔

ایک بوڑھی عورت کسی کمرے میں پڑی رہتی ہے۔ محلّہ والے اسے روٹی کھلا دیتے ہیں اور وہ عورت مکان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتی۔ پڑوسی نے بتایا۔

حضرت جنیدؒ اس کمرے تک گئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی۔ کون ہے۔

میں اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ حضرت نے جواب دیا۔

واپس چلے جاؤ۔ اب میرے سوا یہاں کوئی نہیں رہتا۔ وہ زمانے نہیں رہے مجھ غریب کو پریشان نہ کرو۔ دروازہ کھولو مجھے تم سے ضروری کام ہے۔

عورت نے دروزہ کھول دیا اور جنید بغدادیؒ کو حیرانی سے دیکھنے لگی۔

اس مکان کی وہ چمک دمک' خوبصورت چہرے' کنیزیں اور غلام کہاں چلے گئے۔ یہ سن کر وہ عورت روئی۔ وہ چیزیں کسی اور کی تھیں اس مکان کے رہنے والے غلطی سے اسے اپنا سمجھ بیٹھے سارا سامان کرائے کا تھا جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا۔

چند سال پہلے میں نے ایک عورت کو یہ شعر گاتے یہاں سنا تھا۔ حضرت نے وہ شعر دہرائے۔ عورت نے آہ بھری اور درد سے بولی میں ہی وہ عورت ہوں پھر یہ مکان اور اس کے رہنے والے اس حال کو کیوں پہنچے۔

انسان جس دنیا پر غرور کرتا ہے وہ نہیں رہتی اس کے حال پر ماتم اور

Marfat.com

عبرت کرنے والے رہ جاتے ہیں۔ عورت کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے پھر تم اس ویران گھر میں اکیلی کیوں ہو۔ عورت نے کہا۔ آپ بھی کیسا ظلم کرتے ہیں کہ مجھے یہ مکان چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کو کہتے ہیں۔ کیا یہ مکان میرے دوستوں کا مسکن نہیں تھا کہ یہ ان کی محبتوں کی یادگار نہیں پھر میں اسے چھوڑ کر کیسے چلی جاؤں۔ لوگ کہیں گے خوشی کی یار تھی۔ ویرانی کی نہیں۔ یہ تو بڑی بدعہدی ہو گی۔ لوگ مجھے بے وفا کہیں گے۔ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گی جب تک میرا بدن یہاں دفن نہیں ہو جاتا اور اسی حالت میں اس نے سوز کا ایک اور شعر پڑھا۔

میرا دل مقامات محبت کی تعظیم کرتا ہے اگرچہ ان کے کمرے نعمت ومال سے محروم ہو چکے ہیں۔

یہ شعر سن کر حضرت جنیدؒ پر وجد طاری ہو گیا پھر آپ اسی حالت میں بغداد تشریف لے آئے۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے۔ اس عورت کے خلوص اور استقلال پر مجھے حیرت ہوئی دراصل عشق صادق یہی ہے۔ انسان ایک در کا پابند ہو جائے اور پھر خواہ کچھ بھی ہو وہ اسے نہ چھوڑے۔ وہ عورت اپنے عشق میں سچی تھی اور اسی ذریعے سے معلم غیب نے مجھے یہ سبق دیا کہ عشق کیا ہے اور وفاداری کیا ہے۔

صوفی کی تعریف یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں تسبیح بھی ہوتی ہے اور

Marfat.com

شمشیر بھی۔ شیخ نجم الدین کرنی اور حضرت شیخ فرید الدین عطار" معرکہ حق وباطل میں اس طرح شہید ہوئے کہ ان کی تلواریں خون سے رنگین تھیں۔ وہ حالت جمال میں اپنے نفس پر لا الہ الا اللہ کی ضرب بھی لگاتا ہے اور جلال کی حالت میں کفار کی شہ رگ پر تلوار بھی رکھتا ہے۔

اسی رسم ایمان کو تازہ کرنے کے لیے ایک دفعہ حضرت جنید" ہتھیاروں سے لیس گھر سے نکلے مگر امیر لشکر نے انہیں مفلس سمجھ کر کچھ رقم دی۔ انہوں نے وہ رقم نمازیوں میں تقسیم کر دی جو آپ سے زیادہ محتاج نظر آتے تھے۔ اسلامی لشکر ایک جگہ خیمہ زن ہوا اور لوگ نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے بھی نماز ادا کی اور سوچا وہ رقم مجھے نہیں لینی چاہیے تھی اور اگر لی تھی تو نمازیوں میں تقسیم نہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ جو چیز مجھے پسند نہیں اپنے بھائیوں کے لیے کیوں پسند کی۔ اسی غور و فکر میں نیند آ گئی آپ نے دیکھا کہ نظر کے سامنے عالیشان محل جگمگا رہے تھے آپ نے حیرانی میں کہا اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ محلات کس کے لیے ہیں۔ غیب سے آواز آئی کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جنہیں تم نے رقم دی تھی۔ میرے لیے بھی کچھ ہے بے اختیار ان کی زبان سے یہ بات نکل گئی۔ وہ سب سے اونچا دلکش محل تمہارا ہے۔ غیب سے آواز آئی۔ مجھے فضیلت کیوں دی گئی۔ جواب ملا وہ لوگ اس لیے ثواب کے حقدار ٹھہرے کہ انہوں نے مال خرچ کر دیا اور تم اس لیے انعام کے حقدار بنے کہ اپنے سے زیادہ ضرورت مند لوگوں کو تقسیم کر دیا پھر

Marfat.com

بھی تمہیں اپنے عمل پر ندامت تھی۔ اس لیے خدائے ذوالجلال نے تیرا انعام دوگنا کر دیا۔

حضرت جنیدؒ اس جہاد میں شریک رہے مگر جنگ شروع ہونے سے پہلے جب امیر لشکر کو معلوم ہو گیا کہ آپ کون ہیں تو انہوں نے آپ کو واپس بھیج دیا۔ حضرت جنیدؒ نے حیرانی میں امیر لشکر کی طرف دیکھا۔ امیر لشکر آپ کا سوال سمجھ گئے اور کہا کہ آپ حجرہ میں بیٹھ کر بھی جہاد کرتے ہیں اور انسانی برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کام ہمارے لیے چھوڑ دیجیے۔ وہ اپنی خانقاہ کو واپس لوٹ آئے اور آخری سانس تک اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتے رہے۔

جعفر بن نصیر آپ کی نفس کشی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دن میں ان کی مجلس میں حاضر تھا کہا کہ دل چاہتا ہے انجیر کھاؤں۔ میں نے کہا شیخ میں ابھی بازار جا کر انجیر لے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اٹھا اور جانے لگا تو حضرت نے کہا کہ پیسے لیتے جاؤ۔ میں نے کہا شیخ مجھے کبھی تو خدمت کا موقع دیجیے۔ انہوں نے کہا میرے پاس پیسے ہیں پھر ایک درہم دیا اور کہا انجیر وزیری لے کر آنا۔ میں بازار گیا اور انجیر لا کر دے دیئے۔ جب افطار کا وقت آیا تو حضرت جنیدؒ نے ایک انجیر اٹھا کر منہ میں ڈالی دوسرے ہی لمحہ اسے منہ سے نکال کر پھینک دیا اور کہا انہیں اٹھالو اور ضرورت مندوں کو دو۔ حضرت جعفر نے کچھ رکتے ہوئے سوال کیا۔ آپ نے اس شوق سے انجیر منگوائے۔

Marfat.com

پھر اسے کھانے سے انکار کر دیا۔ اس کا سبب کیا ہے۔ ان کی بات سن کر حضرت جنیدؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولے جب میں نے انجیر منہ میں رکھا تو ایک صدائے غیب آئی۔ جنید تمہیں شرم نہیں آتی تو نے جس خواہش نفس کو میرے لیے چھوڑا تھا۔ اس کے دام میں پھر گرفتار ہوا جاتا ہے۔ یہ الفاظ سن کر مجھ میں طاقت نہیں رہی کہ انجیر نگل سکوں۔ اس لیے میں نے فوراً اسے اگل دیا اور اللہ سے معافی کا خواہشگار ہوا۔ وہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

چالیس سال کے زہد کے بعد ایک دن خیال آیا کہ اب میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اسی وقت دل سے آواز آئی ابھی تیرا زنار نہیں ٹوٹا۔

مسجد شونیزیہ میں ایک جنازہ کے لیے گئے۔ ایک فقیر آیا اس نے مانگنا شروع کیا دل میں خیال آیا یہ کسی ایک کے آگے ہاتھ پھیلاتا تو ٹھیک تھا۔ اتنے میں جنازہ پڑھا اور گھر آ گئے رات کو اسی فقیر کی لاش چند آدمی لائے اور کہا اس کا گوشت کھاؤ۔ میرے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اس فقیر کے متعلق میں نے جو سوچا تھا وہ صرف خود کلامی تھی میرے دل کی بات زبان پر نہیں آئی تھی۔ یہ کہتے ہی لاش غائب ہو گئی گویا یہ بات بھی غیبت میں شمار ہو گئی۔ جنیدؒ نے توبہ کی اور کہا اے اللہ۔ میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا ہے اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

Marfat.com

ایک بار آپ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد سو گئے۔ آپ نے خواب میں ایک ننگے شخص کو دیکھا اور پوچھا تو کون ہے۔ وہ بڑی بے شرمی سے مسکرایا۔ جنیدؒ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں وہی ہوں جو روز ازل ہی راندۂ درگاہ پایا تھا۔ حضرت جنیدؒ نے کہا تجھے لوگوں سے شرم نہیں آتی کہ ننگا ہو کر پھر رہا ہے۔ شیطان نے کہا۔ میں ان سے شرم کیوں کروں۔ یہ لوگ انسان کب ہیں۔ آپ نے کہا تیرے خیال میں اللہ کی زمین انسانوں سے خالی ہو گئی ہے۔ اس نے کہا۔ مجھے یہی تو غم ہے کہ میں اپنی کوششوں میں مکمل کامیاب نہیں ہوا۔ ابھی اس زمین میں کچھ انسان باقی ہیں جو مسجد شونیزیہ میں بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں نے میرے جسم کو زخموں سے بھر دیا ہے اور دل کو جلا کر خاک کر دیا ہے یہ کہہ کر ابلیس غائب ہو گیا۔ آپ کی آنکھ کھلی تو فوراً وضو کیا۔ آدھی رات تھی شونیزیہ مسجد میں گئے چند لوگوں کو دیکھا جو وجد میں سر گھٹنوں میں رکھے بیٹھے ہیں۔ جب ان کے قریب گئے تو درویشوں نے کہا جنیدؒ اس خبیث نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا مگر اس کی باتوں میں نہ آنا یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ اس بات پر حیران ہوئے اور انہیں پتہ چلا اللہ کی زمین پر کیسے کیسے برگزیدہ بندے موجود ہیں۔ جنہیں کوئی جانتا تک نہیں۔ چند سال بعد جنیدؒ نے اسی قسم کا خواب دیکھا کہ شیطان بازار میں ننگا پھر رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا ہے جسے وہ خوشی خوشی کھا رہا ہے۔ جنید بغدادیؒ نے ابلیس کو اس حالت میں دیکھ کر کہا۔ تجھے انسانوں کے مجمع میں ننگے پھرتے شرم

Marfat.com

نہیں آتی۔ ابلیس نے کہا۔ ابوالقاسم اب بھی زمین پر کوئی ایسا شخص رہ گیا ہے جس سے مجھے شرم آئے۔ مجھے جن لوگوں کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی تھی وہ سب زمین میں دفن ہیں اور مٹی انہیں کھا گئی۔ یہ سب خواب حضرت جنیدؒ کی رہنمائی کے لیے تھے۔

ایک دن آپ نے دیکھا کہ آپ وعظ کر رہے ہیں یکایک ایک فرشتہ آپ کے پاس آ کر ٹھہر گیا اور پوچھا۔ اللہ کی قربت حاصل کرنے والا افضل کام کونسا ہے۔ وہ کام جو میزان میں بھی مخفی ہے اور کہنے میں بھی۔ فرشتہ جواب سن کر یہ کہتا ہوا چلا گیا یہ وہ کام ہے جو توفیق الٰہی کے بغیر زبان سے ادا نہیں ہوتا۔ اسی طرح خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا ایک نے بڑھ کر پوچھا صدق کیا ہے آپ نے جواب دیا عہد کو پورا کرنا ہی صدق ہے۔ دونوں فرشتوں نے کہا سچ ہے اور آسمان پر پرواز کر گئے۔

ایک بار میں نے خواب میں نورانی دربار دیکھا ہر طرف نور ہی نور تھا مجھے محسوس ہوا میں بارگاہ صمدیت میں ہوں۔ یکایک نورانی پردے سے ایک پرجلال آواز آئی جسے سن کر میں لرز گیا۔ ابوالقاسم! جو باتیں تم کہتے ہو تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں۔ میں نے عرض کیا۔ میں تو وہی بیان کرتا ہوں جو سچ ہوتا ہے۔ غیب سے آواز آئی۔ ابوالقاسم سچ کہتے ہو۔ الہامی خوابوں کا یہ سلسلہ کئی دن جاری رہا پھر اس روحانی تربیت نے حضرت جنیدؒ کو اپنے زمانے کے صوفیا کا سردار بنا دیا۔

Marfat.com

ایک رات حضرت جنیدؒ تہجد پڑھنے اٹھے جب آپ نے نیت باندھنے کا ارادہ کیا تو بے چینی طاری ہو گئی۔ آپ ٹہلنے لگے پھر بستر پر لیٹ گئے مگر بے چینی ڈر میں بدل گئی۔ آخر آپ دروازہ کھول کر باہر چلے گئے۔ تھوڑی دور راستے پر اسے ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے لیٹا دکھائی دیا آپ دبے پاؤں سے آگے نکلنا چاہتے تھے مگر قریب جاتے ہی وہ اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا ابوالقاسم آپ نے بہت دیر کر دی۔ میں نے کہا آپ سے میرا کوئی وعدہ تو تھا ہی نہیں اس نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ آپ کے دل کو حرکت دے کر میری طرف مائل کر دے۔ بے شک حق تعالیٰ نے میرے دل کو تو مائل کر دیا۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں یہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔ جنیدؒ اس کا سوال غور سے سنتے رہے اور کہا جب انسان اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے تو اس حالت میں نفس کا مرض ہی دوا بن جاتا ہے۔ سوال تھا مرض نفس کب نفس دوا بن جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کا جواب سنتے ہی اس نے اپنے دل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میں نے تمہیں سات بار یہی کہا تھا مگر تو نے میری بات نہیں مانی اور یہی کہا کہ جب تک جنید نہیں کہیں گے نہیں مانوں گا۔ اب تو نے سن لیا کہ جنیدؒ کیا کہتے ہیں یہ کہہ کر وہ شخص تیز رفتاری سے چلا گیا۔ آپ کچھ دیر حیرانی میں کھڑے سوچتے رہے کہ وہ شخص کون تھا اور کہاں سے آیا تھا۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے کبھی اپنی کرامت کا اظہار نہیں کیا مگر دوسرے

Marfat.com

بزرگ ان کے متعلق روحانی غلبے کے قائل تھے۔ حضرت خیرنساج حضرت سری سقطی کے مرید اور آپ کے پیر بھائی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں گھر میں آرام کر رہا تھا۔ اچانک خیال آیا حضرت جنید" ان کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ تین بار ایسا ہی ہوا مگر میں سر جھٹک کر بیٹھ جاتا آخر دروازے پر پہنچا تو حضرت جنید" کھڑے تھے۔ پوچھنے لگے تم پہلے ہی خیال پر کیوں باہر نہ آئے۔ وہ ان کے اس کشف پر حیران ہو گئے اور اکثر اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔

مولانا جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں لکھا ہے کہ مشہور بزرگ کہمش بن حسین ہمدان میں رہتے تھے۔ ابو محمد ان کا لقب تھا ایک دفعہ رات کو دروازے پر دستک ہوئی۔ مجھے خیال آیا حضرت جنید" آئے ہوں گے حالانکہ وہ ہمدان سے بہت دور اس وقت بغداد میں تھے۔ وہ گھر سے باہر آئے تو انہیں باہر کھڑے پایا۔ ابو محمد تم ہی سے ملنے آیا ہوں پھر شوق سے باتیں کرتے رہے اور تشریف لے گئے دوسرے دن میں نے بڑا تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے قافلے والوں کو بھی پتہ نہیں تھا۔

مشہور بزرگ ابو عبداللہ عتیق کہتے ہیں کہ میں حج کے لیے تیار ہوا تو سوچا حضرت جنید" کو مل کر جاؤں گا جب بغداد پہنچا تو غرور آ گیا چالیس دن بغداد میں رہنے کے باوجود ان کی خدمت میں نہ گیا۔ اس دوران میرا دستور یہ تھا کہ وظائف سے فارغ ہو کر باہر سے کسی صاف چشمے سے پینے کے لیے

Marfat.com

پانی لے آتا۔ ایک دن میں جنگل میں چلا جا رہا تھا کہ ہرن کو کنوئیں میں منہ ڈال کر پانی پیتے دیکھا۔ جب میں قریب گیا تو ہرن بھاگ گیا۔ میں نے کنوئیں میں دیکھا تو پانی بہت دور تھا۔ میں نے ڈول ڈالا تو رسی چھوٹی تھی پانی تک نہ پہنچی۔

مجھے حیرانی ہوئی کہ وہ ہرن کس طرح پانی پی رہا تھا۔ سوچ سوچ کر آخر میں آگے چل پڑا۔ میرا سفر جاری تھا کہ ایک غیب سے آواز آئی وہ تیری آنکھوں کا دھوکا نہیں تھا ہماری رحمت نے اتنا جوش مارا کہ پانی کناروں تک آ گیا۔ یہ آواز سن کر میں نے کہا خداوندا۔ میرا رتبہ اس ہرن سے بھی کم ہے۔ اس پر غیب سے آواز آئی ہم نے تمہیں آزمایا مگر تو آزمائش پر پورا نہیں اترا۔ میں شرمندگی میں آگے جانا چاہتا تھا کہ پھر آواز آئی۔ وہ وقت گذر گیا۔ دوبارہ کنوئیں پر جاؤ تمہیں پانی مل جائے گا میں جلدی جلدی واپس آیا تو کنواں چھلک رہا تھا میں اپنا ڈول بھر کر واپس آ گیا پھر جب کھانے کے بعد میں نے پانی پینا چاہا تو وہی آواز آئی تو نے اس راز کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ تجھے اپنی درویشی پر بڑا ناز ہے یہ آواز سن کر میں کانپ اٹھا۔ خدایا رحم کر میں بہت عاجز و کمزور ہوں۔ میری عاجزی پر پھر آواز آئی۔ ہرن بغیر ڈول کے آیا تھا اور تو سازوسامان کے ساتھ پہنچا تھا اس لیے ہم نے دونوں سے مختلف سلوک کیا۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ میں جتنے دن بغداد میں رہا وہ پانی ختم نہیں ہوا۔ جتنا پانی برتن سے نکالتا اتنا ہی پھر موجود ہو جاتا۔ کچھ دنوں کے بعد

Marfat.com

میں حج پہ چلا گیا جب دوبارہ حج سے واپسی پر بغداد آیا تو پھر بھی حضرت جنیدؒ کے ہاں نہ جا سکا۔ ایک دن نماز پڑھنے کے لیے جامع مسجد گیا۔ وہاں حضرت جنیدؒ سے ملاقات ہو گئی اور کہنے لگے اگر تم صبر کرتے تو تمہارے پاؤں کے نیچے چشمہ جاری ہوتا۔ ایک گھڑی تو صبر کیا ہوتا۔ میں ان کی قوت کشف پر حیران رہ گیا۔ ایک دن آپ جامع مسجد بغداد میں حاضر تھے۔ ایک اجنبی شخص آیا۔ اس نے نماز پڑھی اور ایک گوشے میں چلا گیا اتفاقاً میں نے ادھر دیکھا تو وہ مجھے بلا رہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور وہ شخص کہنے لگا۔ میری موت کا وقت آ گیا ہے مگر آپ خاموش رہے کہ کسی کو اپنی موت کا تو وقت معلوم نہیں پھر یہ ویسے بھی بھلا چنگا ہے۔ وہ شخص بولا جب میرا کفن دفن ہو جائے تو میرا یہ مشکیزہ' چادر اور خرقہ ایک شخص کے حوالے کر دینا۔ وہ شخص کون ہو گا اور میں اسے کیسے پہچانوں گا۔ اس کی تمہیں فکر نہیں کرنا چاہیے وہ آپ ہی تمہیں پہچان لے گا۔ وہ ایک نوجوان گانے والا ہے یہ امانت اسے دے دینا۔ میں مغنی کو خرقہ دینے پر حیران ہوا۔ اس نے کہا اللہ نے ہی اسے یہ درجہ دیا ہے تمہیں اس پہلو میں سوچنے کی ضرورت نہیں اللہ ہم سے بہتر سوچتا ہے۔

پھر اس شخص نے بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا اور ہوا کے جھونکے کی طرح دنیا سے رخصت ہو گیا میں نے لوگوں سے مل کر اس کا کفن دفن کیا اور مسجد میں اس شخص کی انتظار کے لیے آ گیا جسے میں نے اس کی امانت دینی

Marfat.com

تھی۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ وہ نوجوان آگیا اور سلام کر کے کہا ابوالقاسم! میری امانت مجھے دو۔ تم نے مجھے کیسے پہچانا۔ یہ بھی کوئی مشکل بات ہے میں لاکھوں سے آپ کو پہچان سکتا ہوں۔ آپ کا چہرہ آپ کی پہچان ہے۔

پھر پوچھا تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ تمہاری امانت میرے پاس ہے اس نے کہا میں چند درویشوں کی صحبت میں بیٹھا تھا کہ غیب سے آواز آئی۔ شیخ جنیدؒ کے پاس جاؤ اور اپنی امانت لے لو۔ اس شخص کی جگہ تم ابدال مقرر کیے گئے۔ جنیدؒ نے وہ سب چیزیں اس نوجوان کو دے دیں۔ نوجوان نے اسی وقت غسل کیا خرقہ پہنا حضرت جنیدؒ کو سلام کیا اور ملک شام کی طرف چلا گیا۔ نوجوان کے جانے کے بعد حضرت جنید بغدادیؒ نے بڑے پر سوز طریقے سے کہا۔ اے ذات بے نیاز۔ تو ہی مالک کل ہے اور سارے خزانے تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہیں تو مختار ہے جس کو جس طرح چاہے سرفراز کر دے اور جسے جس طرح چاہے ذلیل و رسوا کر دے۔ میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد مانگتا ہوں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کارساز

گویا اقبال کے شعر میں قرآن کے مفہوم کی تشریح ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے ہم بندۂ مومن کے کان، آنکھ اور زبان بن جاتے ہیں۔ بندگی کا اعلیٰ مقام

Marfat.com

یہ ہے کہ بندہ ہاتھ اٹھائے اور قبولیت دوڑ کر آ جائے۔ ایسے ہی بندے کو مستجاب الدعوات کہتے ہیں یہی کرامت ہے اور اسی کا نام تصرف روحانی ہے۔ یہی کشف ہے یہی روشن ضمیری ہے۔ اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر مکمل ایمان' سرکار دوعالمؐ کے اسوۂ حسنہ کی مکمل پیروی' خدمت خلق اور ریاضت ومجاہدات۔ یہ وہ بنیادی اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے بندہ محبوبیت کے درجے تک پہنچتا ہے اور پھر عالم اسباب میں اسے خدا کے حکم سے تصرف روحانی عطا ہو جاتا ہے۔ ایک بار حضرت جنید بغدادیؒ کی آنکھوں میں تکلیف پیدا ہو گئی تو شاگردوں نے عرض کیا بغداد میں ایک عیسائی آنکھوں کا ماہر ڈاکٹر ہے۔ حکم ہو تو انہیں بلائیں کہا تمہاری مرضی۔ دوسرے دن ڈاکٹر حاضر ہو گیا۔ معائنہ کیا اور کہا آپ کی آنکھوں کا ایک ہی علاج ہے کہ انہیں پانی سے بچایا جائے۔ کہا میں پانچ وقت وضو کرتا ہوں ایسے میں پانی سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ اگر آنکھوں کا علاج چاہیے تو ہر حال میں پانی سے بچاؤ۔ آپ نے کہا اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو پھر کیا ہو گا۔ عیسائی نے کہا آپ اندھے ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر مایوس ہو کر چلا گیا اور مریدوں کو کہہ گیا کہ انہیں وضو کرنے سے بچا لیں۔ مریدوں نے کہا حضور شریعت میں تیمم بھی جائز ہے۔ آپ نے کہا میں جانتا ہوں مگر وضو کر کے عشا کی نماز پڑھی' تہجد میں بھی ایسا ہی کیا گیا۔ صبح کی روشنی میں مریدوں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سرخی بالکل ختم ہو چکی تھی۔ دوسرے دن عیسائی پھر آیا اور پوچھا کیا حال

Marfat.com

ہے آپ نے کہا خدا نے مجھے تندرستی دے دی ہے۔ وہ خوش ہوا اور کہنے لگا آپ نے میری ہدایت پر عمل کیا ہو گا۔ بالکل نہیں۔ مسکراتے ہوئے آپ نے کہا۔ میں نے تمہاری ہدایت کی خلاف ورزی کی مگر یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے شفا دے دی اور پانی کو ہی میرے لیے اکسیر بنا دیا۔ اس نے پھر آنکھوں کا معائنہ کیا مرض بالکل ٹھیک ہو چکا تھا پھر وہ پکارا۔ یہ مخلوق کیا نہیں۔ خالق کا علاج ہے اور عیسائی نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ جس نے اپنے نفس پر اچھی نیت کا دروازہ کھولا اس پر اللہ توفیق کے ستر دروازے کھول دیتا ہے اور جس نے اپنے نفس پر بری نیت کا دروازہ کھولا۔ اللہ اس پر ذلت کے ستر دروازے اس طرف سے کھول دیتا ہے۔ جدھر کی اسے خبر بھی نہیں۔

ایک رات ایک چور آیا وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کسی درویش کا گھر ہے بہت ڈھونڈھا کچھ نہ پایا آخر آپ کا پیرہن ملا وہی لے گیا۔ دوسرے دن آپ بازار سے گذرے تو دیکھا کہ وہی پیرہن بک رہا ہے۔ آپ ٹھہر گئے۔ ایک خریدار آیا اس نے وہ پیرہن پسند کر لیا اور کہا کہ میں یہ لینے کو تیار ہوں مگر گواہی چاہیے۔ چور پاس کھڑا تھا دلال پیرہن بیچ رہا تھا۔ دلال نے کہا کیسی گواہی۔ اس بات کی گواہی کہ یہ مال تمہارا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ مال اس کا ہے۔ خریدار نے کہا میں دلال کی گواہی نہیں مانتا اور جانے لگا۔ پاس کھڑے حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا سنو عزیز۔ یہ مال اس شخص کا ہے

Marfat.com

اور چور کی پردہ پوشی کر دی۔ وہ پیرہن لے کر چلا گیا۔ جنید بھی فوراً چلے گئے اور چور کو پتہ نہ چلا کہ گواہی دینے والا کون تھا۔

آپ کہا کرتے تھے کہ میں نے دس سال دل کے دروازے پر بیٹھ کر اس کی حفاظت کی پھر دس سال میرا دل میری نگرانی کرتا رہا۔ اب تیس برس ہو گئے نہ مجھے دل کا پتہ ہے نہ دل کو میرا پتہ ہے اور تیس سال سے صرف اللہ ہی دکھائی دیتا ہے۔ اس کے سوا کچھ باقی نہیں مگر لوگ نہیں جانتے۔ جب بندے کے عشق کی یہ حالت ہو تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ۔

ایک دن آپ مسجد شونیزیہ میں گئے۔ درویش بیٹھے تھے اور قرآن کی آیتوں پر بحث تھی۔ اسی دوران مومن کی طاقت کا ذکر چلا۔ ہر ایک نے اپنے خیالات کا اظہار کیا آخر ایک درویش بولا۔ مرد مومن کی طاقت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر وہ مسجد کے اس ستون کو کہہ دے۔ آدھا سونے کا اور آدھا چاندی کا ہو جا۔ تو ہو جائے۔ میں نے درویش کا دعویٰ سن کر مسجد کے ستون کی طرف دیکھا ٹھیک وہ آدھا سونے کا تھا آدھا چاندی کا۔ یہ ان کی نظر کیمیا کا اثر تھا کہ پتھر کی صورت بدل گئی درویش نے تو کسی شخص کے متعلق دعویٰ کیا تھا مگر اللہ نے ظاہر کر دیا کہ خود تمہاری نظر ستون کی اصلیت کو بدل سکتی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے کہا کہ آپ کے ساتھی جب کسی دعوت میں شریک

Marfat.com

ہوتے ہیں تو بہت کھاتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا۔ اس لیے کہ وہ بہت بھوکے رہتے ہیں۔ یہ فطری عمل ہے کہ جب کوئی شخص چار دن بھوکا رہے گا تو زیادہ ہی کھائے گا۔ یہ بھی اللہ کی نعمتوں کا شکر ہے۔

پھر اس نے سوال کیا کہ ان پر شہوانی قوتوں کا حملہ کیوں نہیں ہوتا۔ آپ نے کہا وہ صرف حلال کا لقمہ کھاتے ہیں اس لیے ان میں حیوانیت نہیں آتی۔

آخر اس نے سمجھ لیا کہ حضرت جنیدؒ کی صحبت میں بیٹھنے والے درویش عام دنیادار لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ قرآن کریم سن کر آپ کے ساتھیوں پر وجد کی حالت طاری نہیں ہوتی۔ آپ نے کہا قرآن میں حال لانے والی چیز ہی کونسی ہے وہ حق ہے ذات برحق کی طرف سے نازل ہوا۔ جس میں مخلوق کی کوئی صفت شایان نہیں۔ اس نے کہا شعروں پر تو آپ کے ساتھی بہت حال میں آتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ خود ان کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیز ہے اور محبت کرنے والوں کا کلام ہے۔ آخر میں اس نے درویشوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ آپ کے ساتھی تو اللہ کے بہت قریب ہیں انہیں وہ چیزیں کیوں حاصل نہیں جو دوسرے لوگوں کو حاصل ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ پسند نہیں کرتا کہ جو چیزیں عام لوگوں کے پاس ہوں وہی اللہ کے خاص بندے بھی رکھتے ہوں۔ وہ ان جوابات سے حیران ہو گیا

Marfat.com

اور آپ نے فرمایا سامان دنیا سے محرومی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ نہیں چاہتا کہ اس کے خاص بندے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی طرف توجہ دینے لگیں۔ ایک دن نماز جمعہ کے بعد ایک شخص جس کے زہد و تقویٰ کا بغداد میں چرچا تھا حاضر ہوا اور کہا آپ کی بڑی مہربانی ہو گی اگر آپ ایک آدمی کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ وہ کھانا کھا کر اپنی عارفانہ صحبت سے مجھے فیض یاب کرے۔ آپ نے ادھر ادھر دیکھا۔ اور ایک شخص کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔ وہ کچھ دیر کے بعد واپس آ کر کونے میں بیٹھ گیا۔ وہی شخص پھر آیا اور کہنے لگا اس درویش نے تو مجھے موقع نہیں دیا ایک لقمہ اٹھا کر واپس چلا آیا۔ آپ نے کہا آپ نے کوئی بے ادبی کی ہو گی وہ کہنے لگا بالکل نہیں۔ آپ نے اسی درویش کو بلایا اور پوچھا کہ آپ ایک لقمہ لگا کر واپس کیوں آ گئے۔ کہنے لگا کہ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے بہت اچھا دستر خوان میرے سامنے بچھایا اور محبت سے خود لقمہ بنا کر مجھے دیا اور کہنے لگے کہ یہ لقمہ مجھے دس ہزار درہم سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ میں نے سمجھا کہ یہ کوئی دنیادار ہے میں چلا آیا۔ شیخ میں آپ کی خدمت میں اپنی حالت بیان کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا آپ نے خود ہی مجھے چن لیا میں کوفہ کا مفلوک الحال انسان ہوں مگر اس شخص کی اس بات پر کھانا چھوڑ کر چلا آیا۔ آپ نے کہا میں نے کہا تھا کہ کوئی ایسی بات ہو گی اس شخص نے معذرت کی شیخ نے دوبارہ اس شخص کو منا کر بھیج دیا۔ اس بات کے بعد اہل بغداد کو اندازہ ہو گیا کہ شیخ کے مرید بھی غیور ہیں۔ اگر کوئی

Marfat.com

شخص ان کی عزت نفس پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا تو بغداد کے سرمایہ داروں کو سمجھا دیتے کہ درویش ناقابل فروخت ہیں۔

حضرت عمرزجاجیؒ ایک بزرگ تھے جو آپ کی خدمت میں رہتے انہیں حج کا شوق تھا مگر وسائل نہیں تھے ایک بار انہوں نے ارادہ کرلیا کہ میں ضرور جاؤں گا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ارادہ ظاہر کیا۔ شیخ نے دعا دی اور ایک درہم جیب سے نکال کر دیا۔ رکھ لو کہیں کام آجائے گا وہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ درہم رکھ لیا اور حج کو روانہ ہوا جہاں جاتا لوگ بڑی محبت اور مہمان نوازی کرتے یہاں تک کہ میں حج کر کے واپس آگیا اور وہ درہم میرے پاس موجود تھا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے مبارکباد دی اور کہا عمرزجاجی۔ لاؤ میرا درہم واپس کردو۔ میں یہ سن کر حیران ہوا کہ آپ کے کشف میں یہ طاقت موجود ہے اور وہ درہم واپس کر دیا۔

ایک دن آپ وعظ کر رہے تھے کہنے لگے تنہائی زہر ہے انسان کو چاہیے کہ وہ محفل میں رہے۔ ایک مرید نے اس بات کو دل سے قبول نہ کیا اور سوچا خود تو تنہا رہتے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں کہ تنہا نہ رہو چنانچہ وہ گھر کے گوشے میں بیٹھ گیا۔ چند دنوں میں اس کی حالت عجیب سے عجیب ہوتی گئی اور مشہور ہوا کہ وہ ساری ساری رات جنت میں جا کر گذارتا ہے اور فرشتے اسے لے جاتے ہیں صبح چھوڑ جاتے ہیں۔ لذیذ کھانے کھاتا ہے اور پیری مریدی شروع کرلی ہے۔ آپ نے ایک مرید سے کہا کہ اسے میرے پاس

Marfat.com

لاؤ۔ مرید گیا مگر اس نے انکار کر دیا کہ مجھے کیا ضرورت ہے جس نے آنا ہے وہ خود آئے۔ میں خود پیر ہوں۔ آپ نے یہ سنا تو خود چلے گئے۔ اس نے جانے پر ان کی کوئی عزت نہ کی اور وہی باتیں کرتا رہا۔ آخر آپ نے کہا آج آپ جب اس جگہ جائیں تو لاحول پڑھ دینا مگر وہ بولا مجھے کیا ضرورت ہے۔ آپ نے کہا میرے لیے ایسا کر لینا۔ خیر آپ آ گئے وہ رات جب اسی طرح گیا تو وہ خود تو یہ بات نہ کرنا چاہتا تھا۔ اتفاقاً زبان سے لاحول ولاقوۃ نکل گیا۔ سب فرشتے چیختے ہوئے بھاگ گئے وہ اپنی جنت میں اکیلا رہ گیا۔ اس کے سامنے بہشتی کھانوں کی بجائے مردہ انسانوں کی ہڈیاں تھیں پھر جب شیطان کا جادو جاتا رہا تو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں سے لپٹ کر عرض کی اگر آپ میری رہنمائی نہ کرتے تو شیطان مجھے اس وادی ظلمات میں لے جا کر ہلاک کر ڈالتا۔ بے شک مرید کے لیے تنہائی زہر ہے۔

ایک بار آپ وعظ فرما رہے تھے ایک مرید نے جوش میں آ کر نعرہ لگا دیا۔ آپ نے وعظ بند کر دی اور مرید سے کہنے لگے جو اس طرح نعرہ زنی کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے مرید کو مجلس سے نکال دیا اور کئی دن معافی مانگنے پر بھی بڑی مشکل سے اسے معافی دی۔ آپ ذکر سانس لینے سے ہی کرتے بلند آواز میں پکارنے کے آپ خلاف تھے اللہ خود قرآن میں کہتا ہے کہ تمہارا ذکر اس طرح ہو جیسے سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔ ان کا قول ہے کہ جو شخص قرآن کا پیرو اور حضورؐ کا مقلد نہیں اس کی تقلید نہ کرنا گمراہ

Marfat.com

ہو جاؤ گے اور آپ فرمایا کرتے حضور ؐ کا راستہ چھوڑ کر جو دوسرے راستے پر چلے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ بندے اور خدا کے درمیان چار دریا ہیں جب تک ان چاروں کو عبور نہیں کیا جائے گا۔ قربت خداوندی حاصل نہیں ہو گی۔

(۱) دریا دنیا ہے جو زہد کے بغیر عبور نہیں ہو سکتا۔

(۲) دوسرا دریا آدمیوں کا ہے اسے پار کرنے کے لیے آدمیوں سے دور رہنا چاہیے۔

(۳) دریا شیطان ہے۔ شیطان کی مخالفت کرنا ہی اس دریا کی کشتی ہے۔ اپنے نفس کی مخالفت شیطان کی مخالفت ہے۔

(۴) وسوسوں کا دریا۔ لاحول پڑھنے سے ہی اسے عبور کیا جا سکتا ہے ورنہ یہ اپنے چکر میں ڈالتا ہے۔ ایک روز آپ وعظ کر رہے تھے ایک شاگرد نے گستاخانہ سوال شروع کر دیئے۔ مرید برہم ہوئے۔ آپ اطمینان سے بیٹھے رہے۔ وہ اتنا شرمندہ ہوا کہ اٹھ کر چلا گیا اور شونیزیہ مسجد میں گوشہ نشین ہو گیا۔ جہاں بغداد کے درویش جمع ہوئے۔ ایک دن آپ بھی وہاں گئے وہ گستاخ سامنے آگیا دیکھتے ہی وہ کانپ گیا اور فرش پر گر پڑا اور اس کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ خون کے ہر قطرے سے لا الہ الا اللہ کی تصویر بن جاتی تھی۔ آپ نے جلال میں کہا کہ اس درجے تک تو ذکر کرنے والے بچے بھی پہنچ جاتے ہیں۔ مرد تو وہ ہے جو اپنے مقصود تک پہنچے آپ کی اس

Marfat.com

گفتگو سے وہ تڑپنے لگا اور جان دے دی۔ مرنے کے بعد کسی بزرگ نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے۔ میں نے کئی سال اس راہ میں دوڑ دھوپ کی مگر یہاں آکر یہ راز کھلا کہ دین کی منزل بہت دور ہے۔ میرے سارے خیال باطل تھے جو مجھے فریب دیتے رہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ معرفت کیا ہے اور مرد مومن کی منزل کہاں ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے اخلاق سے مسلم و کافر' دوست' دشمن ہر ایک خوش تھا کہ آپ نے ہر کانٹے بچھانے والے کو بھی پھول عطا کیے۔ آپ کہتے کسی کو مرید کرنا آسان ہے مگر اس کی نگرانی مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر کو ایک مرید نہیں بناتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مالدار شخص بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے کہا یہ مشکل کام ہے۔ اس نے کہا اس کے سوا مجھے دوسرا راستہ نظر نہیں آتا۔ آپ نے کہا تیرے دعویٰ کی دلیل کیا ہے وہ خاموش ہو گیا اور گوشے میں جا پڑا۔ چند دن بعد آپ نے فرمایا یہ درویشی اہل زر کے لیے مشکل ہے۔ وہ گیا اپنا سارا زرومال لا کر ڈھیر کر دیا۔ آپ نے کہا میں دولت کی نفی کرتا ہوں اور تو مجھے اس میں پھنساتا ہے پھر میں کیا کروں وہ رونے لگا۔ سونے چاندی کے سکوں کو ضرورت مندوں میں تقسیم کر دے اس شخص نے ساری دولت غریبوں میں بانٹ دی۔ اب تیری ملکیت میں کیا ہے بولا۔ ایک مکان ہے۔ اسے بھی بیچ دے اور رقم میرے پاس لے آ۔ اس نے

Marfat.com

ایسا ہی کیا۔ رقم لایا تو کہا اسے دجلہ میں پھینک آ۔ اس نے وہ دولت دجلہ میں ڈال دی اور کہا اب تمہارے پاس کچھ نہیں تو واپس جاؤ مگر وہ گھبرایا نہیں اور کہنے لگا ابھی تو میری جان باقی ہے جسے لٹا دوں گا تو پھر کہیں اور جانے کا سوچوں گا۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ کئی دفعہ اسے نکالا بھی مگر وہ دروازے پر ستون کی طرح کھڑا رہتا۔ آخر آزمائش کے بعد اسے اپنے حلقہ میں شامل کر لیا—— اور کہا ایسی ہی طلب رکھنے والے منزل عشق کے مسافر ہوتے ہیں۔ شیطان سے اپنی حفاظت کرنا۔

آپ کا ایک مرید کئی برسوں سے خدمت میں تھا ایک دن آپ جنگل میں جا رہے تھے اتفاقاً اس روز بہت گرمی پڑ رہی تھی۔ دھوپ میں سفر جاری رکھنے سے اس کی زبان پر آگیا کہ آج کی گرمی تو ناقابل برداشت ہے۔ یہ سنتے ہی آپ ٹھہر گئے اور کہنے لگے اتنے دنوں کی صحبت میں تو شکایت کرنا ہی سیکھا ہے۔ مرید بات سمجھ نہ سکا دوبارہ موسم کی سختیوں کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے جلال میں آ کر کہا اپنی دنیا میں واپس لوٹ جا تو ہماری صحبت کے قابل نہیں۔ اس مرید کو خانقاہ سے نکال دیا دوسروں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو آپ نے کہا موسم کیا ہے دوسرے الفاظ میں حکم خداوندی ہے چاند ستارے خود نہیں نکلتے۔ سورج میں یہ طاقت نہیں کہ خود آگ برسائے۔ جب کوئی شخص گرمی یا سردی کی شکایت کرتا ہے تو گویا وہ اپنے خالق کے فیصلوں پر راضی

Marfat.com

نہیں اس لیے ہم بھی ایسے شخص کو عزیز نہیں رکھتے اور وہ ہماری صحبت کے قابل نہیں۔

مریدوں کے ساتھ محبت بھی بڑی رکھتے تھے آپ کا ایک مرید بصرہ میں گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہا تھا ایک دن اس کے دل میں کسی گناہ کا خیال آیا پوری رات گذر گئی مگر اس کش مکش میں رہا وہ فاسد خیال پر قابو نہ پا سکتا تھا۔ صبح اٹھا اور آئینہ دیکھا تو چیخ نکل گئی۔

اس کا چہرہ مسخ ہو چکا تھا۔ گڑگڑایا کہ خدایا میں اپنی بگڑی صورت لے کر لوگوں کے سامنے کیسے جاؤں گا۔ لوگ مجھے کیا کہیں گے چنانچہ اندر قید ہو کر بیٹھ گیا۔ عقیدت مند آئے تو بہانہ کر کے دروازہ نہ کھولا ایک کے بعد دوسرا دن بھی گذر گیا۔ تیسرے دن رات بھر آہ وزاری کرنے کے بعد اللہ نے فضل کیا اور اصل صورت میں آ گیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا اے اللہ تو نے مجھے لوگوں میں رسوا ہونے سے بچا لیا۔ چوتھے روز وہ اپنے عقیدت مندوں کا انتظار کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو ایک اجنبی تھا میں بغداد سے شیخ کا خط لے کر آیا ہوں۔ پیر و مرشد کا نام سن کر بہت بے چینی میں آ گئے۔ خط لے کر باربار چومتے پھر بے چینی کم ہوئی تو اجنبی کو بیٹھنے کے لیے کہا مگر وہ ضروری کام سے تھا اس لیے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خط کھولا۔ آخری لفظ پر پہنچا تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور روتے روتے ہچکیاں

Marfat.com

بندھ گئیں انہوں نے لکھا تھا میرے عزیز۔ تم نے مجھے کس کام میں لگا دیا۔ تین دن سے دھوبی کا کام کر رہا ہوں۔ مسلسل تمہارے چہرے کی سیاہی دھو رہا ہوں اہل اللہ کا محاسبہ بھی سخت ہوتا ہے دل میں گناہ کا خیال آنا بھی گناہ کر لینے کے برابر گنا جاتا ہے۔ پیر اور مرید کا رابطہ ہوتا ہے اور وہ پیر اب کہاں۔ اب صرف مجاور اور گورکن قسم کے لوگ پیر کہلاتے ہیں۔

ملت کی اصلاح اور مخلوق کی خدمت عالموں کا کام ہے۔

جو شخص حق تعالیٰ سے بے خبر ہے اس کی زندگی جاری سانس تک ہے مگر جس کی زندگی حق تعالیٰ پر ہے وہ طبعی زندگی سے اصلی زندگی کی طرف لوٹتا ہے۔

جو آنکھ حق تعالیٰ کی صفت کو عبرت سے نہ دیکھے اس کا اندھا ہونا بہتر ہے اور جو زبان حق تعالیٰ کا ذکر نہ کرے۔ اس کا گونگا ہونا بہتر ہے اور جو کان خدا تعالیٰ کا کلام سننے کے منتظر نہ ہوں ان کا بہرہ ہونا اچھا ہے اور جو جسم اس کی خدمت نہ کرے اس کا مردہ ہونا بہتر ہے۔ وعظ کے دوران ہی ایک ایرانی سید ناصری نامی آئے۔ وہ حج کے لیے نکلے تھے اور نیت تھی کہ پہلے جنیدؒ سے ملے گا وہ اپنی اس نیت پر آیا تھا آپ نے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو۔ کہا گیلان کا باشندہ ہوں۔ شیخ کے دیار کی حسرت رکھتا ہوں چلیے آپ کی یہ خواہش تو پوری ہو گئی مگر آپ کا تعلق کس خاندان سے ہے۔ ناصری نے کہا

Marfat.com

کہ میں حضرت علی کے فرزندوں کی اولاد سے ہوں۔ سید صاحب آپ کو پتا ہے کہ آپ کے دادا ایک وقت میں دو تلواریں چلایا کرتے تھے۔ سید ناصری نے حیرانی سے جنید" کی طرف دیکھا وہ اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے تھے۔ ان کی حیرانی دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ حضرت علی" ایک تلوار گردن کفار پر چلاتے تھے اور دوسری اپنے نفس پر۔ سید صاحب آپ کونسی تلوار چلاتے ہیں سید ناصری اس کلام کو برداشت نہ کر سکے اور فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ شیخ! میں خدا کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔ پہلے مجھے اس قابل تو بنا دیجیے کہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہو سکوں۔ وہ رو اور تڑپ رہے تھے کہ شیخ اللہ کی طرف میری رہنمائی کیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا سینہ اللہ کا حرم ہے جہاں تک ہو سکے اس میں نامحرم کو جگہ نہ دو۔ ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی ناصری نے چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کے وعظ کا یہ اثر ہوا کرتا تھا کہ لوگ تڑپا کرتے تھے۔ بعض پر اتنا وجد طاری ہوتا کہ جان سے گذر جاتے اور جو ہوش میں رہتے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے آبشار جاری ہو جاتے۔

آپ محتاجوں' مسکینوں اور ضرورت مندوں کے لیے ہر وقت دروازہ کھلا رکھتے۔ بے ذوق انسانوں سے بچتے تھے۔ ایک دن آپ اپنے ایک ساتھی کی دعوت میں گئے۔ دیکھا ایک شخص آ رہا ہے جسے وہ جانتے تھے کہ کم علم اور

Marfat.com

بے ذوق ہے۔ وہ بیٹھا بھی نہیں تھا کہ آپ نے اپنی چادر دی اور کہا اسے بیچ کر اس کی شکر لے آؤ پھر وہ جونہی چادر لے کر گھر سے نکلا بلند آواز سے اسے کہا۔ یہ چادر میں نے تمہیں دی اور اس سے فراغت حاصل کر لی اور رات کی صحبت سے غیروں کو بچالیا۔ تواضع آپ کی یہ تھی کہ آپ کا شاگرد ابو محمد جریری حج پر گئے۔ واپس آئے تو سب عزیزوں نے استقبال کیا اور گھر چلنے کے لیے کہا مگر وہ پہلے اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ شاگرد کو دیکھ کر خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ اگلے روز صبح مکان پر دستک ہوئی ابو محمد باہر نکلے تو استاد کھڑے تھے۔ حیران ہو کر کہا میں نے اس تکلیف کو بچانے کے لیے تو کل حاضری دی تھی۔ کہنے لگے کہ وہ آپ کا فعل تھا۔ اس سے آپ کا حسن اخلاق ظاہر ہوتا ہے میرا آنا اپنی جگہ ضروری تھا کہ اس حسن اخلاق کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ آپ وعظ کی عام مجلسوں میں صرف اخلاق پر عام مسائل بیان کرتے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کم علموں میں اسرار الٰہی کا ذکر ہو۔ جس سے ان کے ذہن الجھ جائیں۔ آپ کی نجی مجلس میں زیادہ سے زیادہ بیس آدمی ہوتے۔ شیخ ابو طالب مکی کے بیان کے مطابق آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ اب توحید کے حقائق و معارف جاننے کا شوق لوگوں میں بہت کم ہو گیا ہے جب آپ اپنے شاگردوں کو علم باطن کی تعلیم دیتے تو دروازہ بند کر کے قفل لگا لیتے۔

Marfat.com

جب آپ کے خاص مرید شیخ ابوبکر شبلیؒ نے اعلانیہ باطنی تعلیم دینا شروع کی تو آپ نے ناخوشگوار لہجے میں فرمایا۔ ہم اس علم کو تہ خانوں میں بیان کرتے تھے۔ شبلیؒ نے اسے برسرِ منبر بیان کیا۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ جن لوگوں کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں۔ انہیں اللہ کے رازوں سے آگاہ کیا جائے۔ شیخ ابوبکر کسائیؒ مشہور بزرگ تھے۔ وہ آپ کے دوست اور ساتھی بھی تھے۔ آپ ان کے متعلق فرماتے تھے۔ اگر شیخ ابوبکر نہ ہوتے تو میں بھی بغداد میں نہ ہوتا۔

آپ کی خط وکتابت بھی جاری رہا کرتی۔ کہتے ہیں کہ ابوکر کسائیؒ نے حضرت جنیدؒ سے ایک ہزار مسائل دریافت کیے تھے اور وہ حضرت جنیدؒ کی زندگی میں ہی انتقال کر گئے۔ جب وہ قریب المرگ تھے تو انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ شیخ جنیدؒ کی سب تحریریں پانی سے دھو ڈالو۔

ان کی موت پر شیخ بہت افسردہ تھے۔ خدمتگاروں سے تعزیت کی اور کہا کاش ابوبکر نے اپنی وفات سے پہلے میرے لکھے ہوئے مسائل کو بھلا دیا ہوتا۔ شاگردوں نے کہا کہ وہ انتقال سے پہلے آپ کی تحریروں کو انہوں نے دھو ڈالا۔ بہت خوش ہوئے اور کہا مجھے شیخ سے یہی امید تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معرفت میں کسی شخص کو شبہ میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے جو ان مسائل کو سمجھ نہ سکتا ہو۔

Marfat.com

عارف کی تعریف

عارف وہ ہے جو تیرا راز بتا دے اور خاموش ہو جائے۔ زمانہ اور وقت کے مطابق عارف کی شان ہوتی ہے۔

ابھی یہاں تھا۔ ابھی چلا گیا۔ (ذوالنون مصری)

شیخ جنیدؒ

عارف مقام کا پابند نہیں عارف کو کوئی حالت روک نہیں سکتی۔ کسی نے پوچھا خالص توحید کیا ہے۔ وہ عالم وجود میں آنے سے پہلے کی حالت پر آ جائے۔ پھر کسی نے سوال کیا۔ توحید کیا ہے۔ جواب۔ یقین۔

دوسرا سوال۔ یقین کسے کہتے ہیں۔

تیرا یہ سمجھنا کہ خلقت کے تمام حرکات و سکنات اللہ کے حکم سے ہیں جب تو یہ پالے تو سمجھ لے کہ تو موحد ہو گیا۔

آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ بیس سال سے توحید کی بساط تہ ہو چکی ہے اب تو لوگ اردگرد کی باتوں پر بحث کرتے ہیں۔ ایک لاکھ سال حق پر توجہ رکھنے والا اگر ایک گھڑی دوسری طرف توجہ کر لے تو وہ لاکھ سال برباد ہو گئے۔

Marfat.com

غیب کا علم

صرف حق تعالیٰ کو ہے۔

ایک بار آپ کے شاگرد ابوبکر شبلی نے بلند آواز میں محفل میں کہا اللہ جل جلالہ۔ آپ نے فوراً کہا اگر اللہ غائب ہے تو غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے اور اگر حاضر ہے تو حاضر کے سامنے اس کا نام لینا بے ادبی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ ہر جگہ موجود ہے تو بندے کو رازداری سے بات کرنی چاہیے۔

سماع

آپ کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا عارفانہ کلام سننا سماع تھا وہاں سازوں اور نااہل لوگوں کی موجودگی منع تھی۔ وہ ان باتوں میں جوش وجذب کو پسند نہ کرتے تھے۔

سماع کے متعلق ان کا مشہور قول ہے کہ تین موقعوں پر فقیروں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۱) سماع کے وقت جب حق کے علاوہ کوئی آواز نہ سنے۔

(۲) کھانا کھاتے وقت کیونکہ فقیر فاقہ کشی کے بعد کھانا کھاتا ہے۔

(۳) جب علم کا چشمہ جاری ہو اس وقت فقیر اولیاء اللہ کی صفات کے سوا اور

Marfat.com

کچھ بیان نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا سماع تین چیزوں کا محتاج ہے۔ زمان' مکان اور اخوان۔ یعنی زمانہ اور جگہ مناسب ہو اور اہل صحبت بھی اچھے ہوں۔

آپ سماع میں جذب و مستی کو پسند نہیں کرتے تھے آپ کی محفل میں ایک نوجوان ایک بار جوش وجذبے سے چیخنے لگا۔ آپ نے پسند نہ کیا۔ پڑھنے والے نے ایک شعر اور پڑھا وہ دوبارہ چیخا۔ جنید نے کہا تم ہماری محفل کے قابل نہیں ہو یہاں سے نکل جاؤ۔ وہ نوجوان سنبھلنے لگا۔ شیخ نے کہا ہم بے صبر لوگوں کو اپنی محفل میں برداشت نہیں کرتے۔ اس کو دوبارہ مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آئندہ وہ حکم کی تعمیل میں ضبط وصبر سے بیٹھا رہتا گو اس کا بدن پسینہ سے بھیگ جاتا۔ پھر ایک دن بے چینی حد سے بڑھ گئی۔ اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور مر گیا۔

آپ کے شاگرد ابو محمد جریری حضرت جنید کی ایک سماع کی محفل کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ایک دن حضرت ابن مسروقؒ اور دوسرے بزرگ سماع میں موجود تھے قوال گا رہے تھے۔ ابن مسروقؒ جوش میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے مگر جنیدؒ بیٹھے رہے۔ مجلس ختم ہوئی تو میں نے کہا حضرت آپ پر کچھ سماع کا اثر ہوا۔ فرمانے لگے ابو محمد تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو کیا وہ بادلوں کی طرح اڑتے پھرتے

Marfat.com

ہیں۔ اس لیے وہ شور و شر کو سماع میں ناجائز سمجھتے تھے۔ انکا قول ہے کہ جب کوئی صوفی زیادہ ظاہری باتوں پر توجہ دے تو سمجھ لو اس کا باطن خراب ہے۔

تصوف پر آپ کے قول

(۱) اللہ اور تیرے درمیان کوئی واسطہ نہ رہے۔

(۲) ایک جنگ ہے جس میں صلح نہیں یعنی نفس سے جنگ جاری رہتی ہے۔

(۳) اللہ کے ساتھ معاملات صاف ہونا چاہیے دنیا سے روگردانی کرلے۔

(۴) تصوف یہ ہے کہ اللہ تیری خودی مٹا کر مار ڈالے اور پھر اسی تصوف سے تجھے زندہ کرے۔

(۵) صوفی وہ ہے جو زمین کی مانند ہو دنیا بھر کی غلاظت اس پر ڈالی جاتی ہے مگر اس کے اندر سے سرسبز فصل پھوٹتی ہے۔

تصوف ان آٹھ خصلتوں سے عبارت ہے جو انبیا علیہ السلام سے مخصوص تھیں۔

(۱) سخاوت جو ابراہیمؑ کا وصف تھی اور انہیں کی طرح اس کا دل دنیا کی محبت و دوستی سے پاک ہو۔

(۲) رضا جو حضرت اسحقؑ سے مخصوص تھی دوسری روایت میں حضرت اسمٰعیلؑ کی مثال دی گئی۔

Marfat.com

(۳) صبر جس کا حق ایوبؑ نے ادا کیا۔

(۴) اشارہ جو حضرت زکریاؑ کے لیے مخصوص تھا۔

(۵) اندوہ و غم جو حضرت داودؑ کے لیے مخصوص کیا گیا۔

(۶) غریب الوطنی جو حضرت یحیٰؑ کو مخصوص تھی۔

(۷) سیاحت جو حضرت عیسیٰؑ کے خصائص مین تھی۔

(۸) فقیری اور درویشی جو محمدؐ کو خصوصی طور پر عطا ہوئی اور صوفی مناجات میں حضورؐ کے اخلاص پر قائم رہے۔

صوفی میں پیغمبرانہ صفات اس لیے ضروری ہیں کہ وہ انہیں صفات سے فلاح پا سکتا ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ مریدوں کو حکایتیں سنانے سے کیا فائدہ۔

جواب دیا۔ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مریدوں کو تقویت پہنچتی ہے۔ پھر سوال ہوا۔ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔

جواب دیا۔ قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے۔ ہم تم سے پیغمبروں کے قصے بیان کریں گے جس سے تمہارے دل کو مضبوطی بخشیں گے۔

مومن کو ایمان عطا کیا۔ ایمان کو عقل بخشی۔ عقل کو صبر سے آراستہ کیا لہذا

ایمان مومنین کا دین۔

Marfat.com

عقل ایمان کا دین۔

صبر عقل کا دین ہے۔

آپ اخلاص پر ایک تقریر کر رہے تھے انہوں نے اپنا ایک ذاتی واقعہ سنایا کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا۔

وہ اس وقت ایک مکہ کے رئیس کے بال بنا رہا تھا۔ میری حالت شکستہ تھی میں نے حجام سے کہا۔ میں اجرت کا تمہیں ایک پیسہ نہیں دے سکتا بس تم خدا کے لیے میرے بال بنا دو۔ میری بات سنتے ہی اس نے رئیس کو چھوڑ دیا اور مجھے بٹھا کر میری حجامت بنانی شروع کر دی۔ رئیس نے اس بات پر اعتراض کیا تو معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ جب خدا کا نام درمیان میں آ جاتا ہے تو میں سارے کام چھوڑ دیتا ہوں۔ حجام کا یہ جواب سن کر مجھے حیرانی ہوئی پھر اس نے آ کر میرے سر کو بوسہ دیا اور حجامت بنانے لگا۔ فارغ ہو کر اس نے مجھے ایک پڑیا دی جس میں کچھ پیسے تھے۔ اس نے کہا اسے اپنے کام میں لائیے۔ اس کی بات میں خلوص تھا۔ میں نے وہ رقم قبول کر لی اور نیت کی کہ مجھے جو پہلی رقم ملے گی وہ حجام کو دوں گا۔ پھر چند روز بعد میرے پاس کچھ پیسہ آیا تو میں حجام کی دوکان پر پہنچا اور وہ رقم اسے پیش کر دی۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے میں نے اسے واقعہ سنایا۔ وہ ناگواری میں کہنے لگا تجھے شرم نہیں آتی۔ تم نے مجھے اللہ کے لیے بال بنانے کو کہا تھا اور اب کہتا ہے کہ

Marfat.com

معاوضہ وصول کر لو۔ تو نے کسی بھی مسلمان کو دیکھا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں کام کرے اور پھر اس کی مزدوری لے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں نے اخلاص کا مفہوم اس حجام سے سیکھا ہے۔

اس اخلاق سے وہ عراق کے محبوب بن گئے اور پھر اس محبوبیت سے علما لوگ حسد کرنے لگے ایک دفعہ عباسی خلیفہ مستغر باللہ کے دربار میں کہا گیا۔ امیرالمومنین اس درویش کی خبر لیں جو اپنے مکان کے گوشے میں بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ خلیفہ نے ان کی بات سن کر کہا آخر وہ کیا کرتا ہے۔ وہ سماع سنتا ہے، رقص کرتا ہے، لوگوں کو صوفیت کی تعلیم دیتا ہے۔ خلیفہ نے کہا یہ کسی کا ذاتی فعل ہے کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر عبادت کرے یا گوشہ نشین ہو کر اپنے مالک کو یاد کرے۔ انہوں نے کہا کہ وہ دنیاداری کے کاموں میں مبتلا ہے اور وہ لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ کسی حجت کے بغیر اسے روکا نہیں جا سکتا۔ خلیفہ نے کہا مگر وہ خلیفہ کے کان بھرتے رہے آخر خلیفہ نے انہیں یہ کہا کہ میں اسے آزماتا ہوں اگر وہ دنیادار ہوئے تو وہ ناکام ہو جائیں گے پھر وہ شریعت کی گرفت سے نہیں بچ سکتے چنانچہ خلیفہ نے ایک کنیز تین ہزار درہم میں خریدی تھی۔ خلیفہ نے اپنی خدمتگار عورتوں کو حکم دیا کہ اسے بناؤ، سنوارو اور قیمتی لباس و زیورات پہنا کے لے آؤ پھر کنیز کو اپنی خلوت میں بلا کر خلیفہ نے کہا کہ تو حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر کہ تجھے اس سے

Marfat.com

بے پناہ عقیدت ہے۔ کنیز نے حیران ہو کر کہا میں تو جنیدؒ کو جانتی تک نہیں۔ وہ ایک پارسا انسان ہیں ہم نے ان کی پارسائی کو آزمانا ہے۔ خلیفہ نے سارا منصوبہ کنیز کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ اگر وہ نیک انسان ہیں تو مجھے کیسے قبول کریں گے وہ اس طرح حیران تھی تو اپنی تقریر سے جنیدؒ پر یہ ظاہر کر کہ میں ایک مالدار عورت ہوں۔ دنیا کی رنگینیوں سے میرا دل اکتا گیا ہے اور میں آپ کی صحبت میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔ مجھے اب صرف خدا کی تلاش ہے اور میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتی ہوں چنانچہ وہ خانقاہ کی طرف روانہ ہو گئی اور خلیفہ نے اپنا ایک اعتباری بھی ساتھ بھیجا تا کہ وہ واقعات کی رپورٹ پہنچاتا رہے۔

کنیز حاضر ہوئی اور اپنا چہرہ ننگا کر دیا حضرت جنیدؒ نے ایک نظر دیکھا اور سر جھکا لیا۔ عباسی خلیفہ کے منصوبے کے مطابق کنیز نے سب عرضداشت انہیں الفاظ میں دہرائی۔ جنیدؒ نے دوبارہ سر اٹھایا اور ایک سرد آہ بھری۔ کنیز اس آہ سے اتنی ڈری کہ فرش پر گر پڑی اور گرتے ہی مر گئی۔ خادم نے دوڑ کر خلیفہ سے واقعہ بیان کیا۔ تذکرۃ الاولیاء میں شیخ فریدالدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ خلیفہ کنیز کی موت کا سن کر غصے میں آ گیا اور کہا اب جنیدؒ وہ دیکھیں گے جو انہیں نہیں دیکھنا چاہیے پھر وہ خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔ خوشامدیوں نے اسے سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور کہا ہم خود دیکھنا چاہتے ہیں کہ شیخ جنیدؒ کون

Marfat.com

ہے اور وہاں کیا ہوتا ہے۔ ابھی خلیفہ اس محلہ میں پہنچے تھے کہ شور پیدا ہو گیا۔ جنیدؒ کو بھی خلیفہ کی آمد کا پتہ چلا مگر وہ خاموش بیٹھے رہے پھر خلیفہ خانقاہ میں حاضر ہوا تو انہوں نے مسلمان کی طرح استقبال کیا۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ کونسی ادا ہے کہ آپ نے ایک محبوبہ کو مار ڈالا۔ جواب دیا آپ کو کیا حق تھا کہ میری چالیس سالہ ریاضت کو پل میں برباد کر دیتے۔ مارنے والے نے خود چاہا کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی حائل نہ ہو۔ خلیفہ یہ بات سنتے ہی دہل گیا اور آئندہ جس کسی نے بھی جنیدؒ کی شکایت کی اسے دھتکار دیا پھر خلیفہ معتضدباللہ کے زمانے میں صوفیا کے خلاف ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔ اس ہنگامہ آرائی کے متعلق مختلف قول ہیں۔

(۱) غلام خلیل کی عرضداشت پر فتنہ اٹھا۔

(۲) اس ہنگامہ کی ابتدا شیخ نوری سے ہوئی۔

(۳) بعض کہتے ہیں معتضدباللہ باشریعت آدمی تھا وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

آخری صورت یہی ہے کہ عراق کے علما صوفیا کی حرکتوں کو مذہب کے مطابق نہیں جانتے تھے اور یہ فتنہ یہاں سے ہی اٹھا۔

کہ صوفیا کے قتل کا حکم جاری ہو گیا۔ ان پر تین الزام تھے۔ زندقہ' الحاد اور حلول۔ یہ تینوں کفر کی کھلی علامتیں ہیں۔

جنیدؒ بچے رہے کیونکہ ان کا مسلک عین قرآن وسنت تھا اور انہوں نے

Marfat.com

فرمایا کہ میں منع کیا کرتا تھا کہ لوگوں سے ایسی باتیں نہ کرو جو وہ سمجھ نہیں سکتے۔

الغرض شیخ نوری، شیخ شحام، شیخ رقام اور دوسرے مشہور صوفیا گرفتار کر کے مقتل میں لائے گئے۔ جلاد ابھی ننگی تلوار لیے حکم کا انتظار کر رہا تھا کہ شیخ نوری تیزی سے آگے آئے اور سر جھکا دیا۔ آپ کو اتنی جلدی کیوں ہے انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھیوں سے پہلے میری جان لے لی جائے۔ جلاد حیران ہوا اور اس نے خلیفہ سے ماجرا بیان کیا اور خلیفہ نے اپنا قتل کا حکم واپس لے کر قاضی سے تحقیقات کرنے کے لیے کہا۔

قاضی نے جب تحقیقات کی تو سب بری ہو گئے۔ شیخ نوری اس کے بعد زندگی بھر یہاں کے شور سے دور ہی رہے۔ وہ ۲۸۹ھ میں انتقال کر گئے۔

آپ کا نام ابوالحسن احمد بن محمد نوری تھا۔ خراسان کے رہنے والے تھے۔ آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔ سری سقطیؒ کے شاگرد تھے۔ اس رشتے سے جنیدؒ کے پیر بھائی تھے۔ ان کا قول ہے۔

ایثار و قربانی کے بغیر شیخ کی صحبت جائز نہیں اور مسلک کے اعتبار سے تصوف کو فقر پر ترجیح دیتے تھے۔ نوری کا لقب ملنے پر روایت ہے کہ آپ کا چہرہ ایسا نورانی تھا کہ پورا مکان روشن ہو جاتا۔ دوسری روایت ہے کہ وہ جس جھونپڑی میں عبادت میں مشغول ہوتے وہ سیاہ رات میں بھی روشن رہتی۔

Marfat.com

آپ کے متعلق شیخ ابو احمد مغاری کا یہ قول شہرت رکھتا ہے۔

میں نے نوری سے بڑھ کر شیخ جنیدؒ کو بھی عبادت گذار نہیں پایا۔

ریاضت کے شروع میں آپ صبح گھر سے کھانا لے کر نکلتے راستے میں کھانا تقسیم کر دیتے اور دوکان پر جا بیٹھتے۔ یہ سلسلہ بیس سال تک جاری رہا اور گھر والوں کو بھی معلوم نہ ہوا۔

ان کا قول ہے کہ برسوں کے مجاہدات' ریاضتیں اور خلوتیں میرے لیے بے سود ہیں۔ جب میں نے انبیاءؑ کے قول کے مطابق غور کرنا شروع کیا کہ شاید میری عبادت میں ریا کا عنصر شامل ہو گیا ہے تو پتہ چلا کہ میرے نفس نے قلب سے سازباز کر رکھی ہے پھر جب میں نے نفس کی مخالفت شروع کی تو اسرار باطنی کا انکشاف ہوا۔ آخر میں نے نفس سے سوال کیا کہ اب تیری کیا حالت ہے اس نے کہا میری کوئی مراد پوری نہیں ہوئی۔ اس کے بعد میں نے دریائے دجلہ میں کانٹا ڈال کر اللہ سے کہا کہ جب تک مچھلی نہ لگے گی میں یونہی کھڑا رہوں گا پھر فوراً مچھلی پھنس گئی۔ ایک دن آپ نے جنیدؒ سے اس واقعہ کا ذکر کیا انہوں نے کہا اگر آپ مچھلی کی بجائے سانپ کا شکار کرتے تو بہتر تھا۔ ابھی تم درمیان میں ہو اسے کرامت نہیں فریب کہا جا سکتا ہے۔ نوریؒ نے فرمایا ابو القاسم تم سچ کہتے ہو اور یہ صبر و تحمل کی دلیل بھی ہے۔

ایک دن جنیدؒ کی محفل میں بیٹھے ہوئے ابو الحسن نوریؒ نے کہا ابو القاسم

Marfat.com

تیس سال سے میری یہ حالت ہے کہ جب اللہ ظاہر ہوتا ہے تو میں گم ہو جاتا ہوں اور جب میں ظاہر ہوتا ہوں تو اس کی ذات مجھ سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ آپ نے کہا کہ آپ اسی حالت میں رہیں کہ ظاہر وباطن میں وہی نظر آتا رہے اور آپ گم رہیں۔ ایک دن لوگوں نے جنید ؒ سے کہا کہ تین دن سے نوری ؒ ایک پتھر پر بیٹھے بلند آواز میں اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ کھانا پینا چھوڑا ہوا ہے وقت پر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ کے کچھ مریدوں نے کہا۔ شیخ یہ فنا کی دلیل تو نہیں ہوش کی علامت ہے۔ آپ نے تردید کرتے ہوئے کہا کہ وہ جذب کی حالت میں ہیں اور صاحب وجد خدا کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ اس لیے وہ صحیح وقت پر نماز ادا کرتے ہیں پھر آپ ان کے پاس گئے اور کہا اے شیخ اگر اللہ کو رضا پسند ہے تو شور کیوں کرتے ہیں یہ سن کر نوری خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد کہنے لگے۔ جنید ؒ تم میرے بہترین استاد ہو۔ ایک بار ابوالحسن نوری غسل خانہ میں نہا رہے تھے۔ چور آیا اور کپڑے لے گیا۔ جب فارغ ہوئے تو دیکھا کپڑے نہیں بہت پریشان ہوئے۔ باربار فرماتے۔ بھائی تم اتنے ضرورت مند تھے تو مجھ سے کہا ہوتا۔ کپڑے لے گئے اور یہ بھی نہ سوچا کہ کپڑوں والا حمام سے باہر کیسے نکلے گا گویا غائبانہ چور کو یہ باتیں کر رہے تھے۔ وہ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اسے اپنے دونوں ہاتھ ناکارہ محسوس ہوئے جیسے وہ فالج کا شکار ہو گیا ہے۔ وہ خوف زدہ ہو کر سمجھ گیا کہ یہ

Marfat.com

کپڑے چرانے کی سزا ہے۔

وہ واپس لوٹا اور حضرت نوریؒ کا پیرہن واپس کر دیا۔ کپڑے پہن کر باہر آئے۔ چور مفلوج ہاتھوں سے کھڑا تھا۔ حضرت نوریؒ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا اس نے میرے کپڑے واپس کر دیئے ہیں تو بھی اس کے ہاتھوں کی توانائی لوٹا دے۔ چور کی وہ طاقت واپس آ گئی۔

آپ جذب کی کیفیت میں بیٹھے تھے۔ انگیٹھی سے کوئلے سلگ رہے تھے۔ کوئلہ پکڑ کر مسل دیا کوئلہ تو بجھ گیا مگر ہاتھ کالے ہو گئے۔ اتنے میں روٹی لے کر خادمہ آ گئی۔ آپ نے کھانا شروع کر دیا اور وہ دل میں سوچتی رہی کہ کتنی بدتمیزی ہے۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ سپاہی آئے اور انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگی میں نے کیا قصور کیا ہے۔ وہ کہنے لگے تو نے کپڑے چرائے ہیں۔ ابوالحسن نوریؒ بولے اسے چھوڑ دے تمہارے کپڑے مل جائیں گے۔ اس دوران ایک آدمی آ گیا کہ یہ لو تمہارے کپڑے میں نے چرائے تھے۔ وہ اسے پکڑ کر لے گئے اور خادمہ کی خلاصی ہوئی ابوالحسن نوری نے کہا آج میری بدتمیزی ہی تیرے کام آ گئی وہ آپ کے کشف پر حیران ہوئی اور معافی مانگی۔

ایک بار بغداد کے کسی محلہ میں خوفناک آگ لگی کئی لوگ جل گئے۔ ایک رئیس کے دو غلام آگ میں گھرے ہوئے تھے۔ اس نے فوراً اعلان کیا

Marfat.com

کہ میرے غلاموں کو جو آگ سے نکال کر لائے گا اسے ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔ ابوالحسن نوری نے گزرتے ہوئے اس اعلان کو سنا بسم اللہ پڑھ کر اندر داخل ہو گئے اور غلاموں کو لے کر باہر آ گئے۔ لوگ حیران تھے۔ رئیس نے ایک ہزار دینار پیش کیے۔ کہا تم ہی رکھ لو۔ تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ ہم تو اس دولت سے آزاد ہیں۔ دنیا کو آخرت سے تبدیل کر لیا ہے۔

ایک دن کسی جگہ چلے جا رہے تھے دیکھا ایک آدمی راستے میں بیٹھا رو رہا ہے اور ایک گدھا قریب مرا پڑا ہے۔ پوچھا تو وہ اسی کا گدھا تھا۔ کہنے لگا میں غریب ہوں۔ گدھا مر گیا۔ اب اسباب کس پر لاد کر جاؤں۔ آپ نے کہا یہ تو دنیا ہے ایک چیز کے بدلے دوسری لے لی جاتی ہے۔ وہ کہنے لگا میرے پاس دوسرا گدھا خریدنے کے لیے کچھ نہیں۔ آپ کو ترس آ گیا۔ آگے بڑھ کر گدھے کے ٹھوکر ماری کہ اب اٹھ جایئے سونے کا وقت نہیں ہے۔ گدھا کھڑا ہو گیا۔ مسافر نے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہا۔ آپ نے پرسوز لہجے میں فرمایا۔ پاک ہے وہ ذات جو عجیب عجیب انداز میں اپنے بندوں کی دستگیری کرتی ہے۔

ایک دفعہ آپ راستے سے جا رہے تھے کہ آپ نے سپاہیوں کو دیکھا ایک بوڑھے ضعیف کو مار رہے ہیں اور وہ اف تک نہیں کرتا۔ آپ نے پوچھا اسے کیوں مارتے ہو اور کہاں لے جا رہے ہو۔ ہم اسے قید خانے لے جا رہے ہیں اور پھر مارنا شروع کیا۔ ابوالحسن نوری یہ نظارہ دیکھتے رہے یہاں

Marfat.com

تک کہ وہ آنکھوں سے غائب ہو گئے مگر آپ نے اس شخص کی زبان سے کوئی شکایت نہ سنی وہ رات آپ نے بڑی بے چینی میں گذاری۔ باربار سپاہیوں کا تشدد اور بوڑھے کی خاموش یاد آتی تھی۔ آخر آپ سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ قید خانے پہنچ گئے اور اس بوڑھے سے پوچھا کہ اتنی کمزوری کے باوجود تونے سپاہیوں کی سختی کیسے برداشت کی۔ بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ صبر کا تعلق جسمانی طاقت سے نہیں انسانی ہمت وشجاعت سے ہے۔ تمہارے صبر کا مطلب کیا ہے۔ تکلیفوں کو اسی طرح برداشت کرنا چاہیے جس طرح تکلیف سے نجات پا کر انسان خوش ہوتا ہے۔ ابوالحسن اس کے جواب پر حیران تھے۔ بوڑھے نے کہا آگ کے سات سمندر پار کرنے کے بعد انسان کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور پھر وہ اول و آخر کا علم بھی حاصل کر لیتا ہے۔ بیشک اس کے چاہنے والے ایسی عجیب حالتوں میں رہتے ہیں کہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ آپ نے بوڑھے کا شکریہ ادا کیا اور چلے گئے۔ دراصل یہ ایک مشاہدہ قدرت کی طرف سے کروایا تھا۔

ایک دفعہ ابوبکر شبلیؒ نے ابوالحسن نوریؒ کو مراقبے کی اس حالت میں دیکھا جیسے مردہ ہو۔ سوال کیا یہ کمال کہاں سے سیکھا۔ نوری نے کہا بلی سے۔ وہ یہ جواب سن کر حیران ہوئے کہ کس طرح۔ حضرت نوری نے کہا۔ ایک دن میں نے ایک بلی کو دیکھا چوہے کے بل کے پاس مجھ سے بھی زیادہ بے

Marfat.com

حس بیٹھی تھی۔

اصفہان کے شاہی خاندان کا ایک نوجوان ابوالحسن نوریؒ کی شہرت سن کر شوق دیدار میں بیتاب ہوا۔ شاہ اصفہان نے اسے ہر قسم کا لالچ دیا کہ وہ فقیر کے پاس نہ جائے مگر وہ نہ رہ سکا اور ننگے پاؤں پیدل چل کھڑا ہوا۔ اچانک آپ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ خانقاہ سے ایک میل کے فاصلے تک زمین کو صاف کر دو۔ ہمارا ایک عاشق شوق ملاقات میں اصفہان سے ننگے پاؤں آ رہا ہے جب وہ نوجوان نوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بڑے جوش سے اس کا استقبال کیا اور پھر محبت سے فرمایا۔ عاشق صادق کو محل اور کنیزیں تو کیا تاج وتخت کا لالچ بھی نہیں روک سکتا۔ اصفہانی جوان شیخ کے اس کشف کو دیکھ کر حیران ہوا اور آپ کے قدموں سے لپٹ گیا پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے ہوئے کہا کہ جان بے قرار سن مرید کی شان یہ ہوتی ہے کہ جہان کی نعمتیں اسے پیش کی جائیں تو وہ انہیں ٹھوکر مار دے پھر بغداد کے لوگوں نے دیکھا اصفہانی جوان نے عیش کی زندگی کو ٹھوکر مار دی اور نوریؒ کے در کی گدائی پر رضامند ہو گیا۔

ایک دفعہ ابوالحسن نوریؒ بیمار ہوئے۔ حضرت جنید بغدادیؒ تیمارداری کے لیے آئے اور پھول وپھل پیش کیے۔ اس واقعہ کے چند سال بعد جنیدؒ بیمار ہوئے ابوالحسن نوریؒ اپنے مریدوں کو لے کر تیمارداری کے لیے حاضر

Marfat.com

ہوئے۔ رسمی بات چیت کی پھر مریدوں سے کہا۔ جنیدؒ میرے بھائی اور دوست ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ان کی بیماری آپس میں تقسیم کرلیں یہ کہہ کر دعا کی۔ اے مسیحائے حقیقی ہم تیری بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ تو ان کی تکلیف ہمیں منتقل کردے اور انہیں مکمل صحت دے۔ اس دعا کے بعد ان کی بیماری دور ہو گئی جب وہ رخصت ہونے لگے تو فرمایا دوستوں کی عیادت اس طرح کرنی چاہیے یہ سن کر جنیدؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور رقت سے کہا اے شیخ یہ جذبہ جانثاری آپ ہی کی شان ہے۔

شیخ حمزہؒ اپنی مجلس میں قرب کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے نوریؒ بھی وہاں موجود تھے جب ان کی تقریر ختم ہو گئی تو کہنے لگے جس قرب میں ہم لوگ ہیں وہ دوری در دوری ہے۔ ابوحمزہؒ نے کہا پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا جب بندہ اللہ کو پہچان لے اور اس میں وعظ گوئی کی صلاحیت ہو تو وعظ کہنا چاہیے اگر اللہ کو پہچانے بغیر وعظ کرتا ہے تو اس کی تقریروں کی مصیبت شہروں اور بندوں پر پھیل جاتی ہے۔

پھر فرمایا وجد کی حقیقت کا اظہار اس لیے منع ہے کہ وجد ایک شعلہ ہے جو سر کے اندر بھڑکتا ہے اور شوق کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔

سنت کے اتباع کے بغیر اصلاح کا راستہ نہیں ملتا۔ صوفی وہ ہے جو نہ خود قید ہو نہ کوئی اس کی قید میں ہو۔ صوفیا کی روح غلاظت بشری سے پاک۔

Marfat.com

کدورت نفسانی سے صاف اور خواہشات سے مبرا ہوتی ہے۔ تصوف نہ رسم ہے نہ علم۔ اگر رسم ہوتا تو مجاہدات اور علم ہوتا تو تعلیمات بن جاتا۔ تصوف ایک اخلاقی شے ہے جو اللہ کے اخلاق وعادات حاصل کرنے سے ہوتا ہے دنیا دشمنی اور خدادوستی کا نام تصوف ہے۔

شیخ نوری فرماتے ہیں میں نے ایک بار طواف کے درمیان یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے وہ مقام اور وصف عطا فرمادے جس میں کبھی کوئی تغیر نہ ہو۔ اس کے جواب میں ایک غیبی آواز آئی۔ اے ابوالحسن کیا تو خالق کائنات کے برابر ہونا چاہتا ہے یہ وصف تو اللہ کی ذات میں ہے کہ اس میں کبھی تغیر وتبدل نہیں ہوتا مگر بندوں میں یہ تغیر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ بندگی کا اظہار کرتے ہیں وہ اللہ کی مخلوق سے محبت کرتے تھے ان کے دکھ سے بے قرار ہو جاتے اور بڑے سوزوگداز سے عام مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔ مشہور بزرگ شیخ جعفر خدریؒ کہتے ہیں کہ میں نے نوریؒ کو اپنے کانوں سے مناجات کرتے سنا۔ اے اللہ تو نے اپنے بندوں کو پیدا کیا پھر ان ہی کو دوزخ کا عذاب دے گا لیکن تیرے اندر یہ قدرت بھی ہے کہ تو ابوالحسن کے وجود سے جہنم کو بھر دے اور اس کے بدلے عام دوزخیوں کو جنت میں داخل فرمادے۔ حضرت جعفر کہتے ہیں کہ میں نے اسی رات یہ خواب دیکھا کوئی کہہ رہا تھا کہ مخلوق کی محبت کے بدلے میں ہم نے

Marfat.com

اس کی مغفرت فرماوی۔ یہی وہ جذبہ تھا جس سے نوری نے اپنی گردن مقتل میں سب سے پہلے پیش کر دی تھی کہ میرے ساتھیوں کو زندگی کی چند سانسیں مل جائیں۔ ایک دن نوریؒ راستے میں بیٹھے رو رہے تھے قریب ہی ایک اجنبی رو رہا تھا پھر وہ شخص چلا گیا تو اپنے خدمتگار سے کہنے لگے یہ ابلیس تھا جو اپنی عبادت کو یاد کر کے رو رہا تھا مجھے بھی اس پر رونا آگیا۔

ایک دن ایک اندھا اللہ اللہ کرتے راہ چل رہا تھا۔ آپ کہنے لگے تو کیا جانے اللہ کون ہے اگر جان لیتا تو ایک لحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا تھا جیسے ہی یہ لفظ نوری کی زبان سے نکلے وہ غش کھا کر زمین پر گر پڑے جب ہوش آیا تو ایک ایسے جنگل میں تھے جہاں اس کے جسم میں بانس کی پھانیں چبھی تھیں پھر اس صورت میں شیخ نوریؒ کو گھر لایا گیا۔ مریدوں' خدمتگاروں اور دوستوں نے آپ کو تلقین کی۔ شیخ لا الہ الا اللہ کہئے۔ آپ نے فرمایا تم جس کا ذکر کرنے کو کہتے ہو میں اسی کے پاس تو جا رہا ہوں اور باد نسیم کے جھونکے کی طرح گذر گئے۔

ایک محفل میں کسی نے پوچھا معرفت میں ابوالحسن کا کیا مقام ہے۔ شیخ جنیدؒ نے پرسوز لہجے میں کہا کہ نوریؒ اپنے دور کے ایسے صدیقوں میں تھے کہ آپ کے بعد کسی عارف نے اتنی حقیقی اور سچی بات نہیں کہی۔ انہیں ابوالحسن نوریؒ کی جرأت نے خلیفہ معتضدباللہ سے معافی کا فرمان جاری کر

Marfat.com

دیا تھا اگر اتنی بڑی تعداد قتل ہو جاتی تو اللہ ہی جانتا ہے کہ تصوف کی کیا تاریخ ہوتی۔ بہرحال اس کے بعد آپ محتاط ہو گئے تھے اور عارفانہ تبلیغ لوگوں میں عام نہ کی جاتی اور غالباً اسی سبب سے مخاطبین کی تعداد بیس سے بھی کم رہ گئی تھی۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں ایک روز اپنے وظیفوں میں مشغول تھا کہ نیند آ گئی ایک فرشتہ آیا اور اپنی روح مجھ میں انڈیل دی اور کہا اٹھ اور لوگوں سے خطاب کر۔ اب تیرے اندر روح موجود ہے۔

یہ سن کر میں زاروقطار رونے لگا۔ یہ واقع اس خواب کے بعد کا ہے جب حضورؐ نے مجھے وعظ کرنے کا حکم دیا تھا۔ پڑھنے والوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ جب اللہ اپنے کسی بندے کو علم سے سرفراز کرتا ہے تو فرشتوں کے ذریعے اس کے دماغ کے دریچے کھول دیتا ہے۔ ایک بار کسی نے صوفیا کے کلام کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ صوفیا تو کلام ہی نہیں کرتے پھر جب اس شخص نے مشہور بزرگ عبداللہ بن خفیفؒ سے حضرت جنیدؒ کا حوالہ دیتے ہوئے سوال کیا تو آپ نے فرمایا جو کچھ جنید بغدادیؒ نے کہا وہی درست ہے۔ صوفی کو ان دیکھی دنیا کے سوا کسی چیز سے غرض نہیں ہوتی پھر جب اس کی زبان کھول دی جاتی ہے اور حق تعالیٰ بولنے کی اجازت دیتا ہے تو وہ کلام کرتا ہے ورنہ خاموش رہتا ہے۔ فصاحت وبلاغت تو ان لوگوں کا حصہ ہے جو کتابوں سے اچھی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور انہیں زبانی یاد کر

Marfat.com

لیتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے اکثر کہا جاتا کہ وہ الفاظ جو ابھی کہے وہ دہرا دیں تو وہ کہتے ایسا میرے لیے ناممکن ہے وہ الفاظ تو اللہ نے میرے منہ میں ڈال دیئے تھے۔ وہ لفظ کتابوں یا تعلیم سے مجھے حاصل نہیں ہوتے بلکہ وہ تو محض عطیہ خداوندی تھا۔ یہ صوفی کی شان ہے کہ وہ عطاء خداوندی سے اپنے ضمیر کو بیان کرتا ہے۔ ایک بار آپ کی محفل میں چالیس آدمی موجود تھے جب وعظ کیا تو بائیس بے ہوش ہو گئے۔ باقی کے سینے جلتے رہے آخر آنسو بہہ نکلے اور بے ہوشی ہی میں جان سے گذر گئے۔

آپ نے یہ دیکھ کر وعظ گوئی ترک کر دی پھر جب اہل ذوق نے اصرار کیا تو آپ نے کہا کہ میں اپنی ہی تقریروں کے ذریعہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ جنیدؒ کے اس اعلان کے بعد صاحب دل کی صفوں میں اداسی چھا گئی پھر ایک دن اہل بغداد نے دیکھا کہ حضرت جنیدؒ منبر پر آئے آپ نے ایسی تقریر کی کہ لوگوں کے دل پگھلنے لگے اور آنکھیں دجلہ وفرات کا منظر پیش کرنے لگیں۔ آپ سے اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ میں نے حضورؐ کی ایک حدیث دیکھی ہے کہ مخلوق میں سے بدترین شخص مخلوق کا کفیل بن کر ہدایت کا راستہ دکھائے گا۔ میں نے اپنے آپ کو بدترین مخلوق خیال کر لیا ہے اور اس لیے دوبارہ وعظ شروع کر دی ہے۔

حدیث کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمان تقریر کی بجائے اپنے عمل سے اہل دنیا کو ترغیب دیتا ہے۔

Marfat.com

جنیدؒ کا اپنے آپ کو بدترین مخلوق قرار دینا عجز ہے اور یہی نفس کشی ہے۔ شیخ ردیمؒ سے ایک بڑھیا ملی اور کہنے لگی کہ تم شیخ جنیدؒ سے یہ کہنا کہ تمہیں عوام کے سامنے ذکرالٰہی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ انہوں نے یہ الفاظ جب جنیدؒ کے پاس دہرائے تو آپ نے کہا کہ میں حق تعالیٰ کا ذکر اس لیے کرتا ہوں کہ دنیا میں کسی سے بھی اس کے ذکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک دفعہ آپ کی وعظ کے بعد ایک شخص نے کہا کہ آپ کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔ جنیدؒ نے جواب دیا۔ اپنی ستر سال کی عبادت قدموں کے نیچے رکھ کر سرنگوں ہو جا پھر میری باتیں اگر سمجھ میں نہ آئیں تو میرا ہی قصور ہو گا۔

ایک بار کسی شخص نے آپ کے وعظ کی تعریف کی آپ نے کہا دراصل یہ اللہ کی صناعی کی تعریف کر رہا ہے کیونکہ اس نے میری زبان میں یہ تاثیر ڈال دی۔

منصور حلاج پہلے سے عمرو بن عثمانؒ کی صحبت میں رہا کرتے تھے جب جذبے کا غلبہ بڑھا تو جنیدؒ کی خدمت میں آحاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میری دلبر داشتگی کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اپنی ہوشیاری و مستی کی وجہ سے ہمہ وقت صفات الٰہی میں فنا نہیں رہ سکتا۔ ان کی بات سن کر جنیدؒ نے فرمایا تو نے ہوشیاری اور مستی کا مطلب سمجھنے میں غلطی کی اور پھر جب منصور درویشی کے مرحلے سے گزرے تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت جنیدؒ کا قول ہی

Marfat.com

درست تھا۔

آپ کہتے ہیں ایک بار میرا قلب کھو گیا میں نے اللہ سے دعا کی میرا کھویا ہوا دل لوٹا دے کئی دن تک میں اس طرح گریہ وزاری کرتا رہا پھر غیب سے ایک آواز آئی۔ ہم نے تمہارا قلب اس لیے لیا ہے کہ تم ہمارے ساتھ رہو مگر تم غیروں کی طرف متوجہ ہونے کے لیے دل واپس چاہتے ہو۔ ایک دن آپ کی محفل میں ایک شخص نے ابوبکر شبلیؒ کا قول دہرایا۔

اگر مجھے جنت اور دوزخ کے حصول کا اختیار دیا جائے تو میں دوزخ اس لیے اختیار کروں گا کہ جنت میری پسندیدہ شے ہے اور دوزخ حق تعالیٰ کی۔ چنانچہ دوست کی پسندیدہ شے کو پسند نہ کرنے والا دوست نہیں ہو سکتا۔

اپنے شاگرد کا یہ قول سن کر کہنے لگے کہ میں بندہ ہونے کی حیثیت سے بااختیار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس لیے وہ مجھے جہاں بھی بھیج دے گا اس کا شکر ادا کروں گا۔

ایک دفعہ آپ کے پاؤں میں درد ہوا۔ درد سخت تھا آپ نے سورہ فاتح پڑھ کر دم کیا۔ درد دور ہو گیا اچانک کیا آواز آئی۔ جنیدؒ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو نے اپنے نفس کی خاطر ہمارے کلام کو استعمال کیا۔ یہ سن کر ان کا جسم کانپ اٹھا اور اتنی ندامت ہوئی کہ کئی دنوں تک اس واقعہ کو یاد کر کے روتے رہے۔

حضرت جنیدؒ سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے رات کے حصے میں سویا

Marfat.com

کرتے تھے۔ بعض بزرگ شب بیداری کو صوفیا کی معراج سمجھتے ہیں۔ اس خیال سے اس زمانے کے مشہور بزرگ سہل قشری" نے آپ کو لکھا۔ خواب غفلت سے بچو۔ اس لیے کہ سونے والا اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ اللہ نے داؤد کو وحی کے ذریعے آگاہ کیا جو ہماری محبت کا دعویدار ہو کر راتوں کو سوتا ہے جھوٹا ہے۔ حضرت سہل قشری" کو جنید" نے لکھا۔ میرے بھائی یہ حکم خاص انبیاء کرام کے لیے تو ہو سکتا ہے مگر یاد رکھو کہ اللہ کی راہ میں بیدار رہنا ہمارا ذاتی فعل ہے اس کے خلاف ہمارے سونے کا عمل اللہ کے فعل سے ہے اور اللہ کا فعل انسانوں کے فعل سے بدرجہا بہتر ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ نیند اللہ کی جانب سے ایک بخشش ہے اپنے دوستوں پر۔

حضرت سہل قشری" سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک حضرت جنید بغدادی" کا عارفانہ مقام کیا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت فریدالدین عطار کی روایت کے مطابق حضرت سہل قشری" نے فرمایا۔

صوفیا میں جنید" کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے وہ آدم کی طرح عبادت تو کرتے تھے مگر راہ طریقت کی مشقت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ روایت درج کرتے ہوئے حضرت فریدالدین عطار" فرماتے ہیں کہ حضرت سہل قشری" کا یہ قول ایک راز ہے جو ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔ ہم بھی سہل قشری کے اس قول پر تبصرہ نہیں کر سکتے کہ خدا جانے ان کے نزدیک مشقت کیا ہے۔ جہاں تک حضرت جنید" کی مشقت کا سوال ہے ایک شخص نے آپ سے سوال

Marfat.com

کیا۔ شیخ یہ بلند درجات آپ کو کس طرح حاصل ہوئے۔ جواب میں آپ نے کہا کہ میں چالیس سال تک۔ اپنے پیر و مرشد کے دروازہ پر کھڑا رہا۔ تب کہیں اس چشم کرم نے مجھے سرفراز فرمایا۔ ایک دن مجلس میں جنیدؒ نے فرمایا۔ مومنین ذات واحد کی طرح ہیں۔ مسلمانوں کو دیکھ کر مجھے اس لیے تکلیف ہوتی ہے کہ میں لوگوں کو اپنے ہی اعضا سمجھتا ہوں۔ رسولؐ اس لیے فرماتے تھے کہ جتنی تکلیف مجھے پہنچی ہے کسی دوسرے نبی کو نہیں پہنچی۔

پھر جنیدؒ نے فرمایا۔ میں ایک دراز عرصہ تک ان گنہگاروں کی حالت زار پر نوحہ کرتا رہا لیکن اب مجھے نہ اپنی خبر ہے نہ زمین و آسمان کی۔

دنیا میں دکھ ہر ایک جانتا ہے مگر دوسرے کے دکھ میں آنسو بہانا بڑی مشقت ہے۔ سارے نبیوں میں حضورؐ کی یہ شان کریمانہ تھی کہ امت کے غم میں ہر وقت بے قرار رہتے۔ بس جو صوفی حضورؐ کی امت کا درد رکھتا ہے اور اس درد سے بے چین رہتا ہے۔ وہی سب سے بڑا جانباز ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ اسلام کے جانبازوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت جنیدؒ اپنی دعاؤں میں یوں دعا شروع کرتے کہ اے اللہ روز محشر مجھے اندھا کر کے اٹھانا کہ جسے تیرا دیدار نصیب نہ ہو اس کا نابینا رہنا ہی بہتر ہے۔ آپ کے اس قول میں گناہوں کا اعتراف بھی ہے اور عشق خداوندی کی سرشاری بھی۔ ان کا فرمان ہے کہ جب میں اس حقیقت سے واقف ہوا

Marfat.com

کہ کلام وہ ہے جو دل سے ہو تو میں نے تیس سال کی نمازیں دوبارہ پڑھیں پھر تیس سال اس بات کا خیال رکھا کہ اگر نماز میں دنیا کا خیال آ جاتا تو اس نماز کو دوبارہ ادا کرتا اور اگر آخرت کا تصور آ جاتا تو سجدہ سہو کرتا۔

پھر ۲۹۸ھ میں یہ جانباز تھک کر لیٹ گئے بیماری معمولی سمجھی مگر آخری وقت آ چکا تھا۔ ایک دن ابو محمد جریریؒ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔

کیا آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔

آپ نے مرید کی طرف دیکھا اور کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دے کر میری نماز جنازہ پڑھا دینا۔ یہ پہلی اور آخری خواہش تھی جس کا آپ نے دنیا والوں سے اظہار کیا۔ یہ بات سن کر تمام مرید رونے لگے آپ نے کہا رونے کا وقت نہیں ایک اور بات یاد آ گئی۔ سنو! جریریؒ نے کہا آپ کے شاگرد سن رہے ہیں۔ میرے دوستوں کے لیے دعوت ولیمہ کا سامان تیار رکھنا تاکہ جیسے ہی وہ مجھے دفن کر کے آئیں انہیں کھانا کھلا دیا جائے اپنی موت کو شادی سے تعبیر کرنا ان جیسے لوگوں کا حوصلہ تھا۔

یہ سن کر ابو محمد جریریؒ پر وہ رقت طاری ہوئی کہ بہت دیر تک زبان پہ لفظ نہ لا سکے پھر بڑی مشکل سے ہچکیوں سے کہا۔ یہ آنکھیں بند ہو گئیں تو پھر ہم کبھی دو آدمی اکٹھے ایک جگہ جمع نہیں ہو سکیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا۔ صحبتوں کا مرکز آپ ہی تھے۔ آپ کے رخصت ہوتے ہی اہل ذوق کا ہجوم بکھر گیا۔ حضرت شیخ جعفر فرحالی کہا کرتے تھے۔

Marfat.com

اس ذات لازوال کی قسم ایسا ہی ہوا جیسا جریری ؒ نے کہا تھا۔ درویش کے مجمع میں ساری برکتیں حضرت جنید ؒ کی وجہ سے تھیں۔

آخری وقت شیخ ابن عطار عیادت کے لیے آئے اور پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کیا حضرت خاموش رہے پھر کچھ دیر بعد سلام کا جواب دیا اور معذرت کی کہ میری طرف سے اس تاخیر کو معاف کیجیے گا میں ایک ضروری کام میں مشغول تھا فارغ ہوا تو آپ کی طرف توجہ کر سکا۔

جمعہ کا دن تھا۔ حضرت ابو محمد جریری ؒ اور دوسرے خدمتگار جمع تھے۔ فرمایا میری سب تحریریں اور کلام میرے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جائے۔

شیخ ابو محمد جریری ؒ نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ جب دنیا میں میرے آقا محمد ؐ کا علم موجود ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری کوئی چیز ایسی رہ جائے جو میری طرف منسوب ہو۔ وصیت کے مطابق آپ کی تحریریں دفن کر دی گئیں مگر کچھ مخطوطات رہ گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں تک آپ کی وصیت نہ پہنچی تھی انہوں نے ان کو محفوظ رکھا تھا۔

حضرت جنید بغدادی ؒ نے وصال سے پہلے پورا قرآن ختم کیا اور جب دوبارہ تلاوت شروع کی تو ابو محمد جریری ؒ نے عرض کیا ضعف وناتوانی کا یہ عالم ہے اور آپ برابر تلاوت کیے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر فرمایا۔ ابو محمد مجھ سے زیادہ تلاوت قرآن کا حقدار کون ہو سکتا ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ خداوندتعالیٰ میرے صحیفہ عمر کو لپیٹ رہا ہے۔ اس عالم میں انسان جو کچھ کر سکے کر لینا

Marfat.com

چاہیے جب سورہ بقرہ کی ۷۰ آیت پر پہنچے تو ایک لمحے کے لیے ٹھہر گئے پھر آپ نے کسی قدر بلند آواز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور اس کی روح آسمانوں کی طرف پرواز کر گئی۔

دریائے دجلہ کے مغرب میں واقع شونیزیہ کے قبرستان میں اپنے مرشد حضرت سری سقطیؒ کے قریب آسودۂ خاک ہوئے۔

آپ کے خلیفہ ابو محمد جریریؒ کا بیان ہے کہ حضرت شیخ کے پڑوس میں ایک گھورا تھا اس پر ایک مجنون پڑا رہتا تھا۔ آپ کا جنازہ اٹھا تو وہ بھی قبرستان پہنچا اپنے ہاتھوں سے جنیدؒ کو مٹی دی پھر جب لوگ واپس آنے لگے تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ابو محمد! کیا تمہارا خیال ہے کہ اپنے سردار کو کھو دینے کے بعد دوبارہ اس گھورے پر واپس جاؤں گا۔ یہ کہہ کر اس مجنون نے سوز میں کچھ شعر پڑھے۔ ہائے افسوس ان لوگوں کے فراق میں جو ہدایت کا چراغ تھا اور شیطان کے حملوں سے بچنے کے لیے قلعہ تھے۔

اور شہد تھے اور ابر تھے اور پہاڑ تھے اور نیکی تھے اور امن تھے اور سکون تھے۔ ہمارے لیے زمانے میں کوئی انقلاب نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ موت نے اس کی زندگی ختم کر دی۔ اب ساری چنگاریاں ہمارے دل ہیں اور تمام چشمے ہماری آنکھیں ہیں۔ وہ یہ شعر پڑھ کر ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا پھر کسی نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا جب منکر نکیر قبر پر آئے تو آپ نے کیا جواب دیا۔ حضرت

Marfat.com

جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ جب فرشتوں نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے تو کہا کہ جب میں روز اول سے شہنشاہ کے حضور کہہ چکا ہوں کہ تو ہی میرا رب ہے تو پھر غلاموں کو کیا جواب دوں میری بات سنتے ہی فرشتے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ ابھی تک اس پر محبت کا نشہ طاری ہے۔

حضرت ابو محمد جریریؒ نے خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا۔ اللہ کی رحمت کے سوا کچھ کام نہیں آیا ساری عبادتیں اور ریاضتیں ضائع گئیں بس وہ دو رکعتیں کام آئیں جو میں آدھی رات کو پڑھا کرتا تھا۔ باقی تمام معیار اور قیاس بیکار ثابت ہوئے۔

ایک دن ابو بکر شبلیؒ مزار مرشد پر حاضر تھے کسی شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے حضرت جنید بغدادیؒ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اولیاء اللہ کی موت اور زندگی یکساں ہوتی ہے۔ میں مرنے کے بعد بھی پیرو مرشد سے اتنی ہی حیا رکھتا ہوں۔ جتنی آپ کی زندگی میں تھی۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے ابتدائی زندگی کے مرحلوں کا واقعہ ہے کہ ایک شخص حج بیت اللہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں شیخ کی صحبت سے فیض یاب ہونے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جو اللہ کی بارگاہ سے ہو آیا ہو اسے درویش کی خدمت کی کیا ضرورت بہرحال وہ اصرار کرتا گیا کہ میرے حال کی طرف توجہ دیں اور میں آپ کی روحانی برکات سے فیضیاب ہو سکوں۔ آخر شیخ نے آپ سے سوالات شروع کیے۔

Marfat.com

سوال	جواب	نتیجہ
(۱) جب سے آپ گھر سے نکلے ہیں گناہوں سے اجتناب کیا ہے۔	نہیں	اس کا مطلب ہے تم سفر میں نہیں تھے۔
(۲) سفر میں سرائے کے اندر رات کو کوئی مقام قرب طے کیا۔	نہیں	اس کا مطلب ہے تم نے منزل منزل سفر طے نہیں کیا۔
(۳) احرام باندھتے وقت آپ نے سابقہ لباس کے ساتھ غرور بغض، حسد، حرص اور طمع کو بھی چھوڑا کہ نہیں۔	نہیں	پھر تو تم نے احرام ہی نہیں باندھا۔
(۴) جب تم نے عرفات کے میدان میں وقوف کیا تو مراقبہ ذات باری کیا۔	نہیں	پھر تو تم نے وقوف ہی نہیں کیا۔
(۵) جب تم مزدلفہ پہنچے تو نفسانی خواہشات سے قطع تعلق کیا۔	نہیں	میرے بھائی تم نے سرے سے حج کیا ہی نہیں
(۶) جب تم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا تو جمال ذات باری کا مشاہدہ کیا۔	نہیں	دوبارہ اور اس طرح حج کرو۔
(۷) جب تم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو مقام صفا حاصل کیا۔	نہیں	جس طرح میں نے تمہیں بتایا ہے تاکہ تم مقام

Marfat.com

(۸) جب تم منی میں آئے تو تم نے نہیں ابراہیمؑ پر پہنچنے کی اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کیا

(۹) پھر جب تم نے رمی جمار کی تو اپنی نہیں سعادت حاصل کر سکو۔ حیوانی حسرتوں کو بھی دل سے دور کیا

گویا انہیں سوالات میں آپ نے اسے اصل حج کرنے کی ساری تعلیم دے دی۔ خدا اپنے نیک بندوں پر رحمت نازل فرمائے۔

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

سید ابوصالح موسیٰ وہ بزرگ تھے جن کا کلام سن کر لوگ غش کھا جاتے۔ وہ یاد الٰہی میں عشق کے مقام پر پہنچ چکے تھے اس لیے دنیا کو چھوڑ کر دریا کے کنارے جا بیٹھے۔ کئی دن جذب کی صورت میں بیٹھے رہے آخر بھوک نے تنگ کیا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر دریا پہ دیکھا ایک سیب تیرتا نظر آیا پکڑ کر کھالیا۔ بھوک کی تیزی کم ہوگئی مگر فوراً دل میں ایک خلش پیدا ہوئی کہ اس سیب کا کوئی مالک ہوگا اسی سوچ میں دریا کے کنارے کنارے اس طرف روانہ ہو گئے جدھر سے سیب آیا تھا آخر باغ نظر آگیا۔ اندر گئے مزدوروں سے مالک کا پتہ پوچھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مالک آگیا۔ ادب سے

Marfat.com

اسے کہنے لگے کہ میں نے اس طرح آپ کا ایک سیب کھالیا ہے۔ مالک سن کر حیران ہوا اور تعجب سے انہیں دیکھنے لگا اور پوچھا اب آپ کیا چاہتے ہیں آپ نے کہا کہ میں نے بھوک اور بھول میں سیب کھایا ہے اللہ نے مجھے طاقتور جسم دیا ہے میں اس کی اجرت جو آپ مانگیں دینے کو تیار ہوں۔ مالک غور کے بعد بولا۔ نوجوان میرا تمہارا حساب برابر ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ نوجوان نے حیرت سے دیکھا مگر منہ سے نہ بولا۔

پہلی شرط:۔ ایک ماہ تک تم میرے باغ کے درختوں کو پانی دو گے جب تم یہ پوری کر لو گے تو پھر دوسری شرط بیان کروں گا۔ اگر ان میں سے ایک بھی شرط پوری نہ ہوئی تو میدان حشر تک تم میرے قرضدار ہو گے۔

جواب دیا۔ آپ یقین رکھیں کہ میں آپ کی یہ شرائط پوری کرنے کی پوری کوشش کروں گا مالک نے حیرانی سے دیکھ کر کہا تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ ایک سیب کی قیمت ایک ماہ کی محنت کے برابر کیسے ہو سکتی ہے۔

نوجوان نے کہا خیال تو آیا تھا مگر میں نے اپنے جرم کی خاطر آپ کو راضی کرنا ہے۔ مالک کو یہ سن کر حیرانی تو ہوئی مگر انہیں یہ کہہ کر کہ تم اپنا کام شروع کر دو۔ خود گھر کو چلا گیا۔ ایک ماہ سخت محنت کر کے نوجوان نے شرط پوری کر لی اور کہا اب دوسری شرط بتاؤ۔ مالک نے کہا دوسری شرط

Marfat.com

یہ ہے کہ میری لڑکی کے ساتھ شادی کرو۔ وہ لڑکی پیدائشی بدصورت، اندھی اور اپاہج ہے۔ یہ سن کر نوجوان اللہ سے دعاگو ہو گیا کہ اے اللہ مجھے آزمائش میں ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ میں کہیں بھٹک نہ جاؤں اور پھر مالک سے کہا میں تیار ہوں دوسرے دن ہی شادی ہو گئی جب بیوی سامنے آئی وہ شکل نہ تھی جو مالک نے بتائی تھی۔ بھاگتے ہوئے مالک کے پاس گئے اور کہا کہ آپ کو غلطی تو نہیں لگ گئی وہ لڑکی تو اس شکل کی نہیں ہے مالک نے کہا غلطی نہیں وہی تمہاری بیوی ہے پھر آپ نے پوچھا آپ نے جھوٹ کیوں بولا۔ مالک کہنے لگا بدصورت اس لیے کہ اس کے چہرے پر موجودہ نمائش کا غازہ نہیں۔ اندھی اس لیے کہ اس نے کسی غیرمحرم آدمی کو نہیں دیکھا۔ اپاہج اس لیے کہ وہ اب بھی کسی غیرمحرم کی شکل سے آشنا نہیں۔ کیا میں نے جھوٹ بولا ہے یہ سن کر آپ اپنے حجرہ میں بیوی کے پاس چلے گئے۔

باغ کے مالک حضرت سید عبداللہ صومعی ؒ تھے جن کا سلسلہ نسب بارہویں پشت میں امام حسین ؓ سے ملتا ہے آپ بہت بڑے بزرگ تھے۔ ممنوعہ دنوں کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ شیخ محمد قزوینی ؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کے کچھ دوست مال لے کر تجارتی قافلے کے ساتھ سمرقند کو روانہ ہوئے۔ وہ ایک صحرا سے گذر رہے تھے کہ سینکڑوں سواروں نے انہیں گھیر لیا۔ تاجروں نے گھبرا کر سید عبداللہ صومعی ؒ کو آواز دی۔ ابھی یہ

Marfat.com

آواز گونج رہی تھی کہ تاجروں نے دیکھا سید عبداللہ صومعیؒ لیٹروں کے درمیان کھڑے کہہ رہے ہیں ہمارا پروردگار پاک اور بے عیب ہے اے سوارو ہم سے دور ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی گھوڑے سواروں کو لے کر بھاگ اٹھے اور دور جنگلوں میں جا چھپے۔ پھر جب تاجر جیلان واپس آئے اور دوستوں کو یہ واقع سنایا تو وہ کہنے لگے واللہ شیخ تو یہیں تھے وہ کہیں گئے ہی نہیں۔

اسی سید عبداللہ صومعیؒ کی بیٹی فاطمہ ام الخیرام الجبار کے ساتھ حضرت ابو صالح موسیٰ کی شادی ہوئی اور اسی جانب الطرفین سید ماں۔ باپ سے سید محمد عبدالقادر محی الدین جیلانیؒ پیدا ہوئے۔ اور غوث اعظم کا لقب پایا۔ آپ جیلان (ایران) کے رہنے والے تھے۔ آپ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اس رات آپ کے والد نے ایک خواب دیکھا کہ حضورؐ صحابہؓ واولیاؒ کے ہمراہ تشریف لائے اور کہا اے ابو صالحؒ خدا نے تمہیں ایک بیٹا دیا ہے جس کا درجہ اولیاء میں بہت بلند ہے اور وہ مجھے بیٹے کی طرح عزیز ہے۔ کہتے ہیں کہ اس رات جتنے بچے پیدا ہوئے وہ سب لڑکے تھے اور سب جوان ہو کر ولایت تک پہنچے۔ عبدالقادر کی والدہ کا بیان ہے کہ وہ رمضان میں پیدا ہوئے اور دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے اگلے رمضان پر چاند نظر نہ آیا لوگوں نے روزہ نہ رکھا مگر عبدالقادر نے اس روز دودھ نہ پیا جب لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے

Marfat.com

یہ بات بتائی۔ لوگوں نے دوسرے شہروں سے تصدیق کی تو رمضان اسی دن شروع ہو چکا تھا۔ اس واقعہ نے دور دور علاقوں میں یہ مشہور کر دیا کہ سادات کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو رمضان کے دوران دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔ وہ خود بھی اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں کہ میرے ابتدائی حالات کا ذکر سارا جہان جانتا ہے میں گہوارہ میں بھی روزہ رکھتا تھا۔ آپ کے والد بچپنے میں فوت ہو گئے۔ نانا نے تربیت کی۔ آپ بچوں میں نہیں کھیلا کرتے تھے اور اگر کبھی ایسا ہوتا بھی تو آواز آتی۔ اے برکت دیئے ہوئے میری طرف آ۔ یہ آواز سن کر آپ ڈر جاتے اور اپنی ماں کی گود میں چھپ جاتے۔ آپ کے اپنے قول کے مطابق آپ دس برس کے تھے جب مکتب میں پڑھنے جایا کرتے تھے راہ میں مردانِ غیب پیچھے چلتے نظر آتے۔ جب میں مدرسے میں داخل ہوتا تو انہیں کہتے سنا۔ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔

۱۸ سال کی عمر میں والدہ نے ایک قافلہ کے ہمراہ مزید تعلیم کے لیے بغداد بھیجا۔ ایک ویران راہ سے گزرتے ہوئے ڈاکوؤں نے قافلہ والوں کا مال لوٹ لیا اور عبدالقادر کو غریب بچہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ قافلہ چلنے لگا تو ڈاکوؤں کے سردار نے مذاقاً عبدالقادر سے پوچھا تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ہے۔ انہوں نے تلاشی لی تو کچھ نہ ملا۔ سردار غصہ میں آ گیا کہ تو ہمیں بے وقوف بناتا ہے۔ عبدالقادر نے کہا۔ میں مذاق

Marfat.com

نہیں جانتا صرف جھوٹ نہیں بولتا میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں جو قبا میں بغل کے نیچے ٹانکی ہیں۔ دوبارہ تلاشی پر وہ اشرفیاں نکل آئیں۔ سردار نے پوچھا تو نے جھوٹ بول کر یہ اشرفیاں کیوں نہ بچائیں۔ عبدالقادر نے فرمایا میری ماں نے جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ لیا تھا اس لیے میں یہ نہیں کر سکتا تھا۔ سب حیران تھے سردار رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا اسے اپنی ماں سے کیا ہوا وعدہ یاد ہے اور میں اپنے خالق سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے سب لوٹا ہوا مال واپس کر دیا اور عبدالقادر کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور چیختا ہوا یہ کہتا جا رہا تھا کہ آج رات اگر تو مجھے نہ ملتا تو میری ساری زندگی اِسی طرح گذر جاتی۔ اے دنیا میرا پیچھا چھوڑ دے میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں اور غائب ہو گیا۔ اتنا بڑا سبق ایک لیٹرے نے ان کے بچپن ہی میں ان سے حاصل کر لیا۔ آپ نے بغداد پہنچنے سے قبل وہ سب اشرفیاں بانٹ دیں اور خود کئی دن فاقے رہنے کے بعد ایوان کسریٰ کی طرف گئے وہاں انہوں نے بے شمار درویش دیکھے جو کھانے کو کچھ تلاش کر رہے تھے یہی وہ ایوان کسریٰ ہے جس کے چودہ کنگرے حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت گر گئے تھے۔ میں نے یہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور بغداد کی طرف لوٹا۔ راہ میں ایک آدمی ملا وہ جیلانی تھا مجھے خوشی ہوئی۔ اس نے سونے کا ایک ٹکڑا نکال کر دیا کہ یہ تمہاری ماں نے دیا تھا میں نے وہ ٹکڑا لے کر کچھ کھانا خریدا اور ایوان کسریٰ جا کر ان درویشوں کو کھلایا۔

Marfat.com

باقی جو بچا تھا اس سے بھی کھانا خریدا اور درویشوں کو دعوت دے دی کہ کھائیں۔ ہم سب نے کھانا کھایا اور دوسرے وقت کے لیے کچھ نہ بچایا۔ کہ اللہ توکل رکھنے والوں کا خود سامان کرتا ہے۔ حضرت شیخ عبداللہ سلفیؒ کا بیان ہے کہ سید عبدالقادر نے فرمایا۔ ایک دفعہ میں کئی دنوں کا بھوکا تھا محلہ قلیہ شرقیہ میں چلا گیا سرراہ ایک آدمی ملا اور مجھے ایک لفافہ دیا اور کہا کسی باورچی کی دوکان پر یہ لفافہ دکھا کر کھانے کی پسندیدہ چیزیں لے لو۔ وہ شخص لفافہ دے کر چلا گیا اور میں حیرانی سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ آخر باورچی کی دوکان پر گیا لفافہ دیا اور خبیص (حلوہ) وروٹیاں مانگیں وہ اس نے مجھے دے دیں اور میں لے کر اس ویران مسجد میں چلا گیا جہاں سبق یاد کیا کرتا تھا۔ کھانا ابھی پڑا تھا کہ میں نے ایک اور لفافہ دیکھا میں نے وہ اٹھا کر کھولا اور پڑھا لکھا تھا۔ اللہ کے شیروں کو لذتوں اور خواہشوں سے کیا غرض۔ یہ چیزیں تو کمزور لوگوں کے لیے ہیں۔ مجھ پہ خوف چھا گیا۔ رومال اٹھا لیا کھانا وہیں چھوڑ کر دو رکعت نماز پڑھی اور چلا آیا۔

شیخ ابوبکر تمیمیؒ کا بیان ہے کہ شیخ عبدالقادر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ بغداد میں قحط پڑا۔ لوگ خوراک کے لیے مارے مارے پھرتے تھے۔ میں بھی گری پڑی چیز اٹھا کر کھاتا آخر ایک دن دجلہ دریا کے کنارے چلا گیا کہ کاہو وغیرہ کے پتے کھا کر گزارہ کر لوں مگر وہاں لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ میں نے ان میں پھنسنا مناسب نہ سمجھا اور پلٹ آیا پھرتے پھرتے ایک مسجد

Marfat.com

کے اندر گیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا وہاں ایک نوجوان آیا اور روٹی کھانے لگا میں بھی روٹی دیکھ کر للچا رہا تھا کہ نفس کو تنبیہہ کی اتنے میں اس جوان نے مجھے دیکھ لیا اور کھانے کی دعوت دی۔ جتنا میں نے انکار کیا وہ اتنا ہی بضد ہوا۔ آخر میں نے اس سے مل کر کھانا شروع کر دیا۔ وہ مجھ سے میرا حال پوچھنے لگا جب میں نے اسے بتایا کہ میں بھی جیلان کا باشندہ ہوں اور میرا نام عبدالقادر ہے تو اس کے ہاتھ سے لقمہ گر پڑا اور رونے لگا۔ میں نے وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ میری ماں نے اسے ۸ دینار دیئے تھے وہ مجھے تلاش کرتے کرتے اپنا خرچ ختم کر چکا تھا اور یہ کھانا میری رقم سے خرید کر بھوک دور کر رہا تھا خیر میں نے اسے تسلی دی۔ کھانا کھایا اور ۴ دینار ان میں سے اسے دے دیئے کیونکہ وہ بھی مسافر تھا۔ شیخ ابو محمد عبداللہ جبائی" سید عبدالقادر" کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ ویرانے میں بیٹھے اپنا سبق یاد کر رہے تھے۔ فاقوں سے سر چکرا رہا تھا اچانک ایک غیبی آواز آئی۔ کب تک فاقوں میں گذر کرے گا۔ جا کسی سے قرض لے لے تاکہ علم حاصل کرنے میں مشکل نہ ہو میں نے کہا مجھے یہاں قرض کون دے گا۔ جس نے تجھے ویرانے میں پکارا ہے وہی تیرے قرض کا ذمے دار ہے اطمینان سے اپنا کام کر۔ یہ جواب سن کر ایک نانبائی کی دوکان پر گیا اور کہا بھائی مجھے ڈیڑھ روٹی روزانہ اس شرط پر قرض دے دیا کرو کہ جب مجھے کہیں سے کوئی رقم مل گئی تو میں تمہارا سارا قرض ادا کر دوں گا اور اگر

Marfat.com

اس دوران میں مرجاؤں تو مجھے معاف کر دینا۔ یہ سن کر نانبائی رونے لگا اور کہا جتنا جی چاہے لے جایا کریں۔ پھر میں نانبائی کی دوکان سے روزانہ ڈیڑھ روٹی لے آتا۔ جب مدت گذر گئی تو خیال آیا کہ تو اتنی دیر سے قرض لے رہا ہے مگر ادائیگی کی کوئی صورت نہیں۔ اس خیال سے مجھے شرم آئی اور میں اس نانبائی کی دوکان پر نہیں گیا۔ دوسرے دن پھر وہی آواز آئی کہ جب ہم نے تیرے قرض کا ذمہ لے لیا تھا تو پھر تیرے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ نانبائی سے میں شرمندہ ہوں۔ اب میں وہاں نہیں جاؤں گا مگر قرض دینے کے لیے تو جانا ہی ہو گا غیبی آواز نے کہا۔ قرض کہاں سے ادا ہو گا میں نے حیرانی سے کہا۔ زمین و آسمان میں سارے خزانے اللہ کے ہیں اور وہی تمہارا قرض ادا کرے گا۔ فلاں جگہ جاؤ وہاں جو کچھ ملے اس سے نانبائی کا قرض ادا کر دو۔ میں وہاں گیا۔ ایک سونے کا ٹکڑا وہاں پڑا تھا میں نے اٹھالیا اور وہ نانبائی کے حوالے کر دیا۔ نانبائی نے محبت سے ہنس کر کہا اتنی کیا جلدی تھی۔

ابو محمد عبداللہ جبائی ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اہل بغداد کی ایک جماعت علم فقہ میں مشغول تھی۔ جب اناج کٹنے کے دن آتے تو وہ یعقوبا گاؤں میں جاتے اور لوگ انہیں کچھ اناج دے دیتے ایک بار میں بھی ان کے ساتھ اناج لینے گیا تھا۔ اس گاؤں میں شریف یعقوبی ؒ ایک زاہد بزرگ رہتے تھے میں ان کی خدمت میں پہنچا تو وہاں بہت لوگ موجود تھے

Marfat.com

میں بھی خاموشی سے ایک کونہ میں بیٹھ گیا۔ شیخ مختلف موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور لوگ اپنی ذہانت کے مطابق سمجھتے رہے۔ وہ بات سیدھی کرتے تھے اور یہی ان کا کمال تھا۔ آخر مجلس ختم ہوئی۔ لوگ چلے گئے مگر میں کھڑا رہا۔ شیخ نے کہا کیا کوئی سوال باقی رہ گیا ہے اور بیٹھنے کو کہا میں نے کہا میں نے آپ کی تقریر سنی ہے مجھے کوئی خاص بات بتایئے۔ انہوں نے غور سے میری طرف دیکھا اور پر جلال لہجے میں کہا۔ طالبان حق کسی غیر کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ یہ سن کر میں کانپ اٹھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یعقوبیؒ پر میرے اس گاؤں میں آنے کا مقصد ظاہر ہو گیا ہے میں ان کی نصیحت کے بعد نہ کسی مقام پر گیا نہ کسی سے سوال کیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علم حاصل کرنے میں جتنے فاقے سہے اور محنت کی اس کی توفیق اللہ کی طرف سے عطا ہوئی تھی ورنہ میں اس اہل نہ تھا کہ اس آزمائش میں پورا اتر سکتا۔ آخر ۴۹۶ھ میں علم قرات، تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، لغت، ادب، نحو، عروض، مناظرہ، تاریخ اور علم انساب ۲۶ سال کی عمر میں مکمل کر لیے اور فتویٰ دینا شروع کیا۔ اس پر علماء بغداد میں ہلچل مچ گئی اور مخالفت شروع ہوئی کہ ایک ۲۶ سالہ نوجوان بغیر اجازت نامہ فتویٰ دینے کا مجاز نہیں اس پر طرفین کے اصرار پر امتحان کی نوبت آئی۔ علماء بغداد جمع ہوئے۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ حاضر تھے مگر علما سے کوئی سوال نہ بن پڑتا تھا۔ آخر علما نے معذرت کی اور

Marfat.com

سید عبدالقادر جیلانیؒ انہیں یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں۔ علم اللہ کی عطا ہے جسے چاہتا ہے وہ عطا کر دیتا ہے۔ میں نے آپ کو معاف کیا اور وہ پھر ویرانوں کو نکل گئے علما بغداد اب معتدل دل ودماغ سے سوچ رہے تھے۔ شیخ ابو سعود احمد آپ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ۲۵ سال عراق کے ویرانوں اور جنگلوں میں پھرتے رہے ان دنوں رجال انغیب اور جنوں کو آپ علم طریقت سکھایا کرتے تھے۔

آپ نے جس سے ایک لفظ بھی سیکھا۔ اسے استاد جانا۔ اس لیے آپ کے اساتذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے آپ نے طریقت کی تعلیم حماد بن مسلم سے حاصل کی جن سے آپ کے شبہات دور ہوئے آخر ابو سعید مبارک مخزمیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو امام احمد بن حنبلؒ کے مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں کے حکم پر گوشہ نشین ہوئے۔ اس سے پہلے آپ بغداد کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر بیزار تھے اور اکثر ویرانوں میں جا کر رہا کرتے تھے۔ وہیں وہ بڑے بڑے مجاہدوں سے گزرے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شیطان کے حملوں سے صاف بچایا۔ ملک سنجر اور خلیفہ مسترشد کے جنگ وجدال امت مسلمہ کو زوال پذیر کر رہے تھے۔ علما شاہی درباروں کے خوشامدی ہو کر رہ گئے تھے خدا کے ڈر کی بجائے انہیں دولت لوٹنے اور عیش وآرام کرنے سے واسطہ تھا۔ یہ شعار سید عبدالقادر جیلانیؒ

Marfat.com

جیسے موحد آدمیوں کے لیے بڑے کرب کی وجہ تھا جس کی بنا پر وہ ویرانوں کو ترجیح دیتے مگر ابو سعید مبارک مخزمی ؒ کے حکم نے انہیں گوشہ نشین بنا دیا۔ آخر اس گوشہ نشین سے تنگ آکر پھر ویرانوں کو لوٹ جانا چاہتے تھے کہ حضور ﷺ رات کو خواب میں آئے اور کہا عبدالقادر تم منہ کیوں نہیں کھولتے جواباً عرض کیا میں عجمی ہوں عرب کے سامنے میری کیا وقعت۔ آپ نے فرمایا۔ منہ کھول۔ آپ نے منہ کھول دیا اور حضور ﷺ نے سات بار اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا۔ جس سے آپ کا کلام بااثر ہو گیا اور ہزاروں کے مجمع میں آپ تقریر فرمایا کرتے۔ کہتے ہیں کہ مردان غیب اور جنات بھی آپ کے وعظ میں شامل ہوتے بلکہ روایت ہے کہ ہزارہا جن آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکے تھے اور یہ سب سعادت حضور ﷺ کے عطاکردہ فیض سے حاصل ہوئی۔ آپ خود کہتے ہیں کہ میرے استاد قاضی ابو سعید مبارک مخزمی ؒ نے مجھے کھانا اپنے ہاتھ سے اس وقت بھی کھلایا تھا جب میں برج عجمی میں کئی دنوں سے بھوکا تھا مگر بیعت ہوتے وقت سادہ غذا جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھلائی تھی اس کا مزہ ہی کچھ اور تھا جو میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ اس کے بعد خرقہ ولایت دیا اور کہا یہ وہی خرقہ ہے جو حضور ﷺ نے علی ؓ کو دیا پھر ان سے حسن بصری ؒ کو ملا پھر حبیب عجمی، حضرت داؤد طائی ؒ، حضرت شیخ معروف کرخی ؒ، حضرت سری سقطی ؒ، حضرت جنید بغدادی ؒ، حضرت شیخ ابوبکر شبلی ؒ، حضرت ابوالفضل

Marfat.com

عبدالواحد تمیمی"، حضرت شیخ طرطوسی"، حضرت شیخ ابوالحسن علی"، قاضی ابوسعید مبارک مخزمی" تک پہنچا اور میں آپ کو دے رہا ہوں۔

ایک دفعہ آپ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے جب آپ منارہ اُم القرون کے قریب پہنچے تو آپ کی ملاقات شیخ عدی بن مسافرؒ سے ہوئی وہ بھی اس وقت جوان تھے۔ انہوں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں آپ نے بتایا حج کو جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا میں بھی ساتھ چل سکتا ہوں۔ کہنے لگے بصد شوق چلئے۔ پھر ان دونوں کی ملاقات ایک روز ایک برقع پوش حبشی لڑکی سے ہو گئی وہ کمزور سی لڑکی تھی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی" کی طرف دیکھ کر کہنے لگی آپ نے مجھے بہت تھکا دیا ہے۔ وہ پوچھنے لگے کیسے۔ کہنے لگی ابھی میں بلاد حبشہ میں تھی اس وقت مشاہدہ ہوا کہ اللہ نے آپ کے دل پر تجلی کی ہے اور وہ فضل و کرم کیا ہے جو کسی دوسرے پر نہیں اس لیے مجھے ملاقات کا شوق ہوا۔ شیخ عبدالقادرؒ اور عدی" دونوں اس لڑکی کی بات سن رہے تھے۔ وہ کہنے لگی میرا خیال ہے کہ میں آج آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کے ساتھ روزہ افطار کروں۔ انہوں نے کہا بصد شوق ساتھ رہیں پھر لڑکی ایک طرف اور یہ دونوں ایک طرف چلے گئے اور افطاری کے وقت ایک مقام پر اکٹھے ہو گئے ہم دونوں حیران تھے کہ افطار کا وہاں کوئی سامان نہ تھا مگر وہ لڑکی اطمینان سے بیٹھی تھی۔ اسی دوران ایک طباق آسمان سے اترا اور لڑکی نے پرمسرت لہجے میں کہا۔ اللہ کا

Marfat.com

ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزت کی ہر رات دو روٹیاں اترا کرتی تھیں مگر آج چھ بھیجیں۔ انہوں نے دو دو روٹیاں کھائیں پھر پانی کے کوزے اترے۔ حضرت عبدالقادر کا بیان ہے کہ وہ پانی دنیا کے پانی سے حلاوت اور لذت میں بہت مختلف تھا۔ پھر وہ لڑکی چلی گئی۔ ایک دن شیخ عبدالقادر اور عدی طواف کر رہے تھے کہ شیخ عدیؒ کے دل پر انوار کی بارش ہوئی اور وہ بے ہوش ہو گئے لوگ سمجھے مر گیا ہے۔ شیخ عبدالقادر کہتے ہیں کہ وہ لڑکی دوبارہ آئی اور بے اختیار کہنے لگی تمہیں وہی زندہ کرے گا جس نے تمہیں مار ڈالا ہے۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس کی تجلی کے سامنے کوئی چیز باقی نہیں رہ سکتی۔ جب تک کہ وہ خود اسے برقرار نہ رکھنا چاہے۔

پھر یہ لڑکی حضرت عبدالقادرؒ سے مخاطب ہوئی۔ اے نوجوان۔ میں نہیں جانتی آئندہ تیرا کیا مرتبہ ہو گا۔ اس وقت تو میری آنکھیں بس اتنا دیکھ رہی ہیں کہ تیرے چاروں طرف ایک نورانی خیمہ ہے اور آسمان تک تمہیں فرشتوں نے گھیر رکھا ہے اور اولیاء کی نظریں اپنے اپنے مقامات پر تیری طرف لگی ہوئی ہیں اور سب کے سب خواہشمند ہیں کہ تیری ذات سے انہیں فیض حاصل ہو۔ یہ کہہ کر وہ لڑکی چلی گئی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے دوبارہ اس کی ملاقات نہ ہوئی مگر وہ یہ راز ظاہر کر گئی کہ ویرانوں اور خرابوں میں زندگی بسر کرنے والا فاقہ کش نوجوان اپنے وقت

Marfat.com

کا غوث ہے۔ ویرانوں میں پھرتے ہوئے جب میں عراق میں داخل ہوا تو خضرؑ نے میری رہنمائی کی۔ میں نے ان سے دریافت کرنے کی کوشش کی کہ وہ کون ہیں مگر وہ راضی نہ ہوئے آخر ایک دن یہ کہہ کر چلے گئے کہ انہیں خود پتہ چل جائے گا کہ میں کون ہوں۔ پھر تین سال بعد خیال آیا تو دل نے کہا وہ خضرؑ تھے۔ دنیا کی خواہشوں اور شیاطین کی مختلف صورتوں سے میرا واسطہ پڑا مگر اللہ کا فضل تھا جس نے مجھے ان تمام صورتوں میں محفوظ رکھا یہاں تک کہ شیطان کے بڑے سے بڑے حملے سے بھی بچ گیا۔ اسی کے کرم سے ۴۰ سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور ۱۵ سال ایک رات میں پورا قرآن ختم کیا۔ یہاں بھی شیطان نے پورے حملے کیے مگر اللہ کا کرم مجھے بچاتا رہا۔ شیطان کے بچھائے ہوئے جال ٹوٹ گئے اور میرا نفس ظاہر ہو گیا۔ میں نے دیکھا اور سال بھر اس کی طرف توجہ کی آخر نفس کی بیماریاں جڑ سے جاتی رہیں خواہشات مردہ ہو گئیں اس کا شیطان مسلمان ہو گیا۔ سارے کام اللہ کے لیے ہو گئے اپنی ہستی سے جدا ہو گیا مگر پھر بھی اپنے مقصد کو نہ پہنچا۔ پھر میں توکل' شکر' غنا' مشاہدہ کے دروازوں پر ہوتا ہوا فقر کے دروازے پر پہنچا آسانی سے اندر داخل ہو گیا وہاں مجھے سب کچھ مل گیا اور میری ہستی میں ایک دوسری حالت پیدا ہو گئی۔

آپ کے صاحبزادے شیخ ضیا الدین بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب نے بتایا۔ ایک بار دوران سیاحت ایک ایسے ویرانے میں چلا گیا۔ جہاں کئی

Marfat.com

دن دانہ تو کہیں پانی کا قطرہ بھی نہ ملا۔ آخر میں نے بیچارگی کی حالت میں آسمان کی طرف دیکھا ایک بادل کا ٹکڑا آیا اور برسنے لگا میں نے اپنی پیاس بجھائی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اِسی رات میں ذکرالٰہی میں مشغول تھا کہ چاروں طرف تیز روشنی پھیل گئی میں خوش ہو رہا تھا کہ آواز آئی ہم تیری عبادت سے خوش ہیں۔

دوسری آواز:۔ نوید ہو تجھے کہ تم نے ہماری رضا حاصل کرلی۔

تیسری آواز:۔ عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں۔ میں نے تیری عبادت سے خوش ہو کر تجھ پر حرام چیزیں بھی حلال کردی ہیں۔

دیگر:۔ عبدالقادر تو نے ہمیں راضی کرلیا۔ ہم بطور انعام تجھ پر باقی زندگی کی عبادت معاف کرتے ہیں۔ میں سمجھ گیا اور لاحول ——— پڑھا وہ روشنی فوراً جاتی رہی اندھیرا ہو گیا اور مردود شیطان سامنے آ گیا۔ میں نے پھر لاحول ——— پڑھا کہ دور ہو جا مردود۔ وہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ میرا یہ آخری حربہ جس سے میں نے بڑے بڑے اولیا کو گمراہ کیا وہ بھی خالی چلا گیا۔ یہ تیرے علم کی وجہ سے ہے میں نے پھر لاحول ——— پڑھا اور کہا مردود جاتے ہوئے بھی مجھ پر وار کر رہا ہے کہ میں نے اپنے علم سے یہ فتح حاصل کرلی۔ میرا علم کیا ہے۔ اللہ کے کرم نے مجھے بچالیا اور میں شیطان کے ہتھکنڈے سے صاف نکل آیا۔ ویرانے چھوڑنے کا سبق آپ نے قاضی ابوسعید مبارک ؒ سے لیا تھا حضور ﷺ نے آپ کو وعظ

Marfat.com

گوئی کا ارشاد فرمایا تو زبان کھل گئی پھر اہل بغداد نے دیکھا کہ شیخ کے سننے والے ہزاروں انسانوں کے علاوہ مردان غیب اور جنات بھی آپ کی تقریر میں زار وقطار روتے اور اثر قبول کرتے تھے۔ ایک تقریر میں آپ کے صاحبزادے سید عبدالرزاق منبر کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور بے ہوش ہو گئے اور ان کے لباس میں آگ لگی ہوئی تھی۔ آپ نے منبر سے اتر کر فرزند کے کپڑوں کی آگ بجھائی۔ مجلس پہ وہ وجد تھا کہ انہیں آگ لگنے اور بجھانے کی خبر ہی نہ ہوئی۔ مجلس ختم ہونے پر آپ نے اپنے فرزند سے پوچھا اس وقت تمہاری کیا حالت تھی۔ وہ کہنے لگے کہ جب میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے مردان غیب ساکت و مدہوش کھڑے اس طرح نظر آئے کہ سارا آسمان ان سے بھرا ہوا تھا اور سب کے جسموں میں آگ لگی ہوئی تھی۔

شیخ ابوالحسن سعد انصاری ۵۲۹ھ میں بغداد آئے۔ حضرت کے وعظ میں آخری صفوں میں جگہ ملی۔ آپ زہد پر تقریر فرما رہے تھے میرے دل میں خیال آیا آپ معرفت پر کچھ ارشاد فرمائیں۔ یہ خیال آتے ہی آپ نے معرفت پر تقریر شروع کر دی۔ پھر مجھے خیال آیا شرک پر تقریر ہو تو اچھا ہے چنانچہ وہ شرک پر بولنا شروع ہو گئے۔ میرے خیال میں اسی طرح فنا و بقا، غیب، حضور کے موضوع آتے گئے اور وہ ان پر تقریر کرتے گئے آخر پچھلی صف پر مجھ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہنے لگے ابوالحسن کیا یہ تیرے لیے کافی

Marfat.com

ہے۔ یہ لفظ سنتے ہی میری حالت غیر ہو گئی۔ دھاڑیں مار کر رونے لگا اور گریبان چاک کر لیا۔

آپ کے ایک ہم عصر بزرگ کا کہنا ہے کہ میں نے جنات کی حاضری کا عمل کیا مگر کوئی جن حاضر نہ ہوا۔ میں دیر تک یہ عمل کرتا رہا مگر حیران تھا۔ آخر جن حاضر ہوئے میں نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو کہا کہ ہم سید عبدالقادر کی وعظ کی مجلس میں حاضر تھے اس لیے دیر ہوئی۔ میں نے حیرانی سے کہا تم بھی حضرت کے وعظ میں حاضر ہوتے ہو۔ انہوں نے کہا آدمیوں سے زیادہ ہمارا وہاں اجتماع ہوتا ہے اور ہمارے کئی قبائل ان کے دست مبارک پر ایمان بھی لا چکے ہیں یہ راز کھلنے پر میں بڑا حیران ہوا مگر ایسا ضروری تھا کیونکہ حضور ﷺ نے خود انہیں وعظ کی تلقین کی تھی اس لیے ان کا وعظ ہر جنس کے لیے پر اثر ہونا ضروری تھا۔

ایک بار آپ وعظ فرما رہے تھے دس ہزار سے زیادہ مجمع تھا یکایک بادل آیا اور موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ آپ نے آسماں کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا میں تو صرف تیرے لیے تیری مخلوق کو جمع کرتا ہوں اور تو اسے منتشر کرنا چاہتا ہے۔ ابھی ان الفاظ کی آواز گونج رہی تھی کہ تقریر والی جگہ بارش بند ہو گئی اور چاروں طرف موسلادھار بارش ہوتی رہی۔ لوگوں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا دور دراز تک اس کی دھوم مچ گئی پھر لوگ دور دور سے آپ کے وعظ میں شامل ہوتے اور دل کی

Marfat.com

کثافتیں دور کر کے چلے جاتے۔ وہ ہمیشہ اپنے خطبے کا آغاز الحمدللہ رب العالمین سے کر کے خاموش ہو جاتے پھر اللہ کی حمد وثنا اور بڑائی بیان کرتے پھر حضور اکرم ﷺ کی رسالت پر گواہی دیتے اور آپ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرتے پھر خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی تعریف فرماتے تقریر کے آخر پر دعا فرماتے۔ اے پروردگار امام اور امت' حاکم اور محکوم دونوں کو صلاحیت عطا کر۔ ان کے دلوں میں محبت ڈال دے' نیکی کی توفیق دے اور ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ تو ہمارے مخفی رازوں سے آگاہ ہے ان کی اصلاح کر۔ تو ہمارے گناہوں کو جانتا ہے معاف فرما۔ تو ہمارے عیبوں سے واقف ہے انہیں چھپا۔ تو ہماری ضرورتوں کو جانتا ہے انہیں پورا فرما۔ جن باتوں سے تو نے منع کیا ہے وہ کرنے کا ہمیں موقع نہ دے اور اپنے حکم کی تعمیل کی توفیق دے۔ ہمیں اپنی اطاعت وعبادت کی عزت نصیب کر اور گناہوں کی ذلت میں نہ ڈال۔ اپنے ماسوا سے ہمیں اپنی طرف کھینچ لے۔ جو تجھ سے ہمیں دور کرے اسے ہم سے دور کر دے۔ ہم کو اپنا ذکر کرنے کا طریقہ سکھا اور صبر وشکر کی توفیق دے کہ ہم تیرے احکام کے پابند رہیں۔ اطاعت وعبادت میں خلوص ویقین نصیب کر۔ ہم بھول جائیں یا ارادتاً کوئی غلطی ہو تو معاف فرما اور ہم پر اگلی امتوں جتنا بوجھ نہ ڈال۔ جس بات کی ہم میں طاقت نہ ہو اس میں مجبور نہ کر۔ ہم سے نرمی فرما اور ہمارے گناہوں کو بخش دے اور اپنا فضل

Marfat.com

وکرم ہمارے شامل حال رکھ۔ تو ہی ہمارا مالک اور حقیقی مددگار ہے تو ہی کافروں پر بھی ہماری مدد فرما۔

تقریر ختم کرتے ہوئے کہتے قال (بیان) ختم ہوا۔ اب حال کی طرف آتے ہیں۔ یہ سن کر لوگوں کی حالت غیر ہو جاتی۔ کئی روتے' سسکیاں لیتے کئی جان سے گذر جاتے' کوئی جنگل کی راہ لیتا۔ گویا یہ سب اس پاک ذات کے لعاب دہن کا معجزہ تھا جس نے عالم خواب میں آپ سے فرمایا تھا۔ جاؤ۔ عبدالقادر۔ اب وعظ کہو۔

ایک مجلس میں شیخ علی بن ابی نصرؒ بھی موجود تھے انہیں نیند آگئی سید عبدالقادر منبر سے اتر آئے اور لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دے کر خود اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد شیخ علی کو جاگ آگئی آپ کو کھڑا دیکھ کر جلدی سے اٹھے مگر آپ نے بٹھا دیا پھر اٹھے آپ نے پھر دبا کر بٹھا دیا آخر شیخ علی بولے آپ کے سامنے میرا بیٹھے رہنا ٹھیک نہیں اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے پوچھا حضور ﷺ آپ کی خواب میں آئے تھے انہوں نے کہا ہاں ابھی خواب میں میں نے دیکھا حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ کہا میں انہی کی تعظیم کے لیے کھڑا تھا آپ نے کچھ فرمایا۔ کہنے لگا یہی فرمایا کہ سید عبدالقادرؒ کی مجلس میں حاضر رہا کرو اور شیخ علیؒ آپ کے ان الفاظ پر حیران تھے گو آپ کے درجے کا انہیں پہلے ہی پتہ تھا۔

شیخ عبدالوہاب سید عبدالقادرؒ کے صاحبزادے تھے ۲۳ سال علوم

Marfat.com

حاصل کرنے کے بعد ایک مجلس میں وعظ کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی اور انہوں نے فاضلانہ تقریر کی مگر مجلس میں باتیں ہو رہی تھیں کوئی توجہ نہ دے رہا تھا آپ منبر سے اتر آئے۔

پھر سید عبدالقادرؒ منبر پر آئے اور فرمایا۔

اے لوگو! کل میں روزے سے تھا ام یحییٰ نے ایک کورے سکورے میں کچھ انڈے بھون کر طاق میں رکھ دیئے تھے۔ ایک بلی آئی اور اس نے سکورے کو طاق سے نیچے پھینک دیا۔ سکورا ٹوٹ گیا اور انڈے خاک میں مل گئے۔ انہیں الفاظ پر حاضرین کی حالت بدل گئی عبدالوہاب حیران ہوئے۔ آپ نے کہا۔ فرزند۔ تقریر کرتے وقت تمہارا چہرہ متحیر کیوں تھا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اس بات کا رنج ہوا تھا کہ میری عالمانہ تقریر ضائع گئی۔

مگر میرے معمولی الفاظ نے محفل کو زیر وزبر کر دیا۔ شیخ عبدالقادر نے کہا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہے سید وہاب نے کہا میں فرق واضح کرتا ہوں غور سے سنو۔ سید عبدالوہاب ہمہ تن گوش ہو گئے۔

تمہیں اپنے سفر ظاہر پر ناز ہے تم نے ابھی عالم باطن کا سفر نہیں کیا۔ جب میں کلام کرتا ہوں تو خدا کی تجلیاں اثر لیکر ظاہر ہو جاتی ہیں۔ میری نظر حقیقت پر ہوتی ہے میں خود کو گم کر کے کلام کرتا ہوں اور تم خودی میں قائم ہو کر بولتے ہو۔ سید عبدالوہاب نے غلطی تسلیم کر لی کہ مجھے اپنے علم

Marfat.com

ظاہری پر ناز تھا۔ سید عبدالقادر نے فرمایا جب میں نے آغاز کیا تو اہل مجلس بے حال ہو گئے حالانکہ ظاہراً ذکر انڈوں، مٹی کے سکوروں اور بلی کا تھا۔ حقیقتاً یہ وجود، نفس اور شیطان کی طرف اشارے تھے سمجھنے والے سمجھ گئے اور اثر پیدا کرنے والے نے ان معمولی الفاظ میں جان ڈال دی کہ دل گرما گئے۔

شیخ عمرؒ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دست مبارک پر کم از کم ایک لاکھ پانچ ہزار عیسائیوں اور قزاقوں وغیرہ نے اسلام قبول کیا۔ سنان ایک عیسائی راہب کا بیان ہے کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا تھا۔ رات کو عیسیٰؑ خواب میں آئے اور کہا بغداد جاؤ۔ سید عبدالقادر کے پاس جا کر اسلام قبول کرو چنانچہ میں نے ایسے ہی کیا۔ محی الدین کے لقب کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دن بغداد کے شہر سے باہر ایک کمزور انسان کو دیکھا جو گر رہا تھا اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا میں مر رہا ہوں کوئی ایسی دوا دو جس سے میں بچ سکوں میں نے قرآن کی کچھ آیات پڑھیں وہ اپنے آپ کھڑا ہو گیا اور صحت مند نظر آنے لگا اور میرا نام لے کر پکارا تم مجھے پہچانتے ہو۔ میں نے کہا۔ نہیں اس نے کہا میں محمد ﷺ کا دین اسلام ہوں کمزوری نے میرا یہ حال کر دیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے ہاتھوں زندہ کیا ہے۔ آج سے تم محی الدین ہو یعنی دین کو زندہ کرنے والا۔ وہ شخص غائب ہو گیا اور میں جامع مسجد کی طرف نماز کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں ایک شخص ننگے

Marfat.com

پاؤں میرے پاس آیا اور سیدی محی الدین کہہ کر چلا گیا اور میں مسجد میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے دوگانہ ادا کیا اور جونہی سلام پھیرا چاروں طرف سے نمازی میرے گرد جمع ہو گئے اور محی الدین' محی الدین پکارنے لگے۔ شیخ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عبدالقادر جیسی تعظیم کسی کی نہیں دیکھی۔ ایک ایک وقت میں چار چار سو دواتیں شمار ہوتی رہیں جو آپ کے ارشادات قلمبند کرتے تھے۔ امیروں اور وزیروں کا تو ذکر ہی کیا خود خلیفہ نیازمندانہ حاضر ہوتا اور سر جھکا کر بیٹھ جاتا۔

شیخ ایوب العباس معصلؒ کہتے ہیں کہ میں سید عبدالقادر جیلانیؒ کے مدرسہ میں موجود تھا خلیفہ مستجد باللہ آئے اور دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور کہا مجھے کوئی نصیحت فرمایئے آپ نے حقوق العباد اور راعی کے فرائض پر لیکچر دیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے اپنے خادم کو اشارہ کیا وہ آیا اس کے پاس دس تھیلیاں اشرفیوں کی تھیں خلیفہ نے وہ تھیلیاں نذر میں پیش کیں مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آخر اصرار پر دو تھیلیاں پکڑیں انہیں نچوڑا تو ان میں سے تازہ خون رسنا شروع ہوا۔ کہنے لگے تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ مجھے پلانے کے لیے اس کے بندوں کا خون لائے ہو تم نے خوب میری قدر کی۔

خلیفہ۔ شدت خوف سے بے ہوش ہو گئے جب وہ ہوش میں آئے تو آپ نے فرمایا۔ بس چلے جاؤ اگر مجھے رسول کریم ﷺ کے نسب کا لحاظ نہ ہوتا تو خدا کی قسم اس خون کو تمہارے محلات تک بہا دیتا۔

Marfat.com

خلیفہ مستجد باللہ کا تعلق حضور ﷺ کے چچا عباسؓ کے خاندان سے تھا اور یہ اس طرف اشارہ تھا۔ قرآن حکیم کے مطابق اولاد و اموال بڑی آزمائش ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ ان دونوں آزمائشوں میں ثابت قدم رہے۔ آپ کی تقریر کے دوران آپ کے بعض فرزندوں کا انتقال ہو گیا اہل خانہ اور خدمت گاروں نے ان کے کفن دفن کا بندوبست کیا اور جنازہ سامنے لا کر رکھ دیا۔ نماز پڑھائی اور بیٹے کو قبر میں اتارتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی رضا یہی تھی ہم ہر حال میں اس سے راضی ہیں اور وہ بھی ہم سے راضی رہے۔

ان کا قول ہے دنیا میں سے اپنا حصہ اس طرح نہ کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو بلکہ تو اسے اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے کھڑی ہو۔ دنیا اس کی خدمت کرتی ہے جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہو اور جو دنیا کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے وہ اسے ذلیل کرتی ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ عزت و تونگری سے کھا۔

ایک بار فرمایا۔ دنیا ہاتھ میں' جیب میں۔ اچھی نیت سے رکھنی جائز مگر دل میں رکھنا جائز نہیں۔ دنیا کا دروازے پر کھڑا ہونا جائز مگر اندر داخل ہونا جائز نہیں اور یہ تیرے لیے کوئی عزت کی بات نہیں۔ حافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسفؒ آپ کے اخلاق کے متعلق لکھتے ہیں۔ آپ کی دعا کو قبولیت حاصل تھی۔ ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ نرم دل' مسکراتا چہرہ' سخی' عالم

Marfat.com

وفاضل تھے عبرت کی بات پر رو پڑتے۔

مفتی عراق محی الدین ابو عبداللہ کہتے ہیں آپ بری بات سے دور اور حق بات سے قریب تھے اگر اللہ کے حکم سے بے پرواہی ہوتی تو جلال میں آ جاتے۔ ذاتی بات پر کبھی ناراض نہ ہوتے اور ان کا انتقام صرف اللہ کے حقوق کے بارے میں ہوتا۔ کسی سوالی کو خالی نہ بھیجتے خواہ اپنا کرتہ ہی اتار کر دینا پڑے۔

علامہ ابن نجارؒ بیان کرتے ہیں۔ آپ کہا کرتے کہ اگر ساری دنیا کی دولت میرے پاس ہو تو بھوکوں کو کھانا کھلا کر خرچ کر دوں وہ یہ بھی کہتے کہ میرے ہاتھ میں شاید سوراخ ہے کہ یہاں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی ہزار دینار بھی ہوں تو رات ہی میں خرچ ہو جائیں۔ شیخ محمد بن یحیٰ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ رات وسیع دسترخوان بچھایا جاتا۔ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے۔ کمزوروں سے محبت کرتے ہر شخص یہی سمجھتا کہ یہاں میری زیادہ عزت ہے۔ کوئی غیر حاضر ہوتا تو پتہ کرتے۔ تعلقات کا بڑا لحاظ رکھتے۔ غلطیاں معاف کر دیتے کوئی شخص کسی بات پر قسم کھالیتا تو مان لیتے خواہ وہ خود جانتے بھی ہوتے۔

آپ کے بیٹے عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ آپ ایک دفعہ حج کو چلے خدمتگاروں کا گروہ ساتھ تھا راستے میں ایک آبادی کے قریب شام ہوئی۔ تو خدام کو فرمایا۔ اس بستی میں سب سے مفلس اور نادار شخص تلاش

Marfat.com

کرو۔ تلاش کے بعد انہوں نے ایک گھر کی نشان دہی کی۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ آپ وہاں گئے گھر میں ایک بوڑھا کمزور و بیمار۔ ایک بوڑھی اور ایک ان کا بچہ تھا۔ آپ نے کہا ہم آپ کے ساتھ ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ مالک مکان نے اداس نظروں سے دیکھا۔ اس کے دل میں ان کی عزت تھی مگر اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس کی اداسی دیکھ کر کہنے لگے بھئی اگر تم نہیں چاہتے تو ہم کہیں اور چلے جاتے ہیں۔ بوڑھا رونے لگا کہ آپ کا آنا میری خوش بختی ہے مگر گھر میں ایک ٹکڑا بھی نہیں۔ آپ نے کہا تمہارا احساس ہی کافی ہے اور سب کو آج رات یہاں ٹھہرنے کے لیے حکم دے دیا۔

دوسرے دن بستی کے مشائخ اور امراء کو معلوم ہوا تو دست بستہ حاضر ہو گئے اور کہا یا شیخ آپ ہمارے ہاں ٹھہریں۔ یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ شیخ نے امراء کی دعوت قبول نہ کی اور مالک مکان کا دل نہ توڑا بلکہ کہا کہ میرے لیے یہ مناسب ترین جگہ ہے۔ بالآخر اس علاقے کے لوگوں نے اپنی تمام نذریں اس مکان پر جمع کرنا شروع کر دیں۔ شیخ نے فرمایا۔ اس مال سے میں یا میرے ساتھیوں کو کوئی تعلق نہیں یہ اس بوڑھے شخص کا ہے اور وہ بوڑھا راتوں رات مالدار بن گیا۔

ایک بار آپ ایثار پر تقریر فرما رہے تھے۔ یک لخت آسمان کی طرف دیکھا پھر نظر نیچے کی پھر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا میں تم سے زیادہ نہیں سو دینار کے لیے کہتا ہوں۔

Marfat.com

لوگ گھروں کو بھاگے۔ چالیس ہزار دینار لے آئے آپ نے صرف سو دینار اٹھا لیے اور اپنے ایک خدمتگار سے کہا یہ لے اور شونیزیہ کے قبرستان میں ایک بربط نواز ہے اسے دے آ۔ اور اسے میرے پاس لے آ۔ وہ گیا وہاں وہ بربط نواز مل گیا سو دینار دیئے اور شیخ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے اس سے کہا اب اپنا قصہ سناؤ۔ اس نے بربط نوازی کا پیشہ اختیار کر کے دولت کمانے اور آخر اس حالت پر پہنچنے کا قصہ سنایا اور کہا آج میں صبح ہی سے بے چین تھا ایک قبر سے آواز آئی۔ بھائی تم کہاں تک مردوں کو اپنا گانا سناؤ گے۔ اب تم خدا کے ہو جاؤ اور اسے گانا سناؤ۔ یہ آواز سن کر میری حالت غیر ہو گئی میں وہیں سو گیا جاگا تو یہ اشعار پڑھے۔

الٰہی قیامت کے دن کے لیے میرے پاس کوئی سامان نہیں سوائے اس کے کہ دل سے امید مغفرت رکھتا ہوں اور زبان سے تیری حمد و ثنا کرتا ہوں۔ امید رکھنے والے کل تیری بارگاہ میں بامراد ہوں گے اگر میں محروم رہ جاؤں تو میری بدقسمتی پر سخت افسوس ہے۔ اگر نیک لوگ ہی تیری خواہش کیا کرتے تو گناہ گار کس کے پاس جا کر پناہ لیتے۔ میرا بڑھاپا قیامت کے دن تیری بارگاہ میں میرا شفیع بنے گا امید ہے کہ تو میری ضعیفی پر نظر کر کے مجھے دوزخ سے بچا لے گا اور کہنے لگا ابھی میں یہ شعر پڑھ ہی رہا تھا کہ آپ کے خدمت گار نے مجھے دینار دیئے۔ شیخ نے فرمایا۔ اب تیرا کیا ارادہ ہے بوڑھے نے کہا میرا ارادہ ہی کیا۔ سب کچھ اسی کا ہے۔ آپ کے

Marfat.com

ذریعے مجھے سب کچھ مل گیا۔ اس نے اپنا بربط توڑ دیا اور بلند آواز سے کہا۔ اللہ مجھے معاف کرے۔ میں گانے سے تائب ہوتا ہوں۔

بوڑھے کا یہ حال دیکھ کر ان چالیس آدمیوں نے بھی وہ دینار اسے دے دیئے۔ مجلس میں گریہ وزاری اور بے ہوشی آگئی۔ پانچ آدمی جان سے جاتے رہے۔ شیخ کا یہی وطیرہ رہا۔ گھر میں ہوتے تو سودا خود خریدنے جاتے۔ سفر میں ہوتے تو منزل پر سودا لا کر روٹی خود پکاتے اور لوگوں کو کھلاتے۔ خدمتگاروں کے کہنے پر بھی خدمت نہ لیتے۔ بیوی بیمار ہوتی تو گھر کا کام بھی خود کرتے یہاں تک کہ پانی بھی خود لاتے۔ آپ کی تواضع کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ گلی سے گذرتے ہوئے ایک بچے نے آپ کو پیسہ دیا کہ میرے لیے مٹھائی لاؤ۔ اس طرح کئی اور بچوں نے باربار آوازیں دے کر آپ کو واپس بلایا۔ آخر آپ مٹھائی لائے اور سب بچوں کو دے دی اور خوشی خوشی ان سے باتیں کرتے رہے آپ ضعیفوں اور مسکینوں کے کپڑے بھی خود دھو دیتے۔ فقرا کی عزت کرتے۔ خلیفہ آتا تو اندر چلے جاتے تاکہ مجھے ان کے سامنے اٹھنا نہ پڑے۔

بغداد کے ایک مشہور بزرگ حرادہ ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ سے بڑھ کر کوئی بااخلاق' نرم مزاج اور تعلقات کا خیال رکھنے والا نہیں دیکھا۔ وہ ہر طرح غریبوں کی پاسداری کرتے اور خلیفہ کو جب بھی لکھتے تو طرز یہ ہوتی۔ عبدالقادر تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے۔ اس کا حکم

Marfat.com

تم پر جاری ہے اور اس کی اطاعت تم پر واجب ہے۔ وہ تم پر حجت ہے اور تمہارا پیشوا ہے۔ خلیفہ خط کو دیکھتا۔ آنکھوں سے لگاتا۔ بوسہ دیتا اور بے اختیار ہو کر کہتا۔ شیخ عبدالقادر سچ فرماتے ہیں۔

حافظ عمادالدین ابن کثیر شیخ کی سیرت پر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ انصاف کے لیے حاکم وقت کا احتساب کرنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ ایک دفعہ خلیفہ مقتفی نے ابوالوفا یحییٰ بن سعید کو قاضی بنا دیا وہ بہت ظالم شخص تھا آپ نے اپنی تقریر ہی میں خلیفہ کو متنبہ کیا کہ اے خلیفہ تم نے ظالم الظالمین کو قاضی بنا دیا ہے قیامت کے دن ارحم الرحمین خدا کو کیا جواب دو گے خلیفہ نے جب یہ سنا تو قاضی کو الگ کر دیا۔

شیخ قرآن کی آیات اللہ کے دین میں پورے پور داخل ہو جاؤ۔

اے لوگو! دوسرے سے وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

کا نمونہ تھے۔ قول و فعل کی یکسانیت ہی ایمان ہے۔ جس سے احکام الٰہی کی پابندی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے ایک صحابیؓ کا بچہ مٹھائی بہت کھاتا تھا اور صحابی اس کی اس عادت سے بیزار تھا۔ وہ بچے کو لے کر دعا کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کچھ دن بعد آنا۔ وہ پھر گیا تو حضور ﷺ نے بچے کو کہا۔ میٹھا مت کھایا کرو۔ وہ بچے کو لے کر چلا گیا۔ دوسرے صحابہؓ نے عرض کی کہ اس تاخیر کی کیا وجہ تھی۔ کہا اس وقت میں

Marfat.com

خود شہد کھاتا تھا۔ بچے کو کیسے اس بات کی نصیحت کرتا جو میں خود نہیں کر رہا تھا۔ یہی قول و فعل کی یکسانیت ہے جو حضورؐ میں اس درجہ قائم تھی کہ کفار بھی اس کی تصدیق پہ مجبور ہیں۔ شیخ نے بھی حضور ﷺ کی اتباع میں کمال کر دکھایا اور غوث کے درجہ تک پہنچے۔ غوث فریادرس کو کہتے ہیں اور وہ ہر غریب کی فریاد پر ساتھ دیتے تھے اور ان میں وہ تمام صفات موجود تھیں۔

شیخ محمد بن علیؒ ' ابو محمد الحسن شیخ ابوبکر عبداللہ نصر اور حافظ عبدالمغیث کا بیان ہے کہ شیخ کے مہمان خانے میں ہونے والی وعظ میں ہم حاضر تھے اور آپ نے کہا تھا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اس وقت عراق کے بھی کوئی ۴۷ ولی موجود تھے جو سب آپ کی اطاعت میں آگئے۔

شیخ ارضی کا بیان ہے کہ شیخ کے ان لفظوں کے بعد مروان غیب کی بہت بڑی جماعت ہوا میں اڑتی ہوئی نظر آئی۔ یہ جماعت آپ کی طرف آ رہی تھی۔ خضرؑ نے انہیں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔

شیخ مطر کہتے ہیں ایک محفل میں شیخ محمد' شیخ احمد موجود تھے اس وقت شیخ مکارم نے فرمایا۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جس روز شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے متذکرہ الفاظ بیان کیے تھے اس وقت روئے زمین کے تمام اولیائے مشاہدہ کیا کہ قطبیت کا جھنڈا اور غوث کا تاج

Marfat.com

شریعت و طریقت کے نقش و نگار سے آراستہ تھا اور آپ کے سر مبارک پہ سجایا گیا اور جھنڈا نصب کیا گیا۔ یہ دیکھ کر دس ابدالوں نے سر تسلیم خم کر دیئے۔ شیخ مطر نے شیخ مکارم سے پوچھا وہ دس ابدال کون ہیں۔ انہوں نے ان کے اسماء گرامی یہ بتائے۔ (۱) شیخ بقاء (۲) شیخ ابو سعید (۳) شیخ عدی بن مسافر (۴) شیخ موسیٰ (۵) شیخ احمد بن رفاعی (۶) شیخ عبدالرحمٰن (۷) شیخ ابو محمد (۸) شیخ حیات بن قیس (۹) شیخ ابو مدین مغربی۔ یہ نو اصحاب ہوئے دسواں شاید خود بیان کنندہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شیخ عبدالقادر نے جذب کی حالت میں کہے اور بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے خدا کے حکم سے یہ کہا۔

شیخ عدی بن مسافر، شیخ احمد رفاعی، شیخ ابو اسحٰق ابراہیم، شیخ علی، شیخ ابو سعید اور شیخ حیات بن قیس سب متفق ہیں کہ شیخ نے یہ بات خدا کے حکم سے کہی تھی اور اس سے فردیت یعنی منفرد شخص مراد ہے کہ ہر زمانے میں فرد ہوئے مگر سید عبدالقادر جیلانیؒ کو اس کے اظہار کا حکم ہوا۔ جیسے آدمؑ کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا وہ اللہ کے حکم سے کیا تھا۔ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا کہ اس سے سید عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامات کا بکثرت ظاہر ہونا مراد ہے شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے کہا ہے کہ قدم اپنے مازی معنی طریقہ میں استعمال ہے کیونکہ ان کا طریقہ تمام اولیا سے ارفع و اعلیٰ تھا، اور ان کا فرمان اسی دور کے اولیا کے ساتھ مخصوص ہے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی

Marfat.com

بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

ایک واقعہ یہ بھی ہوا کہ کسی دوسرے بزرگ نے یہ لفظ سن کر کہا کہ ان کا قدم میری گردن پر نہیں۔ یہ بات ختم ہو گئی مگر وقت نے کچھ یوں کروٹ لی کہ اہل دل لرز گئے اور خدا کی پناہ مانگنے لگے۔ وہ بزرگ جس نے سید عبدالقادر جیلانیؒ کی بات کو جھٹلایا تھا کچھ دنوں بعد اپنے مریدوں کے ہمراہ ایک دیہاتی علاقے سے گزر رہے تھے کہ وہاں ایک عیسائی نوجوان لڑکی مویشی چراتی ہوئی ملی۔ بزرگ دیکھ کر وہاں جم کر کھڑے ہو گئے۔ مریدوں نے توجہ دلائی تو کہنے لگے تم چلے جاؤ۔ میری منزل آگئی ہے اور پھر کھڑے رہے۔ مگر انہوں نے غصے سے کہا جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ یہ بزرگ حافظ قرآن اور خوش الحان تھے۔ شاہی منصب بھی حاصل تھا۔ مرید جب چلے گئے دوسرے دن ایک مرید پھر آیا اور دیکھا کہ وہ عیسائی لڑکی کے پیچھے خادموں کی طرح پھر رہے ہیں۔ آخر اس نے کہا حضور چلئے علم کے پیاسے لوگ وعظ کے لیے انتظار کر رہے ہیں۔ بزرگ نے کہا کون علم کے پیاسے اور کیسا وعظ میں کسی کو نہیں جانتا اور لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں اس کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ پھر کچھ دن بعد مرید نے دیکھا جنگل میں عیسائی لڑکی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی اور بزرگ مویشی چرا رہے تھے۔ مرید نے کہا پیرو مرشد یہ کیا ہے بزرگ نے کہا میں جس سے محبت کرتا ہوں اس کی ہر نسبت میرے لیے عزت ہے اور بکریاں لے کر آگے چلا گیا۔

Marfat.com

پھر ایک دن اس مرید نے دیکھا بزرگ درخت کے نیچے سو رہے تھے اور جانوروں کے بچے اس کے اوپر چڑھے ہوئے تھے وہ کانپ گیا اور اپنے بزرگ کے وہ لفظ یاد آ گئے جو عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق کہے تھے۔ وہ آگے بڑھے بزرگ کے پاؤں پکڑ لیے۔ وہ جاگ اٹھا اور غصے سے بولا۔ تم نے مجھے کیوں جگایا۔ آخر تم کون ہو۔ شیخ میں آپ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ بزرگ نے کہا۔ مرید نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ کیا آپ کو قرآن پاک بھی یاد نہیں۔ بزرگ کچھ دیر سوچتے رہے اور پھر کہا قرآن کی ایک سورت مجھے یاد ہے اللہ ایک ہے۔ مرید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اپنے وقت کا بہترین حافظ قرآن عیسائی دوشیزہ کے عشق میں سب کچھ بھلا بیٹھا تھا۔ مرید چپ چاپ واپس چلا گیا پھر ہزاروں انسانوں نے دیکھا وہ سید عبدالقادر جیلانیؒ کے قدموں سے لپٹا ہوا رو رہا تھا حضرت انہیں معاف کر دیں۔ کیسے معاف کر دوں آپ نے فرمایا۔ مرید نے وہ واقعہ دہرایا جسے سب بھول چکے تھے۔ میرے دل میں ان کے لیئے کوئی غبار نہیں یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر بھی میں نے انہیں معاف کیا۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے باآواز بلند کہا۔ مرید نے روتے ہوئے کہا۔ آپ ان کے لیے دعا کریں وہ تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔ اگلا قدم صرف ہلاکت ہے۔ شیخ نے دعا کی تو وہ ہوش میں آگیا اور عیسائی لڑکی پر لعنت بھیج کر شہر کو لوٹا۔ اپنے مقام پر جانے کی بجائے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

Marfat.com

معافی مانگی اور باآواز بلند کہنے لگا۔ سیدی میری گردن پر بھی آپ کا قدم مبارک ہے۔ اس واقعہ سے ہر دور کے بزرگوں نے عبرت حاصل کی ہے۔

شیخ نے خود فرمایا کہ میری تکذیب تمہارے لیے زہر قاتل ہے۔ اگر شریعت نے میری زبان نہ بند کی ہوتی تو میں تماری ہر چیز تمہیں بتا دیتا۔

آپ کمزور جسم' قد درمیانہ' رنگ گندمی' سینہ کشادہ' داڑھی لمبی اور گنجان' بھنویں باریک آواز پرجلال اور بلند' روشن اور پرکشش آنکھیں' مزاج لطیف' طبیعت نفاست پسند' صفائی اور خوشبو کا اہتمام ہوتا۔ عالمانہ شان لباس' اچھا کپڑا استعمال کرتے۔

شیخ ابو عمر عثمانؒ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلامؒ' امام نوویؒ' نورالدین ابوالحسنؒ' علامہ کاتب چلپتی' علامہ تاج الدین سبکیؒ' شیخ بن رفاعی سب بزرگ آپ کی کرامات کثیرہ کے قائل ہیں۔

آپ کی چار بیویاں تھیں اور ان سے اللہ نے بہت اولاد دی کچھ آپ کی زندگی میں مر بھی گئے اور باقی آپ کے بعد بھی دنیا کو بھلائی کی ہدایت کرتے رہے۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے صاحبزادے عبدالوہاب آپ کے پاس تھے کہنے لگے مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔ کہا۔

ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو۔ خدا کے سوا کسی سے خوف نہ کھاؤ اور نہ

Marfat.com

اس کے سوا کسی سے امید رکھو اور اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کر دو۔ صرف اس پر بھروسہ رکھو اور سب کچھ اس سے مانگو۔ توحید اختیار کرو۔ کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔ جب دل خدا کے ساتھ درست ہو جاتا ہے تو کوئی چیز اس سے چھوٹتی نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس سے باہر نکل کر جاتی ہے۔

پھر اپنے فرزندوں سے فرمایا۔ میرے گرد سے ہٹ جاؤ۔ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن باطن میں دوسروں کے ساتھ ہوں۔ میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ (فرشتے) بھی حاضر ہیں۔ ان کے لیے جگہ خالی کر دو۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق اور شیخ موسیٰ کا بیان ہے کہ آپ باربار دونوں ہاتھ اٹھا کر فرماتے تھے۔ تم پر سلام اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں حق کی طرف رجوع کرو اور جنت میں داخل ہو۔ میں ابھی تمہارے پاس آیا۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالعزیز نے آپ کی تکلیف کا حال پوچھا تو فرمایا۔ مجھ سے کوئی کچھ نہ پوچھے میں علم الٰہی میں پلٹے کھا رہا ہوں۔ میرے مرض کو نہ کوئی جانتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ نہ انسان' نہ جن' نہ فرشتہ' خدا کے حکم سے خدا کا علم نہیں ٹوٹتا۔ حکم بدل جاتا ہے اور علم نہیں بھولتا۔ حکم منسوخ ہو جاتا ہے علم منسوخ نہیں ہوتا۔ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصلی تحریر ہے۔ آپ کے صاحبزادے عبدالجبار نے پوچھا کہ آپ کے جسم میں کہاں تکلیف

Marfat.com

ہے۔ کہا میرے اعضاء مجھے تکلیف دے رہے ہیں مگر دل کو کوئی تکلیف نہیں وہ اپنے خدا کے ساتھ صحیح ہے۔ پھر جب وقت آخر آیا تو بلند آواز سے کہا میں اس خدا سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک و برتر ہے زندہ ہے اور جسے فنا ہونے کا اندیشہ نہیں۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوں پر غلبہ دکھایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ آپ کے صاحبزادے موسیٰ کہتے ہیں۔ آپ نے لفظ تعزز فرمایا مگر ٹھیک ادا نہ ہو سکا۔ آپ بار بار اسے دہراتے رہے یہاں تک کہ یہ لفظ آپ کی زبان سے ٹھیک ٹھیک ادا ہو گیا پھر تین بار اللہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ کی آواز غائب ہو گئی۔ آپ نے گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۰ سال تھی۔ بغداد میں دفن ہوئے ساڑھے آٹھ صدیاں گذر جانے کے بعد ان کا مزار آج بھی لوگوں کے لوٹ کر آنے کی جگہ ہے۔ لوگ آتے ہیں سلام کر کے چلے جاتے ہیں مگر باہوش شخص ایک آواز سنتے ہیں جو امام ابن تیمیہؒ کی ہے اور وہ ان کی کرامات کی گواہی دیتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ

نام فریدالدین مسعود لقب گنج شکر۔ والد کا نام قاضی جمال الدین سلیمان والدہ قرسم خاتون۔ ۵۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ درویش فرخ شاہ کابل وغزنی کے پہاڑوں میں حضرت عمر فاروقؓ عرب کے عدی قبیلہ کے سردار اور رسولؐ کے خلیفہ ثانی کی نسل کی یادگار تھے۔ فرخ شاہ کی چوتھی پشت سے شیخ شعیبؒ پیدا ہوئے اور ان کی شادی محمود غزنوی کی بہن سے ہوئی۔ محمود غزنوی نے یہ کہتے ہوئے اس رشتہ کا اعلان کیا کہ میری بہن یہ تو کہہ سکے گی کہ میں فاروق اعظمؓ کے خاندان کی ایک ادنیٰ کنیز ہوں۔ کچھ دیر کے بعد شیخ شعیبؒ نے شادی کرلی۔ جب اسلامی سلطنت میں انتشار

Marfat.com

پیدا ہو گیا تو منگولوں کے فتنہ سے کابل و غزنی بھی محفوظ نہ رہے۔ چنگیز خان کے حملوں نے سب کچھ تباہ کر دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ شعیبؒ کے والد شیخ امجد بھی تاتاریوں کی لڑائی میں شہید ہوئے مگر بعض ان کی شہادت کسی اور جگہ بتاتے ہیں۔ بہرحال اس تباہی کے بعد شیخ شعیب غزنی سے اپنی بیوی' تین بچیوں اور دیگر اہل خاندان کے ساتھ گھومتے گھامتے لاہور آپہنچے اور وہاں سے قصور میں آمقیم ہوئے۔ قصور کے قاضی ان کی نسبت جانتے تھے۔ انہوں نے شہاب الدین غوری کو لکھا۔ غوری نے انہیں بڑی چاہت سے اعزاز بخشنے کی کوشش کی مگر آپ نے قبول نہ کیا آخر قاضی قصور نے آپ کو کھوتوال کا قاضی مقرر کر دیا اور لوگ ان کے انصاف کے گن گاتے تھے۔ جمال الدین سلیمان آپ کے صاحبزادے تھے۔ آپ جوانی میں ہی علم و دانش اور تقریر و تحریر میں کمال حاصل کر چکے تھے انہوں نے ملتان کے مشہور بزرگ حضرت مولانا وجیہہ الدین کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے اپنی بیٹی قرسم خاتون کا نکاح جمال الدین سلیمان سے کر دیا۔ حضرت نظام الدین اولیا قرسم خاتون کی بزرگی کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ جلال الدین سلیمان کے فوت ہو جانے کے بعد قرسم خاتون اس کمرے کے دروازے پر عبادت الٰہی میں مصروف تھیں جس میں بچے سو رہے تھے ایک چور آیا اور وہ اپنی خواہشات کے مطابق اندر داخل ہوتے ہوئے اندھا ہو گیا۔ گھبرا کر واپس لوٹا مگر ٹھوکریں کھا رہا تھا آخر چیخا اور معافی کا خواستگار

Marfat.com

ہوا۔ قرسم خاتون عبادت سے اٹھیں اور چور کو دیکھا جو اپنی بینائی کے لیے رو رو کر التجا کر رہا تھا۔ آپ نے اللہ سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔ اے اللہ ہم کمزوروں کا تو ہی محافظ ہے ہماری دستگیری کرنے والا تو ہی ہے تیرے ہی خوان کرم سے ہم پرورش پا رہے ہیں۔ میں نے اس چور کو معاف کیا تو بھی اس کا قصور معاف کر کے آنکھوں کی روشنی واپس دے دے۔ چور کی آنکھیں روشن ہو گئیں اس نے قذاق کا پیشہ چھوڑ دیا۔ مسلمان ہو کر عبداللہ نام رکھا جو عبادت گذاری میں جانکاہ محنت کرتا رہا اور شیخ عبداللہ بزرگ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا مزار بھی حضرت بابا فریدالدین ؒ کے والد جلال الدین سلیمان اور ان کے بڑے بھائی عزالدین محمود ؒ کے پہلو میں ہے۔ زائرین آتے ہیں اور انہیں اس واقعہ سے اللہ کی کرشمہ سازیوں کا علم ہوتا رہتا ہے۔ اسی قرسم خاتون عابدہ کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے اور ایک لڑکی۔ حضرت فریدالدین مسعود ؒ، حضرت اعزاز الدین محمود ؒ اور حضرت نجیب الدین متوکل اور ہاجرہ چاروں بھائی بہن جمال الدین سلیمان کی اولاد تھے۔ ہاجرہ کے بطن سے علی احمد صابر کلیر ؒ پیدا ہوئے۔

بابا فرید ؒ ابھی پانچ چھ سال کے تھے کہ ان کے والد وفات پا گئے۔ رشتہ داروں نے کہا بچوں کا کیا کیا جائے۔ قرسم خاتون نے کہا بے شک ان کا باپ وفات پا گیا ہے مگر اللہ جو اول و آخر۔ ظاہر و باطن۔ حی و قیوم ہے

Marfat.com

وہی ہم سب کا نگہبان ہے چنانچہ بچوں کی تربیت ماں نے کی۔ جب پہلے پہل فریدالدین کو جو ابھی چھوٹے ہی تھے ماں نے کہا بیٹا نماز پڑھا کرو۔ اللہ نماز پڑھنے والوں کو بڑے بڑے انعام دیتا ہے۔ چھوٹے ہونے کی بنا پر انہوں نے بھول پن میں پوچھا اللہ کیا انعام دیتا ہے۔ ماں نے کہا نمازی بچوں کو پہلے شکر ملتی ہے پھر آہستہ آہستہ بڑے بڑے انعامات ملنے شروع ہو جاتے ہیں چنانچہ بچہ اِدھر اُدھر جاتا تو ماں مصلیٰ کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیتی یہ سلسلہ کئی ماہ جاری رہا مگر ایک روز وہ کام کاج میں شکر رکھنا بھول گئیں۔ دوسرے دن یاد آیا تو بیٹے کو بلا کر پوچھا فرید کل تمہیں مصلیٰ کے نیچے سے شکر ملی تھی۔ جی ہاں مجھے ہر نماز کے بعد شکر مل جاتی ہے۔ یہ سن کر ماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے گویا وہ اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی اگر تیرا دست غیب اسے شکر فراہم نہ کرتا تو فرید میرے بارے میں کیا سوچتا پھر قرسم خاتون نے فرید کو گلے سے لگایا اور فرمایا میرا بیٹا فریدالدین مسعود گنج شکر ہے اور یہی ان کا لقب بن گیا۔

ابتدائی تعلیم سید نذیر احمد کے پاس کوٹھووال کے مکتب میں حاصل کی۔ سید نذیر احمد اپنے وقت کے عالم و فاضل تھے۔ گیارہ سال کی عمر میں قاری محمد کی نگرانی میں قرآن حفظ کیا اور مادر گرامی کے ساتھ حج پر گئے۔ دوسرے رشتہ دار بھی ساتھ تھے۔ آپ نے کہا میری خواہش ہے استاد بھی ہمراہ چلیں۔ ماں خاموش رہی مگر سید نذیر احمد کے احسانات سے وہ ممنون

Marfat.com

تھی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے ہمیں طاقت دی ہے وہ غیور آدمی ہیں۔ سوال کرنا ہی نہیں جانتے اگر وہ خانہ کعبہ ہمارے ساتھ پہنچ جائیں گے تو یہ ان پر کوئی احسان نہیں ہو گا بلکہ ان کے احسانات کا کچھ بوجھ ہم سے ہلکا ہو جائے گا۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور سوچا میرا بچہ احسان فراموش نہیں پھر جب یہ قافلہ چلا تو بابا فرید الدین بہت خوش تھے۔ حج کے بعد بابا فرید ؒ کو اگلی تعلیم کے لیے ملتان بھیج دیا۔ آپ بڑی جانفشانی سے مولانا منہاج الدین کی مسجد میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ۵۸۷ھ میں ۱۸ سال کی عمر میں بابا فرید مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک خوشبو نے انہیں چونکا دیا۔ دیکھا تو ایک روشن چہرہ بزرگ وضو خانے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ بزرگ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ کے بڑے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ تھے۔ وہ حضرت بہاء الدین زکریا ؒ کی دعوت پر ملتان آئے تھے۔ بابا فرید ؒ کا دل کتاب سے اچاٹ ہو گیا ایک لفظ بھی یاد نہ ہوتا تھا۔ آخر کتاب بند کر دی اور حضرت قطب ؒ کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بزرگ وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے مگر آپ کتاب کو پکڑتے پھر وہی حالت ہوتی اور ان بزرگوں کے چہرے کو بار بار دیکھتے کہ ایسا روشن چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بزرگ نماز ادا کر کے اس گوشہ کی طرف تشریف لائے۔ جہاں بابا فرید ؒ بیٹھے تھے جب وہ نزدیک پہنچے تو یہ نوجوان کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا بیٹھے رہو

Marfat.com

فرزند۔ مگر آپ پر لرزہ طاری تھا اور زبان بند تھی۔ انہوں نے فرمایا کونسی کتاب پڑھ رہے ہو نافع کا مطالعہ کر رہا ہوں بمشکل یہ الفاظ بابا فرید ؒ نے ادا کیے۔ آپ نے فرمایا یہ کتاب انشاء اللہ آپ کو نفع پہنچائے گی آپ نے کہا میرا نفع تو آپ کی کیمیا نظر میں پوشیدہ ہے۔ آپ نے انہیں غور سے دیکھا اور کہا تمہیں کیا معلوم میں کون ہوں۔ بے شک میں واقف نہیں مگر میرا دل کہتا ہے کہ آپ کے قدموں کا غبار میری منزل ہے۔ آپ بڑے متاثر ہوئے اور فرید ؒ کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا میں شیخ بہاء الدین زکریا ؒ کا مہمان ہوں اور وہاں ٹھہرا ہوں۔ فرصت ہو تو وہاں آنا۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ قطب کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ قطب ؒ نے انہیں دعائیں دیں اور خدمتگاروں کے ہمراہ بہاء الدین زکریا کی خانقاہ کو چلے گئے۔ بابا فرید ؒ نے رات گزاری صبح کی نماز پڑھتے ہی قطب ؒ سے ملنے روانہ ہو گئے جب بہاء الدین زکریا ؒ کی خانقاہ میں داخل ہوئے تو وہاں مشتاقان دید کی بھیڑ تھی خدمتگاروں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ حضرت معین الدین چشتی ؒ کے بڑے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ آئے ہوئے ہیں اور لوگ انہیں کا دیدار کرنے کے لیے جمع ہیں۔ بابا فرید ؒ پر یہ سن کر جذب سی صورت پیدا ہو گئی۔ ہوش آیا تو ایک خادم سے کہا میں بھی حضرت قطب کی قدم بوسی کو آیا ہوں۔ شیخ کو اتنی فرصت کہاں۔ خادم نے بے غوری سے کہا۔ راستے

Marfat.com

میں کھڑے ہو جاؤ۔ شیخ گزریں گے تو دیدار کر لینا۔ میں ساری عمر کھڑا رہنے کو تیار ہوں مگر ایک بار میری درخواست تو پہنچا دو۔ خادم جھنجلا گیا اور کہا شیخ سے کیا کہوں کون آیا ہے۔ بس اتنا عرض کر دینا طالب علم فرید حاضر ہوا ہے۔ خادم کا خیال تھا کہ اسے کب موقعہ ملے گا مگر خادم نے جب قطبؒ سے فرید کے آنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا جلدی بھیجو۔ خادم نے آکر کہا۔ جاؤ۔ شیخ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ بابا فریدؒ کانپتے مجلس عرفان میں داخل ہوئے حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت بہاء الدین زکریاؒ جیسے بزرگوں کا وہ نور تھا کہ آنکھ نہ اٹھتی تھی۔ دو زانو ہو کر سر جھکائے بیٹھے رہے۔ حضرت قطبؒ نے حضرت بہاء الدین زکریاؒ سے کہا۔ شیخ یہ فرید ہے۔ میرا فرید انہوں نے دیکھ کر کہا ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ فریدؒ دونوں بزرگوں کی بات سن رہے تھے مگر آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ تھی۔

آٹھ دن قطب یہاں رہے ایک دن موقع ملا تو کہا یہ غلام آپ کے دامن میں مستقل وابستگی چاہتا ہے۔ انشاء اللہ تمہیں یہ وابستگی بھی مل جائے گی۔ آپ نے کہا۔ پھر جب قطب واپس جانے لگے تو تین منزل تک بابا فریدؒ ہمراہ رہے۔ آخر آپ نے کہا فرید۔ اب تم واپس جاؤ کچھ دن علم ظاہری کا مطالعہ کرو۔ اللہ کے دین کا مشاہدہ کرو۔ اس کے بندوں سے ملو کہ کون کس مقام پر ہے۔ پھر دہلی کا رخ کرنا میں تمہارا منتظر رہوں گا۔ یہ حکم سن کر آپ اداس ہو گئے کیونکہ جدائی گوارا نہ تھی۔ وہ سمجھ گئے اور

Marfat.com

کہنے لگے کہ فراق و وصال کتاب زندگی کے دو باب ہیں۔ یہ جدائی عارضی ہے۔ خدا کے راستے میں یہ پہلا قدم تسلیم و رضا ہے۔ اب تم جاؤ خدا کی مرضی یہی ہے۔ بابا فرید نے غمزدہ صورت میں واپسی اختیار کی اور قطب" دہلی چلے گئے۔ قطب" نے آپ کو بابا فرید کا لقب دیا تھا اور وہ قطب" ہی سے بیعت ہوئے۔

آپ ملتان سے کوٹھووال پہنچے اور ماں کو حضرت قطب" کا واقعہ سنایا۔ ماں بہت خوش ہوئی اور کہا اب انہیں خوش کرو۔ یہ تمہاری نیک بختی ہے پھر ماں کی دعاؤں کے سائے میں آپ بغداد کو روانہ ہوئے۔ پہلے بخارا پہنچے اور اجل شیرازی" کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بادشاہ' امراء اور ایسے لوگوں سے ملاقات حرام سمجھتے تھے اگر کوئی ایسا شخص سامنے آجائے تو چیختے اور کہتے خدا کے لیے دور ہو جاؤ۔ تیری وجہ سے میری روح پر عذاب نازل ہو رہا ہے مگر بابا فرید" کو دیکھ کر فرمایا میرے محبوب تیری آمد اہل دل کے لیے سرمایہ سکون ہے۔ آپ وہاں ایک ماہ رہے وہاں کا حال یہ تھا کہ جو بھی آتا خالی ہاتھ نہ جاتا اگر کچھ نہ ہوتا تو خرما ہی دے کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیتے کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ تیرے بندے اجل کے پاس کچھ بھی نہیں۔ آنے والے سمجھتے ہیں کہ مجھے تجھ سے کوئی نسبت ہے۔ اے امیروں کے دستگیر۔ اے شہنشاہوں کے کفیل۔ لوگوں کی اس خوش گمانی کی آبرو رکھ۔ ان کے دریدہ دامنوں کو اپنے کرم سے سی دے اور ان کے

Marfat.com

پھیلے ہوئے ہاتھوں کو اپنے فضل سے بھر دے۔ جسے وہ اس دعا سے رخصت کرتے وہ کبھی محتاج نہ ہوتا۔

بابا فرید ؒ نے ایک دن سوال کیا کہ درویش کون ہے۔ اجل ؒ نے فرمایا لوگو! میں وہی کہتا ہوں جو جنید بغدادی ؒ نے فرمایا تھا کہ اہل دنیا سے رسم و راہ رکھنا اور امرائے وقت سے ملاقاتیں کرنا فقیر کے لیے قطعاً حرام ہے۔

بابا فرید ؒ بخارا کے گرد و نواح میں بھی پھرے ایک دن آپ ایک غار میں داخل ہوئے جہاں ایک بزرگ سالہا سال سے محو عبادت تھے۔ آپ نے ان سے بھی دعائیں حاصل کیں اور پوچھا کہ آپ دنیا چھوڑ کر اس غار تک کیوں محدود ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب دنیا بہت ستائے اور انسان محسوس کرے تو جنگلوں کی راہ ہی اختیار ہوتی ہے میں نے بھی یہی سوچ کر یہ راہ اختیار کی مگر یہاں بھی مجھے سکون میسر نہیں اور خاموش ہو گئے۔

آپ نے پھر کہا۔ اپنا کوئی مشاہدہ تو بتائیں تاکہ یہ حقیر اپنے علم میں اضافہ کر سکے۔

بزرگ نے ایک آہ بھری کہ فرید کیا بیان کروں۔ ساٹھ سال سے اس غار میں رہتا ہوں اور کون دن بلا نازل ہونے سے خالی نہیں۔ جب بلا نازل نہ ہو تو دعا کرتا ہوں کہ بلا بھیج۔ جب دوست کی مرضی یہ ہو تو کیوں نہ بلاؤں۔ پر صبر کروں میرا یہی سبق ہے کہ انسان کو بلاؤں پر اس طرح صبر کرنا چاہیے کہ جیسا صبر کرنے کا حق ہے۔ یہاں سے بابا فرید ؒ پھر اجل

Marfat.com

شیرازیؒ کی خدمت میں گئے ملاقات کے بعد دوسرے دن بخارا سے روانہ ہو گئے اور بغداد پہنچے بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملاقات کی اور ان کی کتاب عوارف المعارف کے چند باب ان سے ہی پڑھے۔ ان کے پاس جو تحفے یا نقدی آتی سب ضرورتمندوں میں بانٹ دیتے اور ان کا قول تھا کہ درویش اگر دولت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے تو دنیادار اسے تو انگری کا طعنہ دیں گے یہ تہمت برداشت نہیں کی جا سکتی۔ درویشی تو نام ہی خود فروشی کا ہے۔ بہر حال علما وقت کے فتویٰ کے مطابق وہ صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں قتل ہو گئے اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جب بابا فرید بغداد سے سیستان پہنچ چکے تھے۔ وہ سیستان میں حضرت اوحدالدین کرمانیؒ کو ملے۔ وہ کرامت دیکھنے اور دکھانے کے شوقین تھے۔ ایک دن فریدؒ اور دوسرے بزرگ بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ اپنی اپنی کرامت دکھاؤ۔ یہ کہنے کے بعد وہ کہنے لگے کہ یہاں کا حاکم میری بہت دل آزاری کرتا ہے آج وہ چوگان کھیلنے گیا ہے اب اللہ ہی ہے جو وہ واپس آئے۔ یہ بات ختم ہوئی ہی تھی کہ خبر آئی حاکم گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔ پھر ہر ایک نے اپنی اپنی کرامت ظاہر کی۔ پھر بابا فریدؒ کو کہا تو وہ کہنے لگے میں تو طالب علم ہوں مگر کرمانی اصرار کرتا رہا آخر آپ نے آنکھیں بند کر کے دعا شروع کی اسی دوران قطبؒ ان کی آنکھوں کے سامنے آئے اور کہا گھبراتے کیوں ہو انہیں کہو کہ آنکھیں بند کریں پھر دیکھ کیا ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی

Marfat.com

کیا جب آنکھیں کھولیں تو سب پکار اٹھے۔ اس جوانی میں یہ قوت پا چکے ہو وہ اسی دوران خانہ کعبہ کی زیارت کر چکے تھے مگر آپ خاموش رہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ سب کچھ کس کی دعاؤں کا اثر تھا اور کس کے فضل و کرم کی کرشمہ سازی تھی۔ سیستان سے آپ بدخشاں گئے۔ حضرت شیخ عبدالواحدؒ مشہور صوفی بزرگ تھے جو اہل دنیا کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے اور ان کی کہانیاں سنیں پھر وہ اس غار پر چلے گئے جہاں وہ رہتے تھے اور آواز آئی اے جان سوختہ ادھر آ۔ کہ تجھ پر میرے دروازے ہمیشہ کھلے ہیں۔ آپ غار کے اندر گئے۔ اندھیرا تھا ایک مقام پر پھر آواز آئی یہیں بیٹھ جا میرے قریب نہ آنا۔ ورنہ جل جائے گا اور دور بھی نہ جانا کہ جادو کا اثر ہو جائے گا۔ وہ ایک ہڈیوں کا پنجر تھے ایک ٹانگ بھی نہیں تھی مگر اتنا جلال تھا کہ بابا فریدؒ پر رقت طاری ہو گئی وہیں بیٹھ گئے شیخ نے کہا میرے پاس اس خاک کے علاوہ ہے بھی کچھ نہیں کہ میں خود جل کر خاک ہو چکا ہوں۔ بابا فرید نے پوچھا کہ عشق خداوندی کیا ہے۔ جواب دیا۔ مجھے دیکھ میں ایک عشق کی ادنیٰ مثال ہوں۔ ستر سال سے اس غار میں پڑا ہوں کچھ عرصہ پہلے ایک حسین عورت اس غار میں آئی تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ میں باہر کی دنیا میں چلوں۔ ابھی قدم اٹھایا ہی تھا کہ غیب کی آواز آئی اور اس نے ہمیشہ کے لیے میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔ آواز کہہ رہی تھی کہاں جا رہے ہو۔ محبت کا دعویٰ تو ہم سے کیا تھا۔ میں واپس لوٹ آیا اور فوراً

Marfat.com

اپنی ایک ٹانگ کاٹ دی۔ اب تیس سال سے شرمندگی میں جل رہا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے دوست کو یہ چہرہ کس طرح دکھاؤں گا۔ ان کی کہانی سن کر بابا فرید" بہت روئے اور کہنے لگے تجھے کیا معلوم ہے کہ اس سرزمین پر کیسے کیسے جانثار موجود ہیں۔ آپ ایک دن ان کے پاس رہے۔ ان کے لیے یہ بات حیران کن تھی کہ بظاہر کوئی نظر نہ آتا مگر رات کو دودھ اور کھجوریں موجود ہوتیں۔ کچھ دن بعد بابا فرید رخصت ہونا چاہتے تھے۔ آپ نے شیخ عبدالواحد سے اجازت طلب کی وہ خاموش رہے۔ بابا فرید" نے سمجھا ابھی آپ کی مرضی نہیں ہے۔ آدھی رات کے وقت یکدم مخاطب ہوئے۔ فرید تو بھی چلا جائے گا۔ سب کچھ جانے ہی کے لیے ہے۔ کسی کو دوام نہیں کسی کو قرار نہیں کسی کو بتاتے نہیں سب منزل دو منزل کے ساتھی ہیں۔ جدائی و تنہائی ہی اپنے ہمدرد و غمگسار ہیں۔ شیخ اگر آپ حکم دیں تو کچھ دن اور ٹھہر جاؤں۔ کہنے لگے چند روزہ قیام سے کیا ہو گا۔ جدائی کی گھڑی تو سر پر کھڑی ہے۔ تو نے بھی جانا ہو گا تیرے سفر کا ابھی آغاز ہے انجام ابھی کہاں۔ میری طرف نہ دیکھ میں قیدی ہوں تو ہرگز گوشہ نشینی اختیار نہ کرنا۔ بندگان خدا تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں تمہیں اپنی دعاؤں کے سائے میں رخصت کروں گا بس ایک رات ٹھہر جا۔ یہ کہہ کر وہ مراقبے میں چلے گئے اور میں عبادت میں مشغول ہو گیا۔ صبح ہوئی تو اجازت طلب کی۔ کہنے لگے فریدا۔ تو مجھے بہت پسند ہے تجھے دوست بنا لیتا مگر کیا کروں

Marfat.com

کسی اور کی دوستی کا دم بھر چکا ہوں۔ اس عہد کو توڑ نہیں سکتا اگر توڑ دوں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ پھر بھی تو میرے دل سے دور نہیں جب تک زندہ رہوں گا اپنے اللہ سے تیری عافیت کی دعا کرتا رہوں گا۔ یہ کہہ کر بیساکھی کے سہارے کھڑے ہوئے اور سینے سے لگا لیا۔ بابا فرید" کہتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میرا بدن جل اٹھا ہو۔ وہ ان کا سوز عشق تھا وہ فرما رہے تھے فریدا۔ ہماری کوئی جاگیر نہیں بس سوز نہاں اِک میراث ہے اس کی ایک چنگاری تیری نظر بھی کیا دیتا ہوں کہ اس چنگاری کے بغیر درویش درویش نہیں ہوتا۔ نیکیوں اور عبادتوں کا سوداگر بن جاتا ہے۔ بس اب جا کہ تیری منزل بہت دور ہے۔

اللہ تیرے قدموں کو استقامت بخشے اور تیرے سر پر ہمیشہ اس کی رحمت سایہ فگن رہے۔ اگر کبھی تجھے یہ جاں سوختہ یاد آئے تو اس کے لیے دعائے خیر کرنا کہ یہ آگ بجھنے نہ پائے۔ یہاں تک کہ تمام اعضا جل جائیں اور خاک ہو جائیں پھر یہ خاک کوچہ یار میں بکھر جائے اور اسے تیز ہوائیں دربدر اڑاتی پھریں اتنا کہہ کر شیخ عبدالواحد زمین پر بیٹھ گئے اور بابا فرید" غم میں گھٹے باہر نکل آئے کیوں کہ منزل ابھی دور تھی۔ آپ بدخشاں سے چشت روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی" کے مزار کی زیارت کی یہ چشتیہ سلسلہ کے نامور بزرگ تھے۔ سلسلہ چشتیہ حضرت علی ؓ ——— حسن بصری" (حسن بصری کی ماں ام سلمیٰ" کی کنیز

Marfat.com

تھیں)۔۔۔ شیخ عبدالواحد بن زید ؒ ۔۔۔ فضیل بن عیاض ؒ (فضیل فقہ میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے آپ ڈاکوؤں کے سردار تھے)۔۔۔ ابراھیم بن ادہم۔۔۔ حضرت حذیفہ مرغشی ؒ (اصل نام سدید الدین فضیل بن عیاض تھا اور بایزید بسطامی ؒ نے انہیں بچپن میں ایک بار دیکھا تھا)۔۔۔ حضرت ہبیرہ بصری ؒ ۔۔۔ حضرت شیخ غشاد علو دینوری ؒ ۔۔۔ ابو اسحق چشتی ؒ (چشت خراسان کا قصبہ ہے اور یہاں دینی مدرسہ قائم ہے)۔۔۔ ابو احمد چشتی ؒ ۔۔۔ ابو محمد چشتی ؒ ۔۔۔ ابو یوسف چشتی ؒ ۔۔۔ حاجی شریف زندنی (عثمان ہرونی ان کے تربیت یافتہ تھے جن سے)۔۔۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ ۔۔۔ سلطان قطب الدین بختیار کاکی ؒ ۔۔۔ بابا فرید گنج شکر ؒ ۔

ایک دن چشت میں کسی بزرگ کی مجلس میں بیٹھے تھے کسی نے خواب بیان کی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری موت واقعہ ہو گئی ہے اور میری روح شدید اضطراب میں مبتلا ہے۔ بزرگ نے اس کی تعبیر بیان کی۔ بابا فرید ؒ نے کہا اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ بیان کروں۔ انہوں نے اجازت دے دی آپ نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی ہے۔ صاحب خواب نے مان لیا کہ یہ ٹھیک ہے اور صاحب مجلس بزرگ نے کہا یہ نوجوان جلد معرفت میں خورشید بن کر ابھرے گا۔ چشت سے آپ دمشق پہنچے شیخ شہاب الدین زنددسی ؒ وہاں مشہور بزرگ تھے تقریر کے بعد ایک مرید نے کہا آپ نے جس مرید کو خرقہ عطا کیا تھا وہ اہل دنیا

Marfat.com

سے بہت ملتا جلتا ہے اور دنیاوی مفاد اٹھا رہا ہے۔ آپ نے اسے لانے کے لیے کہا۔ اسے حاضر کیا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا آپ نے اٹھ کر خود اس کا خرقہ اتار لیا مگر دلی رنج محسوس کیا۔ خرقہ اس کی عادات کو درست راہ پر لانے کے لیے اتارا گیا کہ شاید وہ پلٹ آئے۔

دمشق سے شام اور بیت المقدس بھی گئے۔ اسی سفر میں آپ نے چلہ بھی کیا تھا۔ یہ جگہ زاویہ فریدالدین بندی کہلاتی ہے اور یہاں کوٹھڑیاں بنی ہیں جس کا کرایہ نہیں لیا جاتا آپ شیاپور بھی گئے اور بابا فریدالدین عطار نے ان کا استقبال کیا اور کہا لوگو! دیکھو۔ میرا محبوب فرید بندی آیا ہے۔ جب آپ چلے گئے تو نیشاپور میں جو ہوا وہ دل ہلا دینے والا واقعہ تھا۔ منگولوں اور تاتاریوں نے علاقہ تباہ کر دیا۔ حاکم نیشاپور لوگوں کو ساتھ لے کر فریدالدین عطار کے پاس آیا کہ دعا کریں۔ ہلاکت سر پہ کھڑی ہے۔ آپ نے اسے سمجھایا کہ جب دعاؤں کا وقت تھا تم نے توجہ نہ کی۔ اب دعا کا وقت گزر چکا۔ اہل نیشاپور کو کہو بزدلوں کی طرح مرنے کی بجائے تلواریں نکال لیں۔ حاکم دعا کے لیے زور دے رہا تھا اور وہ تلواریں نکالنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ آخر حاکم واپس چلا گیا اور فریدالدن عطار" خود تلوار لے کر نکل آئے مریدوں نے ساتھ دیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر آپ ضعیف آدمی تھے گرفتار ہو گئے۔ تاتاری جب قیدیوں کو لے کر چلے تو بعض نے کہا اس بوڑھے کو بیچ ڈالو۔ جو ملتا ہے لے لو آخر ایک

Marfat.com

تاتاری نے انہیں تلوار مار دی اور شہید ہو گئے۔ بابا فرید" نے سنا تو اللہ سے دعا کی کہ ان کی قبر کو نورانی بنا دے اور خود بغداد سے گذرتے ہوئے بخارا پہنچے اور یہاں چند دن شیخ سیف الدین دوسیہ" کی خانقاہ میں گذارے۔ شیخ نے ایک نیا خرقہ دیا اور کہا کہ ساری دنیا اس کے مریدوں سے بھر جائے گی ایک دن ایک شخص نے عرض کیا کہ میں تاجر ہوں مگر مجھے مسلسل نقصان ہو رہا ہے اور مختلف بیماریاں بھی گھیرے رہتی ہیں۔ آپ نے کہا مال کا نقصان زکوٰۃ نہ دینے سے ہے اور بیماری انسان کی روحانی اصلاح کے لیے آتی ہے کہ وہ اس کے لیے توبہ اختیار کرے اور اگر وہ نہ سمجھے تو پھر بیماریاں بڑھتی جاتی ہے اور جان لیوا ہو جاتی ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد بابا فرید" وہاں سے ملتان کی جانب واپس روانہ ہو گئے۔ ملتان پہنچتے ہی ماں کی خدمت میں روانہ ہوئے اور حاضر ہوتے ہی ماں کے پاؤں فرط محبت سے پکڑ لیے۔ قرسم خاتون بھی بے اختیار ہو چکی تھی آخر بیٹے کو سینے سے لگالیا۔ کچھ دنوں کے بعد ماں سے اجازت چاہی کہ دہلی جاؤں۔ ماں نے کہا۔ بیٹا تم ابھی اس قابل تو نہیں بہرحال تم جاؤ۔ شیخ جانے یا تم جانو۔ بابا فرید" نے یہ سفر بیتابی میں طے کیا دہلی میں پتہ دریافت کرتے کرتے خانقاہ تک جا پہنچے اور سر نیچا کر کے کھڑے ہو گئے۔ جب حالت ٹھیک ہوئی تو اندر داخل ہوئے اس وقت مجلس سجی ہوئی تھی۔ حمید الدین ناگوری"، مولانا شمس الدین ترک"، حضرت خواجہ محمود

Marfat.com

علاو الدین کرمانی''، حضرت بدر الدین غزنوی''، حضرت برہان الدین بلخی''، حضرت نور الدین غزنوی''، حضرت ضیاء الدین رومی''، حضرت شیخ نظام الدین'' جیسے بزرگ موجود تھے جب وہ اس مجلس میں پہنچے تو قطب'' نے نظر اٹھا کر دیکھا اور نظر نیچی کر لی۔ بابا فرید'' سمجھے کہ جن کے حکم کے مطابق دنیا بھر کی خاک چھانی یہاں تک کہ پاؤں آبلوں سے چھلنی ہو گئے وہ پہچانتے بھی نہیں۔ اس خیال نے ان کے ذہن کو تہہ و بالا کر دیا۔ یہ سب کچھ بیکار گیا میں اس محفل میں بیٹھنے کے قابل نہیں یہ خیالات بابا فرید'' کے دل میں ایک حسرت پیدا کر رہے تھے اِسی دوران آداب محفل کے مطابق ایک بزرگ شمس الدین ترک'' نے بیٹھنے کا اشارہ بھی کیا مگر ان کی نگاہ تو ایک ہی طرف تھی اور اسی طرف سے اشارہ نہ پا کر بابا فرید'' نے شمس الدین ترک'' کے اشاروں کو دیکھا تک نہیں اور نہ آداب مجلس کا خیال کیا۔ بے نیازی کی صورت میں وہ مختلف سوچوں میں تھے۔ کہ اپنا تعارف کیسے کراؤں۔ جس نے ایک ہی ذات سے وابستگی کا عہد کیا ہو وہ کہاں جاتے۔ کیا مذہب عشق میں دوسرا سنگ در تلاش کرنا جرم نہیں۔ اس خیال سے کانپ اٹھتے۔ جب ان کی مایوسی حد سے گذر رہی تھی تو ایک آواز سنی جس پر شبہ ہوا مگر وہ حقیقت تھی۔ درس سے فارغ ہو کر حضرت قطب الدین بختیار کاکی'' فرما رہے تھے۔ بابا فریدا۔ سب کام ختم کر کے آئے ہو۔

حضرت بابا'' ! شیخ کا اشارہ سن کر جی اٹھے اور سب توہمات دور ہو گئے

Marfat.com

اسی لذت آشنائی سے حضرت بابا'' دیوانہ وار حضرت قطب'' کے پاؤں سے لپٹ گئے پھر اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

شیخ اگر آپ مجھے نہ پہچانتے تو میں کہاں جاتا۔ آپ کی نگاہ کرم میری پہچان ہے ورنہ فرید کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا۔ حضرت بابا فرید'' کی آواز اس قدر پر سوز تھی کہ حاضرین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پھر حضرت قطب'' کا دست شفقت آپ کے سر پر تھا اور میٹھی آواز دل پر شبنم گرا رہی تھی جو جدائی کے غم سے جل رہا تھا۔

پھر حضرت قطب'' نے بابا فرید کو اٹھایا اور اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر اہل مجلس سے حضور'' کا عثمان غنی'' کو کفار سے بات چیت کرنے کے لیے بھیجنا اور عثمان'' کی شہادت کی افواہ پر بیعت رضوان لینا سب واقعہ بیان کیا کہ صوفیائے کرام کے نزدیک تجدید بیعت کی بنیاد ہی بیعت رضوان ہے۔ اس لیے سب کے سامنے بابا فرید کو دوبارہ مرید کیا۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ وہ قیام ملتان کے درمیان مرید ہو چکے تھے۔

قطب الدین بختیار کاکی'' نے بابا فرید کو (طے کا روزہ) رکھنے کا حکم دیا یہ روزہ تیسرے دن مغرب کے وقت افطار کیا جاتا ہے اور ایک قسم کا چلہ ہے جس کے لیے گوشہ تنہائی کی ضرورت تھی۔ غزنی دروازہ کے قریب ایک برج تھا۔ وہاں انہیں ٹھہرایا گیا پھر جب آپ نے روزہ رکھا تو تیسرے دن افطار کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اتفاقاً ایک شخص یہ خبر پا کر کھانا لے آیا اور

Marfat.com

بابا فرید" کی خوشامد کرنے لگا کہ اس کے کھانا سے روزہ کھول کر شرف یاب ہونے کا موقع دیں۔ بابا فرید نے ایک شخص کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور کھانا لے لیا اور وہ شخص واپس چلا گیا اور روزہ افطار کیا۔ ابھی چند لمحے ہوئے ہوں گے کہ پیٹ میں درد ہوئی اور قے آ گئی۔ غذا کا ایک ایک ذرہ نکل گیا۔ آپ نے پانی پی کر ساری رات عبادت میں گذار دی۔ جب نماز فجر کے بعد قطب" کی مجلس درس آراستہ ہوئی تو بابا فرید نے سارا واقعہ حضور میں بیان کر دیا۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ جو شخص کھانا لایا تھا وہ شرابی تھا۔ خدا نہیں چاہتا تھا کہ وہ کھانا تمہارے خون میں رچے اس لیے اللہ کا شکر ادا کرو اگرچہ میں تمہاری تکلیف کو جانتا ہوں۔ اللہ اپنے بندوں کو شیطان کے حملوں سے کیسے کیسے بچاتا ہے۔ بابا فرید" اور درویش حیران ہوئے کہ حرام روزی کے علاوہ اس کا ایک نوالہ بھی اللہ کے نزدیک ناگوار ہے۔

پھر کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا۔ بابا فرید" تمہیں طے کا ایک اور روزہ رکھنا ہو گا شراب نوش کی لائی ہوئی غذا نے وہ اثرات زائل کر دیئے ہیں۔ اب کسی انسان کے لائے ہوئے کھانے کی طرف توجہ نہ کرنا بلکہ جو کچھ غیب سے میسر آئے اسی سے افطار کر لینا۔ اگرچہ آپ پہلے ہی کمزوری کا شکار تھے مگر وہ مرشد کا حکم سن کا تازہ دم ہو گئے۔ لوگ اس کی ہمت پہ حیران تھے اور قطب" اس نووارد کی خصوصی تربیت کر رہے تھے۔

Marfat.com

آپ نے دوسرا طے کا روزہ رکھ لیا اور تین دن کے بعد جب روزہ افطاری کا وقت آیا تو غیب سے کسی چیز کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ آخر پانی سے روزہ کھولا۔ گو آپ ۶ دن سے فاقہ تھے مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد رات کی عبادت میں مشغول ہو گئے آخر آدھی رات کو فاقہ سے برا حال تھا۔ زمین پر ہاتھ مارے سنگریزے ہاتھوں سے چمٹ گئے انہیں منہ میں ڈالا تو میٹھے معلوم ہوئے فوراً تھوک دیا۔ دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسری دفعہ جب پھر ایسا ہوا تو مرشد کی بات یاد آ گئی کہ جو کچھ غیب سے ملے وہ کھانا۔ آپ نے وہ سنگریزے نگل لیے جب دوسرے دن یہ واقعہ مرشد سے بیان کیا تو انہوں نے کہا یہ اللہ کی نعمت تھی جو وہ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے اور خوش ہوئے۔

۶۱۲ھ میں حضرت معین الدین چشتیؒ اپنے خلیفہ اکبر کے پاس دہلی آئے ملاقاتیں ہوئیں۔ فرمانے لگے قطبؒ آپ نے اپنے خطوں میں ایک نئے مرید کے متعلق لکھا ہے وہ نہیں ملا۔ آپ نے بیان فرمایا کہ وہ بزح میں مجاہدے میں ہے۔ معین الدین چشتیؒ خود وہاں خلیفہ کے ہمراہ چلے گئے اور بابا فریدؒ کے لیے خود اور خلیفہ نے مل کر دعا کی اور بابا فریدؒ کو سینے سے لگایا اور انہوں نے محسوس کر لیا کہ اللہ نے سب علم کے دروازے کھول دیئے ہیں اور وہ راز جو معلوم نہ تھے حل ہو گئے ہیں اور اس سال انہیں خاندان چشتیہ کی خلافت بھی عطا ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۳۰ سال تھی۔ اس فیض

Marfat.com

یابی کے بعد بھی آپ نے مجاہدات جاری رکھے کیونکہ جو کسی منزل کو آخری منزل نہیں سمجھتا اس کا سفر جاری رہتا ہے۔

۶۱۴ھ میں حضرت نورالدین غزنوی سہروردی" دہلی کے قاضی تھے اور وہ شیخ الاسلام کہلاتے تھے۔ سلطان شمس الدین بھی ان کا احترام کرتے تھا۔ اتفاقاً ایک روز نورالدین" اور شیخ شاہی بدایوں" میں کچھ اختلاف ہو گیا اور وہ اختلاف یہاں تک پہنچا کہ دونوں نے ایک دوسرے سے بولنا بند کر دیا۔ لوگوں نے بڑی کوشش کی مگر وہ اختلاف بڑھتا گیا۔ بابا فرید" کو پتہ چلا۔ رات کو نورالدین" کو اپنے کمبل میں لپٹا شاہی بدایونی" کے گھر جا پہنچے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور مصافحہ کیا۔ کہنے لگے کہ جس شخص سے آپ نے مصافحہ کیا ہے وہ نورالدین" ہے وہ حیران ہوئے تو آپ نے کمبل ان سے اتار لیا۔ کچھ دیر حیرانی کے بعد اس سے لپٹ گئے اور صلح ہو گئی گویا یہ ایک حکمت تھی جس سے ان کی صلح کروا دی۔

۶۱۸ھ میں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی" بدایوں میں تھے بابا فرید" بھی انہیں ملنے چلے گئے۔ بیٹھے بیٹھے وہ یک لخت اٹھ کر دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ بابا فرید" نے بھی یوں ہی کیا۔ جلال الدین" کسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور آپ سنتے رہے پھر انہوں نے ایک طرف دیکھنا شروع کیا۔ آپ نے بھی ادھر دیکھنا شروع کیا۔ وہاں صرف ایک دہی بیچنے والا دیہاتی طرز کا آدمی دہی بیچ رہا تھا جب وہ قریب آیا تو آپ نے پوچھا کیا

Marfat.com

بیچتے ہو۔ اس نے کہا دہی بیچتا ہوں۔ تو لے گا۔ بابا فرید ؒ کو اس کی طرز پر دکھ ہوا مگر خاموش رہے۔ دراصل وہ دہی بیچنے والا مولا ڈاکو ایک ہندو تھا۔ جو ڈاکوؤں کا سردار تھا۔ وہ دن کو ظاہرا صورت میں اس طرز کی مزدوری کرتے اور رات کو ڈاکے ڈالتے۔ وہ انہیں گلیوں میں پھرنے والا ایک فقیر سمجھ کر تلخ بولا تھا۔ آپ نے کہا ہاں ہاں خریدیں گے تیرا سب کچھ خرید لیں گے۔ مولا نے تعجب سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ شیخ پر نظر پڑتے ہی وہ کانپ گیا۔ مٹکا گر پڑا اور دہی مٹی میں مل گیا۔ آپ نے کہا۔ اب تمہارے پاس بیچنے کو کیا بچا ہے۔ مولا خاموش کھڑا تھا۔ آخر بولا۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا ابھی میرے پاس بیچنے کو بہت کچھ ہے میں اپنے رسم و رواج' مذہب اور جان تک بیچوں گا۔ مجھے خرید لو اور مفت خرید لو۔ یہ کہتے ہوئے اس نے قدموں میں سر رکھ دیا اور رونے لگا۔ شیخ نے نظر ڈالی۔ محبت سے کہا۔ اٹھو تم نے سب کچھ بیچ دیا اور ہم نے سب کچھ خرید لیا۔ آپ نے اس کا نام علی رکھا۔ اس نے اپنی ساری دولت انہیں پیش کی مگر انہوں نے کہا اِسے پاس رکھوں۔ جیسا میں کہوں خرچ کرتے جاؤ چنانچہ وہ عام طور پر ضرورت مند کو بھیجتے اور کہتے اسے ۵ چتیل (ایک سکہ) دے دو یہاں تک کہ سب چتیل خرچ ہو گئے صرف ایک باقی رہ گیا تو آپ خود آئے اور کہنے لگے اس شخص کو ایک چتیل دے دو۔ میں ان کا یہ حساب دیکھ کر حیران ہوا مگر شیخ نے اسے دعا دی اور کہا ہم بنگال جا

Marfat.com

رہے ہیں علی رویا میں یہاں کیا کروں گا۔ اب میں کسی اور کے پاس بکوں گا۔ کہنے لگے تمہیں کوئی نہیں خرید سکتا۔ اللہ کا حکم ہے میں نے اب بنگال پہنچنا ہے اور یہ علاقہ تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ وہ تو بنگال چلے۔ علی ولایت کے درجہ تک پہنچا اور علی مولا کے نام سے مشہور ہوئے انہوں نے ہی بدایوں میں حضرت نظام الدین اولیاؒ کے سر پر دستار فضیلت باندھی تھی۔

جب بابا فریدؒ چھوٹے تھے اور ظاہری علم میں مصروف تھے اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ ملتان آئے اور لوگوں سے یہاں کے بزرگوں کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بہت سے نام بتائے اور کہا حضرت شعیبؑ کی نسل سے ایک قاضی بچہ بھی ہے جو دیوانہ ہے۔ وہ وہاں گئے بابا فریدؒ آداب بجا لایا۔ شیخ نے تحفہ کے طور پر ایک انار دیا۔ آپ روزہ سے تھے۔ سب دانے لوگوں میں بانٹ دیے صرف ایک دانہ زمین پر پڑا اٹھا لیا اور کہا میرے لیے یہی کافی ہے۔ جب آپ اپنے مرشد کے پاس دہلی گئے تو یہ واقعہ انہیں سنایا قطبؒ نے کہا وہ بزرگ جلال الدین تبریزیؒ تھے۔ یہ سن کر آپ کو افسوس ہوا کہ میں نے ان کا انار خود کیوں نہ کھایا۔ قطبؒ نے کہا۔ بابا تمہاری یہی ادا تو انہیں پسند آئی اور صبر و قناعت پر خوش ہوئے۔ اس کے بعد حضرت جلال الدین تبریزیؒ دہلی آئے۔ بابا فریدؒ سے طویل ملاقاتیں ہوئیں مگر شیخ الاسلام نجم الدین صحرائی کی سازشوں سے دہلی چھوڑ

Marfat.com

گئے اور جلال الدین" بدایوں چلے گئے۔ ۶۱۸ھ میں بابا فرید" بدایوں گئے۔ سال بھر وہاں رہے اور فیض حاصل کیا۔ ۶۱۹ھ میں بابا فرید" واپس دہلی آئے۔ ایک دن وعظ میں درویش کے آداب سمجھا رہے تھے۔ کہنے لگے ایک دفعہ میں قطب" کی خدمت میں حاضر تھا وہ درویشوں کو وعظ کر رہے تھے کچھ دیر کے بعد کھڑے ہو جاتے۔ تین چار بار ایسا ہی کیا۔ وعظ کے بعد ایک بزرگ نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے دروازے پر ایک بوڑھا بیٹھا تھا جب میں اس کے سفید بال دیکھتا تو کھڑا ہو جاتا۔ بزرگ نے کہا آپ اسے اندر بلا لیتے کہا شاید وہ اندر نہ آسکتا۔ اس لیے درویش دوسرے کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ یہ بات سنا کر بابا فرید" کہنے لگے کہ درویشی بڑی نازک چیز ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ عام آدمی ان چیزوں کو ٹال سکتا ہے مگر درویش ایسا نہیں کر سکتا۔

حضرت نظام الدین اولیا" کہتے ہیں کہ ایک دن بابا فرید" نے فرمایا۔ ہم قطب" کی خدمت میں بیٹھے تھے لوگوں نے اپنی خواہشات بیان کیں۔ میں نے بھی کہا کہ مجھے ایک چلہ اور کرنے کی اجازت دی جائے۔ قطب" نے کہا اب تمہیں چلے کی ضرورت نہیں۔ خواجگان چشت نے شہرت کے لیے کبھی چلہ نہیں کیا۔ میں نے کہا میں چلہ شہرت کے لیے نہیں کر رہا۔ وہ خاموش ہو گئے۔ مگر میں عمر بھر اس خاموشی کو سزا سمجھتا رہا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

Marfat.com

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے اخبار الاحیار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ شکر کے سوداگر اونٹ پر جا رہے تھے آپ نے پوچھا کیا ہے انہوں نے مذاقاً" کہہ دیا نمک ہے۔ آپ نے کہا جاؤ پھر نمک ہی ہو گا جب وہ بازار میں گئے بوریاں کھولیں تو نمک تھا بڑے شرمندہ ہوئے۔ آخر بابا فرید" کے پاس واپس آئے۔ معافی مانگی۔ انہوں نے معافی دے دی اور دعا دی کہ تمہارا مال اللہ درست کر دے۔ وہ واپس آئے تو نمک پھر شکر بن چکی تھی۔

۶۲۰ھ میں قطب" نے بابا فرید" کو اپنے وضو کی خدمت میں لگا دیا۔ ایک دن سردی کافی تھی اور آگ بجھ گئی تھی۔ بابا بھاگے بھاگے پھر رہے تھے مگر نہ ملتی تھی آخر ایک شریر عورت نے دیکھا کہ جوان خوبصورت ہے پوچھا کسے ملنا ہے۔ کہنے لگے ملنا تو کسی کو نہیں۔ آگ کی ضرورت ہے وہ کہنے لگی ایک آنکھ دے دو اور آگ لے لو۔ بولے آنکھ دے تو نہیں سکتا پھوڑ سکتا ہوں۔ ہاتھ ڈال کر آنکھ پھوڑنے کی کوشش کی تو عورت ڈر گئی اور کہنے لگی ایسا نہ کرو۔ آگ لے جاؤ۔ آپ نے آگ لے لی۔ آنکھ زخمی ہو چکی تھی۔ رومال اوپر باندھ لیا۔ قطب" نے وضو کرتے ہوئے آنکھ باندھنے کی وجہ پوچھی تو کچھ نہ جواب دیا۔ آخر وہ کہنے لگے کھول دو۔ سوائی ہو گی۔ آپ نے آنکھ کھول دی وہ بالکل ٹھیک تھی اور یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ فریدی خاندان میں دائیں آنکھ چھوٹی اور بائیں بڑی ہوتی ہے۔ یہ یقینی ہے اگر کسی دوسرے خاندان میں ہو تو اتفاق ہو گا۔

Marfat.com

۶۲۱ھ میں قطبؒ نے ارشاد فرمایا۔ بابا اب شادی کر لو۔ گو بار بار کہنا پڑا مگر وہ شرمندگی محسوس کرتے تھے۔ آخر انہوں نے پوچھا کہ جواب کیوں نہیں دیتے تو کہنے لگے ڈرتا ہوں کہ اس عورت کی اولاد اللہ کی باغی نہ ہو اور اگر ایسا ہوا تو میں کیا جواب دوں گا۔ کہنے لگے جو اولاد نیک ہو رکھ لینا اور جو بری ہو میرے نام پر چھوڑ دینا۔ اس سے اور شرمندہ ہوئے اور نجیب النسا نامی خاتون سے شادی کر لی۔ بعض کا خیال ہے ۶۳۲ھ میں قطبؒ کے وصال کے بعد غیاث الدین بلبن جو شمس الدین التمش کا غلام تھا۔ اس کی بیٹی خاتون بیگم سے شادی کی تھی۔ مگر یہ غلط ہے اور تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ غیاث الدین بلبن (الغ خاں) شمس الدین نے بخارا کے تاجروں سے خریدا تھا اور وہ آخر ۶۶۴ھ میں حکمران بنا۔

اور یہ واقعہ ناصرالدین محمود کے انتقال کے بعد پیش آیا۔ بابا فریدؒ کی شادی نجیب النسا سے ہی ہوئی۔ وہ ایک شریف خاندان کی لڑکی تھی اور ہانسی میں رہتے تھے۔ باباؒ بھی مدت تک وہاں رہے۔ اجودھی (پاک پتن) کی جاگیر بلبن نے ہی ناصرالدین محمود کی طرف سے آکر پیش کی تھی۔ بابا فرید الدینؒ اپنے مرید خاص جمال الدین ہانسویؒ کی وجہ سے اس شہر میں آباد ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ دوسرے مرید جمال الدین سے حسد بھی کرتے تھے۔ ان کا خاندانی نام جلال الدین تھا اور شجرہ امام ابو حنیفہ سے ملتا ہے۔ سلسلہ چشتیہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ بڑے عالم اور خطیب تھے۔ بابا

Marfat.com

فریدؒ نے ان کے متعلق کہا تھا کہ وہ زبان کے امیر ہیں مگر دل کے عرفان سے خالی ہیں۔ آخر بابا فریدؒ کے الفاظ درست ہوئے اور انغ خاں ۶۶۴ھ میں سلطان ناصرالدین محمود کی وفات کے بعد غیاث الدین بلبن کے نام سے تخت نشین ہوئے اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ بابا فریدؒ کہ یہ الفاظ ہی میرے لیے اتنی بڑی نعمت کی دعا تھے اور وہ ان کے حکم کے مطابق خیرات کرتے رہے کیونکہ بابا فریدؒ نے کہا تھا کہ فریدوں بھی شہنشاہ نہیں تھا وہ خیرات سے شاہ ایران بن گیا تو بھی خیرات کیا کر۔

اِسی دوران جمال الدین نے بابا فریدؒ کے الفاظ سن لیے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر غلامی اختیار کر لی اور بابا فریدؒ کی خاص عنایت سے انہیں جلد ہی خرقہ خلافت مل گیا۔ وہ عالم بھی تھے اور کئی کتابیں لکھیں۔ ہلنہمات ان کی مشہور کتاب ہے۔ اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ نے حضورؐ کی ایک دفعہ یہ حدیث سنی کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ یہ سنتے ہی آپ کی حالت بدل گئی۔ سب خیال دل سے نکل گئے۔ ہر وقت موت نظر آتی اور روتے رہتے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ ملتانی نے بار بار بابا فریدؒ سے جمال کو حاصل کرنے کی درخواست کی مگر آپ نے ہمیشہ جواب دیا۔ بابا کوئی اپنا جمال بھی کسی کو دیتا ہے۔ سیرالاقطاب کے مصنف شیخ الہدیہ کا بیان ہے کہ دوسری طرف بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی نے اپنے روحانی عمل سے جمال

Marfat.com

الدین کو اپنی طرف مائل کر لیا اور وہ ایک دن بابا فرید ؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ مجھے ملتان جانے کی اجازت دو۔ بابا فرید ؒ اس بات پر غضب میں آ گئے اور انہیں خانقاہ سے نکال دیا۔ یہاں تک کہ وہ خستہ و خراب حالت میں زخمی پڑے تھے کہ جنگل میں ایک بابا فرید ؒ کے دوسرے مرید عالم سوداگر کا وہاں سے گذر ہوا اور وہ انہیں دیکھ کر بہت روئے۔ آخر بابا فرید ؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر موقع ملنے پر عرض کی۔ بابا فرید ؒ نے اس کی بات مان لی اور اجازت دے دی۔ جب عالم سوداگر انہیں لے کر حاضر ہوا تو حالت دیکھ کر سینے سے لگا لیا اور جمال الدین کو قطب عالمؒ کا لقب دے کر دوبارہ شامل کر لیا۔ ان کی ایک کنیز جسے بابا فرید ؒ مادر موضاں کہا کرتے تھے ہانسی گئی جب واپس آئی تو جمال الدین کا حال پوچھا۔ کہنے لگی۔ گھر، زر اور جائیداد سب چھوڑ کر راتوں کو فاقے کر رہے ہیں۔ کہا خدا میرے جمال کو خوش رکھے کہ اب اس نے صحیح راہ اختیار کر لی ہے۔ جب کسی کو خلیفہ بنانا ہوتا تو لکھ کر کہتے جمال سے مہر لگوا لو۔ اگر وہ مہر لگ جاتی تو ٹھیک ورنہ خلافت منسوخ سمجھی جاتی۔

۶۵۹ھ میں جمال الدین ؒ فوت ہو گئے۔ بابا فرید ؒ پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ جو بیان اور تحریر سے باہر ہے۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی ؒ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں یہ واقعہ جب آپ ہانسی سے اجودھن (پاک پتن) مستقل نقل مکانی کر چکے تھے۔ پیش آیا۔ ایک ملنگ اندر آیا اور لگا نعرے

Marfat.com

مارنے۔ آپ نے اسے پیسے دیئے مگروہ پھر بھی یونہی لگا رہا۔ آخر کنگھی مانگی آپ نے اسے جانے کے لیے کہا۔ آخر آپ کی زبان سے نکل گیا کہ میں نے تیری برکتوں کو غرق کر دیا۔ آخر اسے خدمتگاروں نے نکال دیا اور وہ جاتے ہی دریا پر نہانے لگا۔ غوطہ لگایا پھر باہر نہ آیا۔ پھر ایک اور قلندر کا واقعہ آیا۔ بابا فریدؒ اپنے حجرے میں تھے۔ مولانا بدرالدین اسحٰق جو آپ کے بھانجے اور داماد تھے۔ انہوں نے خدمت کے لیے بابا کا کمبل بچھا دیا اور قلندر کو بٹھایا پھر کھانا کھلایا۔ پھر وہ کہنے لگا میں بابا فریدؒ کی زیارت کے لیے آیا ہوں اور مل کر جاؤں گا۔ پھر اپنی جیب سے انبان گھاس نکالی جس سے ملنگ نشہ کرتے ہیں اور اپنے کشکول میں رگڑنے لگا وہ پانی ہو گئی اور کچھ قطرے کمبل پر گرے۔ اب مولانا بدرالدین اسحٰق سٹ پٹائے کہ حضرت کا کمبل ناپاک کر دیا اور انسے کہا اٹھ اور چلا جا۔ درویش نے ان کی طرف دیکھا اور چیخ ماری پھر کشکول لے کر اٹھا اور یوں اوپر اٹھانے لگا جیسے مارنا ہو۔ اتنی دیر میں بابا فریدؒ باہر نکل آئے ان کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور کہا بدرالدین کو میری وجہ سے معاف کر دو۔ وہ کہنے لگے کہ درویش کا اٹھا ہوا ہاتھ واپس نہیں ہوتا۔ آپ نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور کہا ہاتھ نیچے نہ کرو کشکول دیوار پر مار دو۔ انہوں نے کشکول سامنے دیوار پر دے مارا جس سے دیوار گر گئی۔ درویش چلا گیا کہ اب ہم جاتے ہیں خدا تمہارا بھلا کرے۔ بابا فریدؒ نے اس کے جانے کے بعد کہا سب کو ایک نظر سے نہیں

Marfat.com

دیکھتے۔ آئندہ غور کر لیا کرو۔ جسے تم نے گھاس سمجھا وہ گھاس نہیں تھی وہ شاید ہماری آزمائش کے لیے آیا تھا۔ آئندہ احتیاط کرنا۔ حضرت بابا تقریباً ۱۲ سال ہانسی میں رہے۔ بی بی نجیب النساء سے سات بچے پیدا ہوئے۔ چھ صغر سنی میں مر گئے ساتویں لڑکی شرف النساء زندہ رہیں۔ جس کی شادی حضرت علاؤالدین صابر کلیریؒ سے ہوئی جو آپ کے بھانجے تھے اور بزرگ تھے۔

ربیع الاول میں آپ چار دن دہلی رہنے کے بعد پیرو مرشد سے اجازت لے کر ہانسی آئے اور قطبؒ نے انہیں گلے لگا کر محبت سے رخصت کیا اور کہا مولانا فرید دنیا اور آخرت میں تم ہی میرے رفیق ہو اور میرا مقام درحقیقت تمہارا ہی مقام ہے۔ اس پر بابا فرید روئے اور اداسی میں ہانسی پہنچے۔ کئی دنوں کے بعد پیرو مرشد کے یہ الفاظ یاد آئے کہ مولانا میں تمہاری امانت مولانا حمیدالدین ناگوری کو دے دوں گا۔ اسی رات خواب میں ان کا یہ فرمان پھر آیا اور آپ بے چین ہو کر دہلی روانہ ہوئے۔ پیرو مرشد اس جہان سے رخصت ہو چکے تھے اور مولانا حمیدالدین ناگوری نے انہیں خاندان چشتیہ کا خرقہ، کھڑاؤں اور عصا دے کر کہا حاضرین کے سامنے قطبؒ نے یہ تحائف آپ کو دینے کا ارشاد فرمایا تھا۔ بہرحال اداسی اور گریہ و زاری میں یہ تحائف اٹھا لیے۔ کہ یہ چشتیہ خاندان کی وراثت اب ان کے ذمہ تھی اور قطبؒ کی جگہ بابا فریدؒ کو

Marfat.com

مریدوں نے جانشین تسلیم کر لیا۔ آپ تین دن قطب ؒ کے دولت کدہ پر رہے اور سات دن خلافت کی مسند پر گذارے۔ بعد میں جمعہ کے دن گھر سے نکلے تو سرہنگا فرید کھڑا تھا۔ یہ آپ کے قدموں کی خاک اپنے سر اور چہرے پر مل لیتا اور اسے کہکشاں سمجھتا اور بابا فرید ؒ بھی سرہنگا کی ہر بات مانتے تھے۔ اسے دیکھ کر پوچھا تم کھڑے ہو کہنے لگا میرے لیے دعا کرو کہ ابھی آپ کے قدموں پر جان نکل جائے۔ کیونکہ اب دہلی میں مجھے آپ کے پاس پہنچنے کا راستہ نہیں ملتا۔ انہوں نے اسے تسلی دی کہ نہیں تم میرے ساتھ ہی رہو گے اور ہانسی کو روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد ایک دو دن دہلی آتے۔ مرشد کی قبر پر حاضری دیتے بزرگوں سے ملتے اور چلے جاتے۔ بہر حال مورخ کئی طریقوں سے اس کی تشریح کرتا ہے۔

۱۵ رجب ۶۳۴ھ کو خاتون بیگم سے عقد ثانی کیا اور اس کے بعد اجمیر گئے۔ حضرت معین الدین چشتی کی کچی قبر کو ایک زینہ صندل مسجد کے پیچھے سے جاتا ہے۔ وہاں چلہ کیا وہ کھڑکی اب بند کر دی گئی ہے ۶ محرم الحرام کو اس زینے کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور لوگ اس جگہ کی زیارت کرتے ہیں جہاں خاندان چشتیہ کے اس بزرگ نے چلہ کیا تھا۔

دوسرے دن بابا فرید ؒ نے معین الدین چشتی ؒ کے مزار پر لمبے لمبے سجدوں اور قیام والی نماز پڑھی اور پھر اسی خیال میں رہے کہ شاید حشر میں میرا کیا بنے گا۔ ایک رات خواب میں سلطان الہند کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے

Marfat.com

مولانا اتنے آزردہ کیوں ہو۔ اس نماز کے پڑھنے والوں کا شمار بخشے ہوئے لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ مطمئن ہو گئے اور جب دہلی واپس آئے تو آپ کا جلال ہی کچھ اور تھا۔ جس پر نظر پڑ جاتی اس کا دنیاداری کا غبار دھل جاتا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اجمیر سے واپسی کے بعد وہ مستقل دہلی میں ٹھہریں گے۔ لوگ خوش تھے مگر وہ اس راز کو نہیں جانتے تھے کہ وہ دہلی کیوں آئے ہیں۔ ان کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر زمین سے اونچی نہ ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ پیرو مرشد کا کوئی نشان رہے اس لیے راتوں کو رو رو کر دعا کرتے۔ آخر کاکیؒ خواب میں آئے اور کہا تمہاری ضد تسلیم ہے کل عصر اور مغرب کے درمیان قبر پر مٹی ڈال لینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا مگر وہ مٹی ہموار نہ کر سکے اور اس کی اجازت نہ ہوئی وہ اسی طرح پڑی ہے اور چشت کے مشورے سے قبر پر پختہ سائبان بنا دیا گیا۔ بعد میں نواب خورشید جاہ حیدر آبادی نے اس کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا بنا دیا جو ۱۹۷۴ء میں شرپسندوں نے گرا دیا مگر گاندھی نے پھر بنوا دیا اور اس پر گاندھی کا نام لکھا ہے۔

بابا فریدؒ ۶۳۵ھ میں شیخ جمال الدین ہانسیؒ کو خلافت دے کر اجودھن (پاک پتن) روانہ ہو گئے۔ ہانسی سے نکلتے وقت ان کے ہمراہ سرہنگا۔ نجیب النساء اور خاتون بیگم۔ کم سن بچی حقیقی چھوٹے بھائی حضرت شیخ نجیب

Marfat.com

الدین متوکل، بھانجے حضرت علی احمد صابر کلیری تھے۔ ۶۷۴ھ سے ۶۳۵ کے دوران یہ علاقہ دہلی کے ماتحت تھا اس لیے مسلمانوں کی تعداد کافی تھی۔ اسے کفرستان کہنا غلط ہے۔ درختوں کے نیچے ویران مسجد کے قریب ڈیرہ لگایا اور غذا و سامان کی ناموجودگی میں برتوکل بیٹھ گئے۔ آخر اللہ نے اس ڈیرے کو آباد کرنا شروع کر دیا اور لوگ آنے جانے شروع ہو گئے۔ ایک دن دودھ لے کر ایک عورت آئی۔ حال پوچھا تو جوگیوں سے ستائی ہوئی اور گھبرائی ہوئی تھی۔ خاوند مر چکا تھا۔ بچوں کو قرضہ لے کر پال رہی تھی رو پڑی۔ بابا نے کہا روؤں نہیں خدا تمہاری مصیبت دور کر دے گا۔

اتنی دیر میں کچھ جوگی آ گئے بوڑھی کو دیکھ کر کہا گرو تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ بابا فرید نے انہیں بٹھا لیا۔ دوسرا، تیسرا، چوتھا گروہ یکے بعد دیگرے آیا اور بیٹھتا گیا۔ آخر گرو خود آیا اور لگا اچھلنے کودنے مگر اس کا بس نہ چلا آخر بابا نے کہا کہ اپنے ان چیلوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ ورنہ تمہارا حال اچھا نہیں رہے گا۔ وہ نکل گیا اور گاؤں میں دھوم مچ گئی۔ ہندو جوق در جوق بابا کے مرید ہوتے گئے اور مسلمان بن گئے۔ وہ عورت بھی چین سے زندگی بسر کرنے لگی۔ لوگ اپنی ضرورتیں لے کر آنے شروع ہوئے۔ اللہ ان کی مدد کرتا۔ آخر ایک عورت آئی کہ میری تین بیٹیاں جوان ہیں ان کی شادی کے لیے کچھ نہیں۔ آپ نے خادم سے پوچھا۔ خادم نے کہا کوئی چیز موجود نہیں۔ آپ نے عورت سے کہا مٹی کا ایک

Marfat.com

ڈھیلا لاؤ۔ وہ لائی۔ باباؒ نے تین بار سورہ اخلاص پڑھی دم کیا۔ وہ ڈھیلا سونا بن گیا کیا یہ کافی ہے کہنے لگی بہت ہے اور چلی گئی جا کر اسے لالچ ہوا۔ وہ دنوں یہ عمل کرتی رہی مگر مٹی سونا نہ بنی آخر آئی اور وجہ پوچھی تو باباؒ نے کہا سب کچھ آپ نے ٹھیک کہا مگر زبان باباؒ کی نہ تھی جس میں اللہ نے کیمیائی تاثیر پیدا کر دی تھی۔ دہلی کا ایک مالدار شخص توبہ کے لیے باباؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلا راستے میں ایک فاحشہ عورت مل گئی اور اس نے اسے بہت مطیع کرنا چاہا۔ قریب تھا کہ وہ برائی اختیار کرے کہ ایک شخص آیا اور گاڑی رکوا کر اس کے طمانچہ مارا اور کہا کہ توبہ کے لیے ایک بزرگؒ کے پاس جا رہا ہے اور یہ حرکت کر رہا ہے۔ اس نے عورت کو فوراً گاڑی سے اتار دیا اور جب باباؒ کے پاس پہنچا تو باباؒ نے یہی کہا کہ اللہ نے تمہیں بچا لیا۔ یہ آپ کی شہرت سن کر آیا تھا۔ لوگوں کو فیض پہنچ رہا تھا مگر ذاتی زندگی وہی فاقہ مستی کی تھی۔

مولانا بدر الدین اسحٰق	لنگر خانہ کے لیے لکڑیاں لاتے
جمال الدین ہانسویؒ	ایلہ (اچار کا پھل) لاتے
حسام الدین کابلی	پانی بھر کر لاتے
حضرت نظام الدین اولیاء	ترکاری پکایا کرتے

انہیں کے متعلق حضرت معین الدین چشتیؒ نے فرمایا تھا۔ اس شاہین کو زیر دام لائے ہو جس کا آشیانہ آسمان کی انتہائی بلندیوں میں ہے۔

Marfat.com

آپ کی اولاد کثیر تھی۔ سید قیام الحق کے انتقال کے بعد اس کی بہو سے آپ نے نکاح کر لیا تھا اور تین بیویاں ہو گئی تھیں۔ ایک دفعہ خاتون بیگم آئیں اور رو پڑی۔ پوچھا کیا ہوا۔ کہا بچہ بھوک سے قریب المرگ ہے کہا دفن کر دو۔ وہ سنبھل گئیں۔ کہا مسیحا کے آگے دامن پھیلاؤ وہ شفا بخش دے گا۔

حاکم اجودھن آپ سے جلتا تھا اور تکلیفیں دیتا تھا آپ کے بیٹے عبداللہ کو قتل کروا دیا۔ آپ نے پھر بھی صبر اختیار کیا۔ آخر اس نے ملتان کے علی کے پاس ایک سوالنامہ بھیجا اور رائے پوچھی۔

(ا) ایک شخص عالم ہے مسجد میں رہتا ہے گانا سنتا اور رقص کرتا ہے۔

علما نے نام پوچھا تو بابا فرید الدینؒ کا ذکر کیا۔ علما تڑپ اٹھے اور اسے سرزنش کی وہ ناکام واپس لوٹا اور فتویٰ حاصل کرنے کی غرض یوں نہ ہو سکی مگر ایک ملنگ کو خرید کر لالچ دیا کہ انہیں قتل کر دے۔ بابا فریدؒ نماز کے بعد سر خاک پر رکھ کر گھنٹوں پڑے رہتے۔ سردیوں میں سر پر چادر ڈال لیتے وہ ملنگ آیا نظام الدین موجود تھے بابا سجدے میں تھے اسی حالت میں آواز دی کہ اس کی بغل میں چھری ہے یہ مجھے قتل کرنے آیا ہے مگر قتل کر نہیں سکتا۔ یہ سنتے ہی وہ ملنگ بھاگا اور حاکم سے کہا اسے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ چند دنوں کے بعد وہ حاکم کسی جرم میں پکڑا گیا اور انجام کو پہنچا۔ یہ خبر سن کر باباؒ نے کہا دل آزاریوں کا انجام یہی ہوتا ہے مگر اللہ نے میری زبان کو

Marfat.com

آلودہ ہونے سے بچالیا۔

اجودھن کا قاضی عبداللہ بدمزاج تھا باباؒ کے متعلق بھی بہت کچھ کہا کرتا۔ ایک روز نماز جمعہ میں اس کے مقرر کردہ امام نے نماز پڑھائی اور غلطی ہو گئی۔ نماز کے بعد بابا نے نماز پھر پڑھانے کے لیے کہا نماز پڑھی گئی مگر عبداللہ نے گستاخانہ الفاظ ادا کیے۔ باباؒ نے ظالم کے جواب کو جائز قرار دیا۔ اس وقت عبداللہ کو فالج ہو گیا۔ لگا شیخ سے معافی مانگنے آخر شیخ نے قرآن سے فال لیا سورت نوح کی وہ آیت آئی کہ اے نوح یہ تیری اولاد سے نہیں اس کے اعمال غیر صالح ہیں۔ آپ اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا آخر عبداللہ گھر پہنچا اور انتقال کر گیا۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے۔ حکیموں نے کہا کوئی مرض نہیں۔ آپ نے اپنے صاحبزادے شیخ بدرالدین سلیمان اور نظام الدینؒ کے علاوہ درویشوں سے دعا کے لیے کہا۔ اس پر شیخ بدرالدین سلیمان نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ان سے فرما رہے تھے تمہارے والد پر شہاب ساحر کے لڑکے نے جادو کر دیا ہے۔ اس کے باپ کی قبر پر جا کر یہ الفاظ کہو۔

اے وہ شخص جو قبر میں رکھ دیا گیا ہے اور آزما لیا گیا ہے۔ جان لے کہ درحقیقت تیرے لڑکے نے جادو کیا ہے اور تکلیف پہنچائی ہے۔ لہٰذا اس سے کہہ دے کہ وہ باز آجائے اور اس سحر کو ہم سے دور کر دے اگر تو نہیں کہے گا تو اس چیز سے قریب ہو جائے گا جو چیز ہمارے قریب ہے۔

Marfat.com

صبح یہ خواب سب درویشوں کو سنایا اور باباؒ تک بھی پہنچا۔ آپ نے نظام الدینؒ کو بلا کر کہا یہ لفظ یاد کر لو اور شہاب ساحر کی قبر پر پڑھو۔ وہ صبح لوگوں سے پوچھ کر شہاب ساحر کی قبر پر گیا اور وہ لفظ سرہانے بیٹھ کر پڑھے دیکھا تو کچھ نرم مٹی نظر آئی ہاتھ مارا تو ایک آٹے کا پتلا نکلا جس کے چاروں طرف سوئیاں چبھو رکھی تھیں۔ وہ باباؒ کے پاس لے آئے کہ یہ ہے وہ سارا جادو۔ شہاب کے لڑکے کو قتل کرنے کا مشورہ ہوا مگر بابا نے کہا مجھے صحت ہو گئی ہے اور میں اسے معاف کرتا ہوں وہ معافی پا کر مسلمان ہو گیا اور اپنے اس فعل سے تائب ہو گیا۔

آپ کا قول تھا دشمن سے بھی رواداری سے کام لو۔ اجودھن کا ایک منشی حاکم سے بہت تنگ تھا۔ آخر باباؒ سے سفارش کروائی مگر وہ اور تنگ کرنے لگا۔ منشی پھر بابا کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ سنایا۔ بابا نے کہا تم نے کسی مظلوم کو تنگ کیا ہو گا۔ منشی چلا گیا۔ حاکم نے اسے بلایا اور وہ پہلے کی نسبت بڑی محبت سے پیش آیا۔ پاس بٹھایا اور کہنے لگا تمہیں وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے کہتے اور ساتھ ہی اس سے ظلم و ستم کے حالات بدل گئے خود حاکم بھی باباؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

نظام الدین اولیاؒ کے خلیفہ نصیرالدین چراغ دہلی کی روایت ہے کہ اجودھن کے اطراف میں ایک گاؤں تھا جہاں ایک تیلی رہتا تھا۔ اس کی عورت بہت خوبصورت تھی۔ دیپال پور کے حاکم نے اس کا گاؤں تباہ کر

Marfat.com

دیا اور اس کی بیوی کو کنیز بنا کر لے گیا۔ تیلی بیوی کے فراق میں بہت غم زدہ تھا بابا کے حضور حاضر ہوا بابا نے بات سنی تو کہا کچھ دن صبر کرو۔ تیسرے دن دیپال پور کے حکام نے حکم دیا کہ اجودھن کے منشی کو پکڑ کر لاؤ وہ پکڑنے آئے تو منشی بابا کی حاضری دینے کے بعد سب معاملہ بیان کر کے روانہ ہو گیا۔ جب حاکم کے سامنے پیش ہوا تو اس نے اسے چھوڑ دیا۔ ایک گھوڑا اور ایک کنیز انعام میں دی۔ کنیز وہی عورت تھی جو تیلی کی بیوی تھی اس طرح منشی اور تیلی دونوں اپنی مراد پا کر کامیاب واپس آ گئے اور بابا کی خدمت میں حاضر ہو کر شکر گزار ہوئے۔ اسی طرح وہ عشق مجازی سے عشق حقیقی میں آ گئے۔

نظام الدین اولیا الہام و خبر پر وعظ فرما رہے تھے آخر پر ایک مرید نے اٹھ کر کہا کہ بہاؤالدین خالد کہا کرتے تھے کہ وہ ایک دفعہ حاضر ہوئے آگے جانے کی کوشش کی مگر راستہ نہ ملا۔ مجبوراً وہ محراب کے سامنے بیٹھ گئے محراب میں ایک سوراخ تھا اتفاقاً ان کی نظر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر پڑی۔ انہوں نے وہ اٹھا لیا۔ اس پر لکھا تھا خالد کو فرید کی طرف سے سلام پہنچے۔ یہ سن کر دوسرے مرید نے پوچھا یہ خط کوئی لکھتا ہے یا بارگاہ الٰہی سے آتا ہے۔ فرمایا۔ ملہم نامی ایک فرشتہ ہے جب وہ نقش دل میں لکھتا ہے تو الہام ہوتا ہے۔ مرید نے کہا شاید کاغذ بھی وہی فرشتہ لکھتا ہے۔ نظام الدین نے فرمایا۔ ملہم کے تین کام ہیں۔ (۱) دل میں کسی بات کا خیال لاتا ہے۔ (۲)

Marfat.com

ہاتف غیب سے آواز دیتا ہے۔ (۳) کاغذ پر لکھ کر ظاہر کرتا ہے۔ اولیا صرف نقش کو دیکھتے ہیں نقاش کو نہیں مگر انبیاء کرام نقش کو بھی اور نقاش کو بھی دیکھتے ہیں۔ جس سے نور پیدا ہوتا ہے۔ شیطان القا کرے تو تاریکی ہوتی ہے۔ پھر کہا فرشتے اور شیطان کی کیا مجال کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے اس کی طرف سے ہوتا ہے۔ ایک دن باباؒ کی مجلس میں ایک شخص آیا اور گستاخانہ رخ سے چند سوالات کیے۔ باباؒ نے ان کا جواب عاجزی سے دیا۔ آخر یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ آپ کے صبر و تحمل پر آفرین ہے۔ وہ تحمل آج بھی باقی ہے اور تاقیامت رہے گا۔

آپ کے ایک پیر بھائی بدرالدین غزنوی دہلی میں رہتے تھے۔ ان کا ایک مرید ملک نظام الدین خریطہ حکومت کا عہدیدار تھا۔ اس نے خانقاہ کو بڑی عالیشان صورت میں تعمیر کیا اور بدرالدین وہاں جا کر بہت خوش ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد معاملہ چھڑ گیا۔ نظام الدین کی انکوائری کے ساتھ ساتھ بدرالدین تک بھی بات پہنچنے کا شبہ ہوا۔ انہوں نے بابا فریدؒ کو خط لکھا وہ غور کرتے رہے آخر کہا ہمارے بزرگوں سے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی اس لیے آپ کو بھی احتیاط کرنی چاہیے تھی۔ اللہ کے دوستوں کے متعلق حکم ہے کہ انہیں اس دن نہ کوئی غم ہو گا اور نہ افسوس۔ بندہ مومن غالب رہتا ہے اور اللہ ان کی آنکھ' ہاتھ اور کان بن جاتا ہے۔

مولانا نظام الدین فرماتے ہیں کہ ایک دن میری حاضری میں بابا فریدؒ

Marfat.com

کی داڑھی کا ایک بال گر گیا میں نے اٹھالیا اور اجازت چاہی کہ اسے تعویذ بنالوں۔ آپ نے اجازت دے دی اور میں اسے تعویذ کے طور پر استعمال کرتا رہا۔ ایک دن میرا ایک دوست تاج الدین ضیائی آیا۔ پریشان تھا کہنے لگا میرا چھوٹا بھائی بیمار ہے تعویذ دو بڑا ڈھونڈا مگر تعویذ نہ ملا آخر وہ چلا گیا اور چند دن بعد بتایا کہ اس کا بھائی مر گیا ہے۔ بہرحال میں اپنے دوست کو صبر کی تلقین کرتا رہا۔ کچھ عرصے بعد ایک اور شخص آیا میں نے واقعہ بیان کیا وہ بہت افسردہ ہوا۔ احتیاطاً ہم نے ایک بار پھر تلاش شروع کی۔ وہ اِسی طاق میں مل گیا اور اس کا مریض تندرست ہو گیا جب وہ شخص تعویذ دے کر چلا گیا تو مجھے خیال ہوا کہ تاج الدین ضیائی کے بیٹے کی موت مقدر ہو چکی تھی اس لیے وہ نہیں ملا۔

بابا فریدؒ جب کبھی خود بیمار ہوتے تو درویشوں کو بلا کر دعا کے لیے کہتے ایک دفعہ انہوں نے نظام الدین' جمال ہانسوی' شیخ علی بہاری کو دعا کے لیے کہا اور کہا فلاں قبرستان میں جاؤ اور میرے لیے دعا کرو۔ رات بھر دعا کے بعد صبح جب ہم آئے تو آپ حضرت قطب الدینؒ کا دیا ہوا عصا لیے بیٹھے تھے آپ اس عصا کو پھیر کر اپنے چہرے پر پھیرتے ہمیں دیکھ کر وہ مخاطب ہوئے۔ آپ نے دعا کی تھی ہم نے کہاں ہاں کہا تمہاری دعا کا کچھ اثر نہیں ہوا' پھر نظام الدین کو بلا کر وہ عصا دیا پھر کہا میں نے تمہاری لیے دعا کی تھی کہ جو کچھ مانگو اللہ تمہیں دے۔ پھر وہ جب بارگاہ سے اٹھے تو

Marfat.com

دوستوں نے مبارکباد دی۔ مجھے یقین ہو گیا میں رات بھر دعا کرتا رہا صبح جب حاضر ہوا تو بابا فرید" مصلیٰ پر خوش بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے درویش نظام الدین۔ میں نے تیرے حق میں دعا کی تھی وہ قبول ہوئی پھر تو نے رات کو میرے حق میں دعا کی وہ بھی قبول ہوئی اور مصلہ جس پر بیٹھے تھے مجھے دے دیا۔

اسی زمانہ میں حضرت بابا فرید" کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ ایک بڑا عجیب واقعہ ہے۔ بڑے بڑے عالم اس کی توجیہہ پیش نہ کر سکے۔ ان کے بھائی نجیب الدین متوکل والدہ کے کھوتوال سے اجودھن لانے کے لیے گھوڑے پر گئے راستے میں جنگل تھا ایک درخت کے نیچے آرام کے لیے بیٹھے اور پانی لینے گئے آئے تو والدہ موجود نہ تھی بڑا ڈھونڈھا کچھ نہ پایا آخر بھائی کو اجودھن خبر کی۔ بیشتر لوگ جنگل میں پھیل کر تلاش کرتے رہے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ نجیب الدین کو کچھ ہڈیاں ملیں وہ تھیلے میں لایا مگر تھیلا الٹا تو کوئی ہڈی نہیں تھی۔ ایک روایت ہے کہ والدہ پھر آ گئی تھی مگر اصل بات وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی۔

ایک شخص پھرتا پھراتا اجودھن آیا اور آخر ان کا ہو کر رہ گیا۔ فرمایا فقیر کے لیے سب سے مضر دولت مند کی محبت ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ غیاث الدین بلبن سے مجھے ایک کام ہے اور میں وہاں تک پہنچ نہیں سکتا آپ سفارش کریں تو شکر گزار

Marfat.com

ہوں گا۔ حضرت نے لکھا میں نے اس شخص کی ضرورت کو اللہ کے سامنے پیش کیا پھر تیرے پاس بھیجا۔ اگر تو اسے کچھ دے گا وہ دین اللہ کی طرف سے ہوگی اور یہ شخص تیرا شکرگزار ہوگا اور اگر نہیں دے گا تو یہ بندش بھی اللہ کی طرف سے ہوگی اور تو معذور سمجھا جائے گا۔

بلبن کا ایک اور واقعہ ہے کہ سرخ سکوں سے بھرے دو طشت حضرت بابا فرید کی خدمت میں بھیجے آپ نے پوچھا بدرالدین اسحٰق آج لنگرخانے میں کتنی رقم کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا صرف ایک سکہ درکار ہے۔ آپ نے کہا ایک سکہ لے لو باقی فقرا میں تقسیم کر دو۔ پھر فرمایا ایک سکہ قرض بھی ہے۔ یہ لنگر کی رقم تھی۔ وہ سکہ بھی لے لو اور باقی ضرورت مندوں میں بانٹ دو۔ مولانا نے وہ سب سکے بانٹ دیئے پھر خیال ہوا کہ اندھیرے میں ایک سکہ گر گیا تھا تلاش پر وہ مل گیا اور انہوں نے وہ جیب میں رکھ لیا کہ صبح کسی کو دے دیں گے۔ آپ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تین دفعہ نماز توڑی آخر بدرالدین سے کہا مولانا مجھے نماز میں حضوری حاصل نہیں ہوتی۔ کیا سلطان کی نذر سے کچھ باقی رہ گیا ہے۔ بدرالدین نے کہا ایک سکہ کل کے لیے رہ گیا ہے کہاں ہے وہ۔ انہوں نے جیب سے نکال کر دیا اور بابا فریدؒ نے دیکھ کر اسے دور پھینک دیا کہ یہی بندے اور اللہ کے درمیان روکاوٹ بنا ہوا تھا۔ تمام حاضرین خاموش ہو گئے اور پھر مولانا بدرالدین اسحٰق کو کہا مولانا آپ کو کیا ہوگیا تھا درویش ہو

Marfat.com

کر مادی اسباب پر بھروسہ کرتے ہو۔ اس کی رزاقی پر یقین نہیں ہے عمر گزری جا رہی ہے اور اب تک توکل کا مفہوم نہیں سمجھے۔ مولانا بدرالدین کا برا حال تھا۔ سر جھکا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ساری عمر اس رات کو یاد رکھا۔

نظام الدین اولیا کی روایت ہے کہ دہلی میں ایک رقیم نامی مالدار آدمی تھا اس نے ایک مسجد بنوائی اور امامت شیخ نجم الدین متوکل کے سپرد کی پھر ان ہی بزرگ نے اپنی بیٹی کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی۔ نجم الدین متوکل کو بزرگ کے اس فعل پر بڑی حیرت ہوئی۔ ایک طرف شریعت کا دعویٰ اور دوسری طرف دنیاداری کا یہ مظاہرہ۔ آخر شیخ نجیب الدین متوکل خاموش نہ رہ سکے اور رقیم سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ شیخ رقیم نے کہا میں نے کسی کا حق غصب نہیں کیا میرا مال تھا میں نے اپنی لڑکی پر خرچ کر دیا تو پھر تمہیں اعتراض کیوں ہے۔ شیخ نے کہا یہ اصراف ہے شریعت کو جانتے ہوئے تمہارا یہ فعل درست نہیں۔ انہوں نے کہا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مولانا نے کہا آپ نے اپنی لڑکی پر جتنا خرچ کیا ہے اس سے دوگنا ضرورت مندوں پر خرچ کریں تو مومن کامل ہو سکتے ہو۔ وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکے اور مولانا کو اپنی مسجد سے الگ کر دیا۔ وہ اجودھن آئے بابا فرید سے بیان کیا تو انہوں نے قرآن کی یہ آیت سنائی۔ ہم اپنی جس آیت کو بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا مساوی اور

Marfat.com

لاتے ہیں۔ تم متوکل ہو۔ رقیم گیا تو اینگری آ جائے گا پھر ایسا ہی ہوا۔ اینگری نامی ایک شخص ہندوستان آیا اور اس نے بابا فریدؒ کے خانوادے کی بہت خدمت کی۔

کچھ درویش آئے آپ نے خدمت کی اور ٹھہرایا دوسرے دن انہیں ایک ایک گٹھلی دے کر روانہ کیا وہ مذاق سمجھ کر پھینکنے لگے تو دیکھا وہ سونے کی ڈلی ہے۔

ایک ہندو جوگی برہمنوں کے سکھانے پر مقابلہ کرنے آیا مگر وہ بابا فریدؒ کا ہی ہو کر رہ گیا اور نجات حاصل کر لی۔

ایک بار ایک بوڑھا شخص اپنے بیٹے کے ساتھ آیا۔ بابا فریدؒ سے لڑکا گستاخانہ بحث کرنے لگا۔ بابا کے چھوٹے بیٹے شہاب الدین نے سنا تو اسے تھپڑ مار دیا۔ بابا نے صلح کرائی۔ شہاب الدین نے اس سے معافی مانگی وہ راضی ہو کر چلے گئے۔ بابا ؒ نے شہاب الدین کو سمجھایا کہ اسلام میں دل آزاری گناہ ہے چنانچہ شہاب الدین اور نظام الدین دونوں چلے گئے۔ نظام الدین کو صرف ہاتھ اٹھانے کے متعلق پوچھا۔

شیخ ناصرالدین محمود کے زمانے میں ایک شخص فصیح الدین ہندوستان آیا اور دہلی میں کوئی عالم اس کے مقابل نہ ٹھہر سکا۔ آخر بابا فرید ؒ کی بابت سن کر اجودھن پہنچا اور سوال پیش کیے۔ بابا نے کچھ جواب نہ دیا اور وہ شخص سمجھ بیٹھا کہ یہ بھی میری بات کا جواب نہیں دے سکتے مگر اس کی یہ

Marfat.com

خوشی عارضی ثابت ہوئی۔ بابا فرید ؒ کی بجائے نظام الدین نے جواب دیا کہ تمہارے سوال تو بہت آسان ہیں پھر سب جواب دے دیئے اور حاضرین مجلس حیران رہ گئے۔ فصیح الدین اٹھ کر چلا گیا بابا فرید ؒ نظام الدین سے ناراض ہوئے کہ تم درمیان میں کیوں بول اٹھے۔ انہوں نے غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے سر جھکا لیا۔ آپ نے کہا میں اس لیے خاموش تھا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ اب جب تک وہ خوش نہ ہو میں آپ سے راضی نہیں ہوں گا۔ آخر وہ جس سرائے میں ٹھہرا تھا وہاں جا پہنچے فصیح الدین بڑا خوش ہوا اور باتیں ہونے لگیں نظام الدین نے کہا کہ تمہاری وجہ سے بابا فرید ؒ مجھ سے بہت ناراض ہوئے۔ وہ کہنے لگا اس میں تمہاری کیا غلطی تھی بابا مجھ سے اس لیے ناراض ہوئے کہ تم خاموش رہتے اور لوگ تمیں بڑا عالم سمجھ لیتے۔ فصیح الدین اس پر رو پڑا کہ ایسا علم کہ کسی کا دل توڑنا گوارا نہیں چاہے اپنی ذات پر حرف آجائے۔ حضرت نظام الدین نے درخواست کی کہ میرے بھائی مجھے معاف کر دو کہ میرے بزرگ مجھ سے ناراض نہ رہیں۔ انہوں نے نظام الدین کو گلے لگا لیا اور کہا میں آپ سے خوش ہوں۔ نظام الدین نے کہا یہی بات بابا کے سامنے کہہ دو۔ اتنی تکلیف اٹھا لو۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اب مجھے اور کہاں جانا ہے۔ وہ اٹھے بابا فرید ؒ کے ہاں گئے اور کہا مجھے اپنے دائرے میں شامل کر لو۔ انہوں نے کہا ظاہری علم میں اتنا مبالغہ کرنے والے کو میں کیسے اپنے دائرہ میں شامل

Marfat.com

کر سکتا ہوں۔ میں اس علم سے تائب ہوتا ہوں۔ اس اعتراف کے بعد فصیح الدین حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور ساری عمر وہیں گزار دی۔ بابا فریدؒ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ سے اپنا رشتہ مضبوط کر کہ سب اس سے لیتے ہیں اور وہ سب کو دیتا ہے۔ جب وہ کسی کو دیتا ہے تو پھر اس سے کوئی چھیننے والا نہیں۔ ایک دفعہ میں اور حمید الدین ناگوری دریا کے کنارے سفر کر رہے تھے۔ بھوک لگی بظاہر یہاں روٹی کہاں سے آتی۔ ہم بیٹھے تھے ایک بھیڑ آئی۔ اس کے منہ میں دو روٹیاں تھیں وہ وہاں رکھ کر چلی گئی ہم نے کھائیں اور میں نے کہا یہ لانے والا بھی کوئی مرد غیب تھا۔ حمید الدین نے میری تائید کی۔ ابھی ہم یہ باتیں کر رہے تھے ایک بچھو جو شتر مرغ جتنا تھا آیا۔ وہ تیزی سے پانی میں اتر گیا۔ حمید الدین نے کہا کہ بچھو تو پانی میں نہیں تیرتا۔ میں نے کہا یہ بھی کوئی خدا کی حکمت ہے چلو دیکھتے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا یہاں کوئی کشتی نہیں دریا کیسے پار کریں۔ آخر ہم نے دعا کی دریا دو حصوں میں بٹ گیا ہم بچھو کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ بچھو دریا سے نکل کر ایک درخت کی طرف بڑھا جس کے نیچے کوئی شخص سو رہا تھا۔ اچانک درخت سے ایک سانپ اترا۔ سوئے ہوئے مسافر کو ڈسنا چاہتا تھا کہ بچھو سانپ پر جھپٹا اور اسے ہلاک کر دیا پھر بچھو غائب ہو گیا۔ ہم نے سوچا یقیناً یہ کوئی بزرگ ہے جس کی اللہ نے اِس طرح حفاظت کی ہے۔ اس سے ملاقات کا شوق ہوا جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوئی رند خراباتی

Marfat.com

ہے۔ قریب ہی اس نے قے کر دی تھی اور اس میں شراب کی بو آ رہی تھی۔ ہمیں افسوس ہوا کہ ہم نے ایک ناگوار منظر دیکھنے کے لیے اپنا وقت ضائع کر دیا پھر بھی یہ خیال تھا کہ اللہ نے ایک شراب نوش کی حفاظت کی۔ ابھی ہم اسی کشمکش میں تھے کہ ایک غیبی آواز سنائی دی۔ عزیزو! اگر اللہ صرف پارساؤں کی حفاظت پر نظر رکھے تو پھر ان گنہگاروں کی حفاظت کون کرے گا۔ اتنے میں وہ شخص جاگا سانپ کو دیکھ کر رویا اور آسمان کی طرف منہ کر کے اپنے مالک کو پکارا۔ بے شک تو کریم ہے میرے گناہوں کو بخشش دے کہ تیری بخشش کے سوا میرا کوی ٹھکانہ نہیں پھر اسی شراب نوش نے اس طرح توبہ کی کہ گناہوں کے کوچے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ سترج کیے اور واصلان حق میں اس کا شمار ہوا۔ بابا فریدؒ نے یہ واقعہ سنا کر کہا جب اس کے کرم کی ہوا چلتی ہے تو گنہگار بھی پارسا بن جاتا ہے اور جب اس کے قہر کی آندھی چلتی ہے تو ہزاروں جبہ و دستار اڑتے پھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ گناہوں کا کیچڑ انہیں آلودہ کر دیتا ہے اس واسطے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے۔ شیطان اسی لیے مارا گیا تھا۔ پیوند لگا سادہ لباس پہنتے۔ لنگر کی موجودگی میں خود کھانا سیر ہو کر نہ کھاتے۔ خدمتگار لنگر میں سیر ہو کر کھاتے حافظ قرآن بھی ان میں موجود تھے۔ آپ ۹۵ سال اسی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ علما بھی ان کی قدر کرتے تھے۔ ایک عالم دیہاتی ایک دن آیا اور اپنا علم ظاہر کرنے لگا۔ آپ نے اس سے پوچھا اسلام کے رکن

Marfat.com

بتائیے۔ اس نے کہا(۱) کلمہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔ کہنے لگے کہ چھٹا رکن روٹی بھی ہے ملاں سٹ پٹائے کہ ہرگز نہیں اور اٹھ کر چلے گئے پھر وہ حج پر گئے۔ سات سال وہاں رہے۔ سات حج کیے واپسی پر جہاز غرق ہو گیا۔ ملاں ایک تختے پر تیرتے ساحل پر پہنچے۔ ایک پہاڑ کی غار میں جا بیٹھے۔ کھانا نہ مل رہا تھا۔ آخر چار دن کے بعد ایک آدمی کھانا بیچتا آیا مگر آپ کے پاس پیسے نہیں تھے۔ اس لیے ساتوں حج کا ثواب بیچ کر روٹی کھائی۔ اس طرح لگاتار نماز' روزہ' زکوٰۃ سب کچھ بیچا اور روٹی کھاتے رہے۔ آخر ایک جہاز ملا ہندوستان آئے اور بابا فریدؒ کی محفل میں آ بیٹھے۔ بابا نے تنہائی میں انہیں ایک کتاب دی اس میں ان کی وہ تحریر موجود تھی جو روٹی کے لیے وہ حج' روزہ' نماز' زکوٰۃ بیچ چکے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بابا فریدؒ کے مرید ہو گئے گویا بابا فریدؒ نے ملاں پر یہ ثابت کر دیا کہ چھٹا رکن روٹی ہے۔

پچانوے سال کی عمر میں بابا فریدؒ ۶۶۶ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ آخر وقت یا حی یا قیوم کے الفاظ زبان پر تھے۔ پیارے بیٹے نظام الدین پٹیالی سے آ گئے مگر رات بھر شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ صبح جب وہ داخل ہو رہے تھے بابا فریدؒ کا جنازہ جا رہا تھا۔ اجودھن کی فصیل کے باہر شہدا کے مقام پر آپ کو دفن کرنے کے لیے لے جا رہے تھے مگر نظام الدین وہ جنازہ وہاں لے جانے کی بجائے فصیل کے اندر اس جگہ لے آئے جہاں آج وہ

Marfat.com

دفن ہیں اور یہ جگہ ان کا وہی حجرہ ہے جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے۔

پہلی بیوی نجیب النساء سے سات بچے ہوئے جن میں سے چھ چھوٹے ہوتے ہوئے ہی مر گئے صرف بی بی شرف النساء حضرت علی احمد صابر کلیری کی شریک حیات زندہ رہیں۔

دوسری بیوی خاتون بیگم سے دس بچے ہوئے۔

(۱) حضرت شیخ شہاب الدین گنج علم۔ (۲) حضرت شیخ نظام الدین شہید۔ (سلطان علاؤ الدین خلجی کے دور میں رنتھمبور میں شہید ہوئے) (۳) حضرت شیخ بدر الدین سلیمانی۔ (۴) شیخ محمد یعقوب۔ (۵) بی بی فاطمہ۔ (یہ بدرالدین اسحٰق کی اہلیہ تھیں جن کا مزار دہلی میں ہے) (۶) بی بی شریفہ بچپن میں فوت ہو گئیں۔ (۷) شیخ عبداللہ بیابانی بچپن میں شہید ہو گئے۔ (۸) بی بی مستورہ زوجہ عمر صوفی شادی کے بعد فوت ہوئی۔ (۹) بی بی ہاجرہ (۱۰) بی بی زینب (یہ دونوں شیر خواری میں فوت ہوئیں)

امیر تیمور جب ہندوستان میں داخل ہوا تو بابا فریدؒ کے مزار پر حاضری دی۔ پھر اس فاتح ایشیا کی نسل سے جلال الدین اکبر پیدا ہوئے اور ابوالفضل و فیض پسران شیخ مبارک نے اگرچہ اکبر کو خدا سے گمراہ بنانے کی کوشش کی مگر وہ بزرگوں کا احترام کرتا رہا اور اجودھن سے اس جگہ کا نام پاک پتن اسی نے رکھا۔

Marfat.com

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

جلال الدین نام تھا رومی تخلص ہوا۔ شیخ بہاؤالدین کے فرزند تھے۔ بلخ میں ۶۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم باپ سے حاصل کی۔ شمس تبریز سے ملاقات کے بعد دنیا ہی بدل گئی۔ مثنوی مولانا روم ادب عالیہ کی ایک بہترین و نادر کتاب ہے۔ روم و ایران دنیا کی دو بڑی طاقتیں اہل اسلام کے ہاتھوں شکست کھا چکی تھیں اور ان کی کہانیاں پرانی ہو چکی تھیں۔ دنیا بھر کے خزانوں کی کنجیاں مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھیں اور دولت کے انبار پر حضرت عمرؓ کھڑے رو رہے تھے۔ کسی نے پوچھا آپ روتے کیوں ہیں آپ نے فرمایا میں اس لیے روتا ہوں کہ جہاں دولت کے

Marfat.com

قدم آتے ہیں ایمان سلامت نہیں رہتا۔ پھر یہی ہوا۔ محلات تعمیر ہوئے۔ کنیزوں سے کھیلا جانے لگا۔

پھر ایک دن بغداد کی شاہراہوں پر ایک مجذوب چیختا پھر رہا تھا لوگو توبہ کا دروازہ کھلا ہے توبہ کر لو ورنہ تمہاری گردنوں کا بوجھ تمہارے کندھوں سے اتر جائے گا اور بہت خون خرابہ ہو گا۔ لوگ اسے مذاق کرتے مارتے لہولہان کرتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ آخر وہ غائب ہو گیا۔ چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خاں آیا بغداد کو تباہ کر دیا۔ نیشاپور کی طرف بڑھا۔ فریدالدین عطارؒ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ پھر شیخ نجم الدین کبریٰ بھی شہید ہو گئے۔ مرتے ہوئے قوم سے کہا مکانوں سے نکل کر میدان میں آجاؤ مگر کوئی نہ ہلا۔ بغداد کی تاریخ میں زلزلہ آگیا اور ظلم و ستم کی رات اندھیری ہوتی گئی۔ بیچو خاں جرنیل ہلاکو خاں کی طرف سے قونیہ کی طرف بڑھا اور قونیہ کے گرد محاصرہ کر لیا۔ یکایک ایک اجنبی ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا موت اور زندگی کا سوال ہے۔ جاؤ اور اس بزرگ سے بات کرو جسے تم نے ناراض کر کے نکال دیا تھا۔ وہی تمہاری رہنمائی کر سکتا ہے ورنہ تمہارا انجام قریب ہے۔ اجنبی یہ کہہ کر غائب ہو گیا لوگ بزرگ کے دائرہ تک جا پہنچے۔ بزرگ نے انہیں خوش خلقی سے بٹھایا مگر جب انہوں نے واویلا کیا تو کہنے لگا میرے پاس کیا ہے۔ بڑے بڑے بزرگ شہید ہو گئے۔ اللہ کے حضور گڑگڑاؤ اور دعا کرو وہی تمہاری مشکل حل کر سکتا ہے ورنہ میرے

Marfat.com

پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ وہ سب رو پڑے کہ ہم آپ کے قدموں پر ہی مرجانا بہتر سمجھتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو ہمارے لیے دعا کرو۔ بزرگ نے مصلیٰ اٹھایا اور خانقاہ سے باہر نکل گیا۔ لوگ حیرانی سے اسے دیکھتے رہے۔ خادم بھی پیچھے گئے مگر انہیں رکنے کے لیے حکم دے دیا اور خود بزرگ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ مصلیٰ پہ نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ بیچو خاں کے سپاہی ارد گرد دیکھ رہے ہیں مگر کسی کو آگے آنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے اور لشکر کی مخبری کرنے آیا ہے۔ لشکر میں ہلچل مچی۔ سپاہیوں نے کمانوں پر تیر چڑھانے چاہے مگر وہ کوشش میں ناکام رہے۔ آخر انہوں نے گھوڑوں پر چڑھ کر ٹیلے پر جانے کی کوشش کی مگر گھوڑے ایک قدم آگے اٹھانے کی بجائے پیچھے ہٹتے تھے۔ آخر بیچو خاں خیمے سے نکلا حال معلوم کیا تیر کمان ہاتھ میں لی۔ سپاہی خاموش تھے کہ اگر بیچو خاں کے تیر سے یہ مسلمان درویش مر گیا تو قیامت ٹوٹ پڑے گی مگر تیر چلا وہ نشانے پر نہ لگا۔ بیچو خاں پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ میرا تیر ضائع چلا گیا۔ دوسرا تیر پھر چھوڑا پھر وہی صورت ہوئی اب بیچو خاں دیوانہ ہو رہا تھا۔ تیروں کی بارش کر دی مگر نتیجہ صفر رہا اب اس نے کمان ایک سپاہی کے سر پر ماری۔ خیمہ میں گیا اور تلوار نکال لایا۔ وہ خود درویش کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر زمین نے پاؤں پکڑ لیے وہ ہل نہ سکتا تھا آخر رو پڑا۔ سب سپاہیوں نے دیکھا۔ آخر بیچو خاں کی تیز آواز فضا میں گونجی۔ اے جادوگر ہمیں معاف کر دے۔ ہم غلطی سے

Marfat.com

تیرے علاقے میں آ گئے۔ ہم محاصرہ اٹھا کر جا رہے ہیں ہمیں جانے دے اور معاف کر دے۔ بیچو خاں خیمہ میں گیا اور لشکر واپس چل نکلا جب وہ قونیہ کی حد سے نکل رہے تھے تو بیچو خاں کی یہ آواز سنائی دے رہی تھی۔ فوجیوں کو کہہ رہا تھا۔ گھوڑوں کی رفتار تیز کر دو۔ یہ سارا علاقہ جادو کے اثر میں ہے۔ گھوڑے چیختے ہوئے بھاگ رہے تھے اور ہلاکو کا جرنیل کسی نامعلوم مقام کی طرف چلا گیا۔ لوگ خوش تھے اور درویش کے ہاتھ چومنا چاہتے تھے مگر اس نے کہا اللہ سے توبہ کرو۔ اپنا ایمان درست کرو ورنہ آج نہیں تو کل تم لٹ جاؤ گے۔ یہ کہہ کر وہ حجرہ میں چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ لوگوں نے سنا کہ وہ ہچکیوں سے رو رو کر دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ تو نے مجھ عاجز کی عزت رکھ لی ورنہ ہم اس قابل نہ تھے یہ مولانا جلال الدین رومی کی آواز تھی۔

آپ کا خاندانی نام محمد لقب جلال الدین اور عرف مولانا روم تھا۔ آپ کا شجرہ نسب خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا تھا۔ آپ کے پردادا حسین بلخیؒ بہت بڑے صوفی تھے۔ خوارزم شاہ جیسے حکمران نے اپنی بیٹی کی شادی آپ کے دادا سے کر دی تھی۔ آپ کے والد کے ایک پیروکار سید برہان الدین تھے اسی لیے آپ کی تعلیم انہیں کے سپرد کر دی تھی۔ ۶۲۹ھ میں آپ شام چلے گئے اور سات سال وہاں رہے۔ واپسی پر استاد نے امتحان لیا اور کہا اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کے باپ کی امانت آپ کو لوٹا

Marfat.com

دوں اس لیے مرید کر لیا اور نو سال تک روحانی تعلیم دیتے رہے۔ مولانا علم میں کمال حاصل کر چکے تھے حاسد اپنی کم ظرفی کا مظاہرہ کرتے ایک دفعہ ایک شخص نے کہا اپنے پسند کی تقریر کی بجائے والضحیٰ پر تقریر کریں۔ مولانا نے والضحیٰ کے واؤ کی تشریح پر چھ گھنٹے صرف کر دے وہی شخص اٹھا اور آپ کا مرید بن گیا۔ اتنی علمیت کے باوجود آپ غیر مطمئن نظر آتے تھے اکثر دوست بھی یہ محسوس کرتے تھے مگران کے پاس اس چیز کا کوئی علاج نہیں تھا۔ آخر ایک دن آپ اپنے گرانمایہ کتب خانہ میں بیٹھے شاگردوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک اجنبی آیا اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ہر ایک نے اسے غیر مہذبانہ صورت سمجھا مگر اخلاقاً خاموش رہے۔ اس شخص نے کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ کیا ہے۔ مولانا نے کہا یہ وہ ہے جو آپ نہیں جانتے اجنبی اٹھا اور اس فقرے کو دہرا کر چلنے لگا کتابوں کو آگ لگ گئی۔ مولانا گھبرائے کہ میں لٹ گیا۔ اجنبی رکا۔ مولانا نے کہا اجنبی یہ کیا ہے۔ اجنبی نے کہا یہ وہ ہے جسے آپ نہیں جانتے اور وہ جانے لگا تو مولانا کی آواز نکلی ہائے میری نادر کتابیں تیری وجہ سے جل گئیں۔ یہ سن کر اجنبی ٹھہر گیا اور کہا اگر یہ میری وجہ سے ہوا ہے تو میں تیری کتابیں تمہیں واپس دیتا ہوں۔ اجنبی چلا گیا کتابیں صحیح و سالم تھیں صفحہ صفحہ پلٹ کر دیکھا گیا کچھ نہیں ہوا تھا۔ اجنبی کو ڈھونڈا کہیں نہیں ملا۔ شاگردوں نے پوچھا مولانا یہ کیا ہے۔ مولانا نے کہا یہ وہ ہے جو میں بھی نہیں جانتا اور تم

Marfat.com

بھی نہیں جانتے۔ بعض کتابوں کو پانی میں پھینکنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ بہرحال وہ شاہ شمس تبریز تھے۔ آخر مولانا شاہ شمس تبریز کے ہو کر رہ گئے۔ بال بچے' شہر والے سب قونیہ کے لوگ شمس تبریز کو برا بھلا کہتے مگر مولانا پر کچھ اثر نہ ہوا وہ اور قلندر ایک کمرے میں بند رہتے۔ اس کا پورا نام محمد شمس الدین تھا۔ تبریز کے رہنے والے تھے۔ ۵۶۰ھ میں سبزوار کے مقام پر پیدا ہوئے۔ سبزوار عراق میں تھا۔ آپ کے والد کا نام سید صلاح الدین محمد نور بخش تھا۔ آپ کے والد اس بزرگ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو فرقہ اسماعیلیہ کا امام تھا مگر اس نے اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ اسی طرح مولانا جلا الدین رومی کا تعلق ایسے شخص ؒسے کب ہو سکتا تھا۔ یہ سوچنے والی بات ہے کہ مولانا جہاندیدہ ہونے کے علاوہ مایہ ناز عالم تھے وہ ایسی باریکیوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے صرف جس طرح حاسدوں نے شاہ شمس تبریز کو عمر بھر زچ کئے رکھا اسی طرح فرقہ اسماعیلیہ کا تعلق ظاہر کرنا بھی ایک شوشہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ آپ کا سلسلہ امام جعفر صادق سے ملتا ہے۔ عبدالہادی چچا نے تعلیم دی۔ تفسیر' فقہ' حدیث اور دیگر علوم سے بھی آراستہ کر دیا۔ ۵۷۹ھ میں سید صلاح الدین محمد نور بخش دعوت اسلام کے لیے بدخشاں کی طرف گئے تو شمس تبریز کو بھی ساتھ لے گئے۔ اس وقت آپ ۱۹ سال کے تھے۔ بدخشاں میں حق کی تعلیم دی پھر تبت کوچک کی طرف گئے اور ہزاروں انسانوں کو اسلام میں داخل کیا پھر یہاں

Marfat.com

سے کشمیر گئے لوگ سورج کو پوجتے تھے۔ ہزاروں نے اسلام قبول کیا۔ چنگڑوں نے انہیں بہت تنگ کیا آخر وہ بھی فرمانبردار ہو گئے۔ ۵۸۶ھ میں اپنے والد کے ساتھ واپس وطن پہنچے۔ آپ کی شادی ہو گئی آپ کے دو بیٹے سید نصیر الدین محمد' سید علاؤالدین احمد پیدا ہوئے۔ سید علاؤالدین احمد زندہ پیر کے نام سے مشہور ہوئے۔

شاہ شمس تبریز بغداد میں آئے تو علما نے مخالفت کی آپ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ بادشاہ نے شہربدر کر دیا۔ ان کے جاتے ہی بادشاہ کا لڑکا فوت ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنے کارندے دوڑائے اور اسے گھیر گھار کر واپس لائے۔ اللہ نے بادشاہ کے لڑکے کو دوبارہ زندگی دے دی۔ علما نے اس پر اور شور مچایا اور ان کے مخالف ہو گئے اور کہنے لگے کہ قبرستان میں سونے والے مردوں کو زندہ کر کے دکھائے وہ یہ کہہ رہے تھے اللہ کے کرم سے یہ سب کچھ ہوا ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر علما اسے جادوگر بنا رہے تھے۔ آخر شاہ شمس تبریز کو لہولہان کر کے نکال دیا۔ شہزادہ محمد بھی ان کے ساتھ تھا آخر وہ ہندوستان آ گئے اور ملتان میں ٹھہرے۔ بہاؤالدین زکریا اس وقت ملتان میں تھے۔ شمس تبریز کو دودھ کا پیالہ بھیجا۔ انہوں نے قبول کر کے اس میں پھول ڈال کر بھیج دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہاں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں تو میں بے تعلق ہو کر رہوں گا۔ ایک دفعہ گوشت بھوننے کی ضرورت ہوئی۔ شہزادہ آگ لینے گیا مگر آگ نہ ملی

Marfat.com

ایک شخص نے اسے اتنا مارا کہ اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ شمس تبریز کو غصہ آیا۔ باہر نکلے گوشت کا ٹکڑا ہاتھ میں لے کر سورج سے کہا میں بھی شمس تو بھی شمس میرا گوشت بھون دے۔ شہر آگ بن گیا لوگ چیخ اٹھے۔ چند آدمیوں نے آکر کہا کہ کچھ نادانوں کی سزا سارے شہر کو دیں گے۔ کہنے لگے یہ بغداد کا شہزادہ گھر گھر گیا کسی نے آگ نہ دی بلکہ اسے زخمی کر دیا۔ جب تک سارے شہر کے جسم آبلوں سے نہ بھر جائیں مجھے چین نہیں آئے گا۔

شہریوں نے معافی چاہی پھر کہنے لگے خدا کو درمیان میں لے آئے ہو تو میں معاف کرتا ہوں۔ یہ لوگ حشر کی گرمی کو کیسے برداشت کریں گے۔ شمس تو اپنی حرارت کم کر دے سورج اعتدال پر آگیا۔ خدا جانے اصل واقعہ کیا تھا مگر ملتان کے لوگ گرمی کی وجہ یہی بتاتے ہیں۔

۶۷۵ھ میں شمس تبریز وفات پا گئے ان کا مزار ایک قلعہ نما فصیل کے اندر شیخ محمد جمال ملتانی کے مزار سے کچھ فاصلے پر ہے۔ شمس تبریز کے متعلق غائب ہو جانے اور قتل ہو جانے کی بہت سی داستانیں ہیں مگر مورخ اصل اسی حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ وہ ملتان میں آکر وفات پا گئے۔ مولانا روم کو غائب ہونے کے بعد ایک دفعہ کہتے ہیں کہ دمشق سے چھٹی بھی لکھی تھی۔ بہرحال مولانا جلال الدین رومی کا جو رنگ شمس تبریز سے ملنے سے پہلے تھا وہ نہ رہا اور وہ فاقہ مست درویش اور عبادت گذار صوفی بن گئے۔

Marfat.com

مثنوی مولانا روم بھی انہی کے سوز و گداز میں لکھی ہے اور آج تک لوگوں کی نظروں میں جو اس کی وقعت ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ دنیائے ادب کی وہ ایک بہترین کتاب ہے اور پڑھنے والا چوم کر اسے کھولتا ہے۔ بغداد کے شہزادہ محمد کی طرح مولانا بھی اس مرد قلندر کی زندگی کا ایک جزو بن گئے تھے۔ قتل کی داستانوں میں مولانا جلال الدین رومی کا بیٹا علاؤالدین بھی شامل بتایا جاتا ہے اور اسی بنا پر کہتے ہیں کہ مولانا نے عمر بھر اپنے لڑکے کو معاف نہیں کیا اور نہ بلایا۔ کسی کو تکلیف دینا گناہ خیال کرتے جیسا کہ اپنے شاگرد حسام الدین چلپی کے گھر پچھلے پہر رات کو گئے مگر باہر کھڑے رہے آواز نہ دی۔ صبح دروازہ کھلا تو بات کی حالانکہ برف پڑ رہی تھی۔ قونیہ میں ایک گرم چشمہ تھا نہانے گئے تو وہاں کوڑھی نہا رہے تھے انہیں نہانے دیا جب وہ چلے گئے تو پھر وہاں غسل کیا اور کہا یہ بھی تمہاری طرح کبھی صحیح بدن رکھتے ہوں گے۔ ان سے نفرت نہ کرو۔ ایک دفعہ عارفانہ کلام سن رہے تھے۔ ایک شخص زیادہ ہی بے تاب ہو گیا لوگوں نے اسے اٹھا کر دور جا رکھا آپ ناراض ہوئے کہ شراب اس نے پی ہے اور مستی تم کر رہے ہو۔

ایک بار مولانا کی زوجہ نے خادمہ کو سزا دی آپ ناراض ہوئے اور کہا خدا کا شکر کرو کہ تم مالکہ ہو اور وہ خادمہ۔ اگر اس کے برعکس ہوتا تو تمہاری کیا حالت ہوتی اس نے خادمہ کو آزاد کر دیا اور پھر کبھی کسی سے ایسا

Marfat.com

سلوک نہیں کیا۔ اپنے جیسا کھلاتیں اور اپنے جیسا سلوک کرتیں۔ آپ کا سلوک انسانوں کے علاوہ حیوانوں سے بھی یہ تھا کہ ایک دفعہ شہر کے میر معین الدین کے ہاں محفل سماع تھی کسی عورت نے دو طباق شیرینی کے بھیجے آپ آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے ایک کتا آیا منہ ڈال دیا کسی نے اسے بھگانا چاہا۔ دیکھ کر کہا رہنے دو چنانچہ کچھ کھا کر کچھ لے کر چلا گیا۔ مولانا نے کہا اس کی بھوک تیز تھی اس کا حق زیادہ تھا۔

ایک دفعہ آپ کچھ مریدوں کے ہمراہ ایک تنگ گلی سے گزر رہے تھے راستے میں کتا سویا ہوا تھا آپ رک گئے۔ دوسری طرف سے ایک جاننے والا آ رہا تھا۔ اس نے کتے کے پتھر مارا وہ چیختا ہوا اٹھ کر چلا گیا۔ وہ آدمی قریب آیا تو کہنے لگے بندہ خدا تجھے کیا ہاتھ آیا۔ بیچارہ سویا ہوا تھا میں تھوڑی دیر انتظار کر لیتا تو کیا برا تھا۔ وہ دل آزادی کو گناہ سمجھتے تھے۔ چیونٹی کا بھی خیال رکھتے ایک دفعہ بازار سے گزر رہے تھے۔ دوکانداروں نے اٹھ اٹھ کر استقبال کیا۔ کچھ لڑکے آئے بڑے شوق سے ملے اور آپ نے پیار کیا ایک لڑکے نے آواز دی مولانا ابھی جایئے نہیں آپ ٹھہر گئے وہ کام کر رہا تھا فارغ ہو کر آیا ملے اور پھر گئے۔

اسی طرح ایک دن بازار میں دو شخص لڑ رہے تھے اور گالیاں دے رہے تھے ایک کہہ رہا تھا شیطان تو ایک کہے گا تو دس سنے گا۔ مولانا نے کہا بھائی مجھے ہزار کہہ لو ایک نہ سنو گے وہ شرمندہ ہوا اور دوست بن گئے۔

Marfat.com

آخر ہر ایک نے جانا ہے۔ ۶۷۰ھ میں قونیہ میں زلزلہ آیا لوگ چیخ رہے تھے۔ چار روز زلزلہ آتا رہا لوگ مولانا کے پاس حاضر ہوئے اور دعا کے لیے کہا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا زمین بھوکی ہے کچھ چاہتی ہے اسے اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی۔ کوئی پریشان نہ ہو جو ہونا ہے ہو کر رہے گا لوگ مطمئن ہو کر گھروں کو چلے گئے۔ زلزلہ رک گیا۔ شہر کی رونق بحال ہو گئی مگر دوسرے دن ایک خبر نے یہ ساری خوشیاں چھین لیں۔ مولانا شدید بیماری کا شکار ہو گئے۔ دوڑ دھوپ علاج معالجے کے باوجود دوسرے دن غروب آفتاب سے پہلے خدا کی وحدانیت اور خاتم النبین ؐ کی رسالت پر گواہی دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ گھر گھر ماتم بپا ہو گیا۔ جنازہ اٹھا تو جگہ نہ ملتی تھی۔ یہودی اور عیسائی بھی تورات و انجیل پڑھتے آگے آگے چل رہے تھے۔ بادشاہ نے ان عیسائیوں اور یہودیوں سے پوچھا تمہیں مولانا سے کیا نسبت ہے جواباً کہنے لگے یہ تمہاری طرح ہمارا بھی محبوب ہے۔ مولانا کی اس عظمت کو بھلایا نہیں جا سکتا تاقیامت وہ اِسی طرح یاد رہیں گے۔

Marfat.com

حضرت نظام الدین اولیاءؒ

خاقی خاں مورخ کے مطابق سید عرب کے سید تھے اور بخارا میں مقیم تھے۔ حضرت خواجہ عثمان ہرونی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ عثمان ہرونی خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بھی مرشد تھے۔ اس لیے سید کے علاوہ دونوں روحانی رشتے سے بھی منسلک تھے۔ سید نے عرب میں ایک خواب دیکھا۔ بیوی بھی راضی ہو گئی جب ہندوستان آئے تو آپ کے چچازاد بھائی سید علی بخاریؒ بھی ہمراہ تھے۔ پہلے لاہور آئے پھر بدایوں چلے گئے۔ سید عرب کے دو بیٹے خواجہ عبداللہ اور خواجہ سید محمود اور ایک بیٹی بی بی زلیخا تھیں۔ سید عرب کے امیر و کبیر تاجر تھے۔ بی بی زلیخا جوان ہوئیں

Marfat.com

تو اپنے چچازاد بھائی سید علی بخاری کے بیٹے سید احمد سے ۶۱۵ھ میں اس کی شادی کر دی اور ۶۱۶ء میں سید عرب فوت ہو گئے۔ سلطان شمس الدین التمش نے سید احمد کو بدایوں کا قاضی مقرر کرلیا۔ زندگی بخوشی گذرنے لگی انصاف کا چرچا عام ہوا۔ شادی کے پندرہ سال بعد بی بی زلیخا کے ہاں وہ بچہ پیدا ہوا جس کا خاندانی نام سید محمد تھا اور جو نظام الدین اولیاؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔

ان کی پیدائش ۶۳۶ھ میں ہوئی۔ دوسرے سال بی بی زلیخا کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اسی دوران احمد بخاری بیمار ہو گئے علاج معالجہ کام نہ آیا۔ اپنے بچے محمد کو پاس بلایا۔ رقت میں بیوی اور بچوں کے لیے دعا کی اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنے رب سے جا ملے۔ انہیں بدایوں میں ساگر تالاب کے کنارے دفن کیا گیا۔ کئی صدیاں گزرنے کے بعد حافظ رحمت خاں روہیلہ حکمران روہیکھنڈ نے اس کے گرد چاردیواری بنا دی اور مزار پر گنبد بھی بنایا۔ ساتھ ہی ایک مسجد بھی تعمیر کروا دی۔

سید احمد بخاری کی وفات کے بعد بی بی زلیخا کے بھائیوں نے ہرچند کوشش کی کہ وہ بہن کی مدد کریں مگر وہ محنت مزدوری سے پیٹ پالتی اور بھائیوں سے کچھ نہ لیتی بلکہ ان کی شکرگزار ہوتی کہ انہوں نے پوچھا ہے۔ گھر میں چار فرد تھے۔ بی بی زلیخا' سید محمد اور اس کی بہن اور ایک خادمہ۔ یہ سب بوجھ وہ خود اٹھا رہی تھیں۔ ہفتے میں ایک آدھ دن پھر بھی فاقہ آ

Marfat.com

جاتا۔ جب فاقہ ہوتا تو سید محمد ماں سے کھانا پوچھتے تو وہ کہہ دیتی بیٹا آج ہم اللہ کے مہمان ہیں وہ بہت خوش ہوتے۔ اور پھر دن بھر کھانے کا نام نہ لیتے دوسرے دن جب کھانا ملتا تو کہتے اماں اب ہم اللہ کے مہمان کب ہوں گے وہ کہتی یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ جب وہ چاہے اس کی مرضی یہ سن کر وہ دعا مانگتے اللہ ہمیں روز اپنا مہمان بنایا کر۔ گویا پانچ سال کی عمر میں یہ دعا مانگنا اللہ کی دین تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ فاقہ انہیں پسند تھا۔

چھ سات سال کی عمر میں مولانا شاہ مقریؒ کے مدرسہ میں داخل ہوئے' اور دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ پھر مولانا علاؤالدین اصولیؒ کی شاگردی اختیار کی شروع میں کچھ مذہبی کتابیں پڑھانے کے بعد امام احمد بن محمد کی کتاب قدوری پڑھی وہ بغداد کے قدور محلّہ کے رہنے والے تھے اور امام قدوری کے نام سے مشہور تھے۔ یہ کتاب ختم کرتے ہوئے انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ ایک بڑی کتاب ختم کر رہے ہیں۔ یہ فقہ حنفی پر ایک جامع تصنیف ہے۔ اب دستاربندی کی ضرورت ہے۔ یہ بات نظام الدین نے اپنی ماں سے بیان کی وہ سمجھ گئی۔ دن رات سوت کات کر دستار بنائی اور کچھ پیسے جمع کیے پھر بدایوں کے ممتاز علماء کو بلایا۔ دعوت کے بعد مولانا علاؤالدین نے خواجہ علی سے اجازت چاہی۔ انہوں نے کہا۔ بسم اللہ کریں دستار باندھی گئی اور دعاؤں سے یہ رسم ختم ہوئی۔ سب سے پہلے خواجہ نظام الدینؒ نے خواجہ علی کے ہاتھوں کو بوسہ دیا پھر

Marfat.com

علاؤالدین اصولی کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور انہوں نے کہا اللہ نے چاہا تو اس بچے کا سر کسی انسان کے آگے خم نہیں ہو گا۔ مولانا علاؤالدین اصولی کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ وہ ایک دن بدایوں کی گلیوں میں پھر رہے تھے۔ آپ ابھی بچے تھے اچانک جلال الدین تبریزیؒ کی نظران پر پڑی اور انہیں کہالڑکے ادھر آ۔ وہ آئے اور سر جھکا کر کھڑ ہو گئے۔ مولانا نے کہا یہ تم نے کیسا لباس پہن رکھا ہے۔ کہنے لگے میں غریب ہوں کیا کروں، فرمایا غربت کی بات نہیں اور اپنا پیراہن اتار کر دے دیا کہ یہ پہن وہ بچے تھے یہ پیراہن بڑا تھا لوگ اسے دیکھ کر مولانا علاؤالدین اصولی کو مذاق کرتے کہ کس سے مانگ لایا ہے مگر وہ اسے پہن کر خوش ہوتے۔ کہتے ہیں کہ مولانا علاؤالدین اصولی کی کرامت اسی لباس کی برکت تھی۔

۶۴۱ھ یا ۶۵۱ھ بدایوں سے علم حاصل کرنے کے بعد خواجہ نظام الدین اولیاؒ اپنی والدہ ہمشیرہ اور ایک عزیز بزرگ مولانا عوض کے ساتھ دہلی روانہ ہوئے۔ راستے میں رات آگئی جنگل تھا وہیں ٹھہر گئے۔ مولانا عوض ساری رات پیر کو پکارتے رہے۔ آخر صبح ہوئی قافلہ روانہ ہوا اور دہلی جا پہنچے مولانا عوض سے پوچھا وہ کون پیر تھے جنہیں آپ پکارتے تھے مولانا عوض نے کہا بابا فرید گنج شکرؒ کو پکارتا تھا۔ ان کے ذکر پر میرے دل میں اثر ہوا۔ ورنہ میں پہلے انہیں نہیں جانتا تھا۔ دہلی میں پہنچ کر انہوں نے اپنی والدہ اور ہمشیرہ کے ساتھ ایک سرائے میں قیام کیا۔ پھر خود ایک کمان

Marfat.com

ساز کے سامنے والے مکان میں ٹھہرے۔ اسی محلہ میں امیر خسرو بھی رہتے تھے۔ دہلی علما کا گڑھ تھا مگر آپ پھرتے پھرتے مولانا شمس الدین خوارزمیؒ کے درس میں جا پہنچے اور پھر وہاں کے ہو کے رہ گئے اور کچھ دنوں کے بعد مولانا نے آپ اپنے حجرے میں بلا کر کہا۔ سید آئندہ تم شاگردوں کی عام قطار میں نہ بیٹھو تمہارے لیے میں نے یہ اپنا حجرہ وقف کر دیا ہے۔ اس حجرہ میں بادشاہ بھی نہیں آسکتا تھا صرف دو شاگرد حضرت قطب الدین قاقلہ اور حضرت برہان الدین عبدالباقیؒ یہاں علم سیکھتے۔ تیسرے حضرت نظام الدین اولیاؒ پر نظر کرم ہوئی پھر وہ وقت بھی آیا کہ اپنی مسند پر حکم دے کر انہیں بٹھایا مگر نظام الدین بیٹھتے وقت بے چین تھے۔ مولانا شمس الدین خوارزمی ایک عالم باعمل تھے۔ غیاث الدین بلبن نے آپ کو شمس الملک کا خطاب دیا گو انہیں خطاب کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی عقیدت کے طور پر قبول کر لیا اور ایک اہم سرکاری عہدہ بھی قبول کر لیا۔ نظام الدین اولیاؒ نے دو سال وہاں قیام کیا۔ شعر و ادب کے رموز و نکات پر حاوی ہو گئے مقامات حریری جیسی عزلی کتاب حفظ کر لی اور ۱۸ سال کی عمر میں ان کے ہم پلہ کوئی عالم نہ تھا۔ لوگ انہیں بحاث سخن اور محفل شکن بھی کہتے تھے۔ انہیں محبوب الٰہی سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ مولانا کمال الدین زاہد سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا وہ عشق رسولؐ میں گوشہ نشین ہو چکے تھے۔ غیاث الدین بلبن ان کی بھی بڑی عزت کرتا تھا۔ آپ کو امامت کے لیے

Marfat.com

عرض کیا اور آپ نہ مانے حاضرین دیکھتے ہی رہ گئے وہ چلے گئے۔ اسی دوران نظام الدینؒ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے میں زیادہ دیر آپ میں نہیں رہوں گا دوستوں کے پوچھنے پر کہتے یہ مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ کہاں جاؤں گا مگر ایک بے چینی ہے۔ بارہ سال کی عمر میں جب میں مولانا علاؤالدین اصولی کے درس میں تھا ایک دن ایک قوال آیا اور کہنے لگا میں ملتان گیا حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کی خادمائیں بھی چکی پیستے ہوئے ذکر الٰہی میں مشغول رہتی ہیں مگر مجھ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ میں اجودھن گیا وہاں داخل ہوتے ہی میں نے دیکھا جیسے در ودیوار پر نور برس رہا ہے۔ بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یوں معلوم ہوا جیسے بابا فرید کی روحانیت نے سارے ہندوستان کو لپیٹ لیا ہے۔ اس وقت سے میں انہیں یاد کرتا ہوں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس محلہ میں رہتا ہوں وہاں ان کے چھوٹے بھائی نجیب الدین متوکل رہتے ہیں جو ان کے فیض سے حقیقتاً متوکل بن چکے ہیں۔ ایک دن درس میں استاد نے سوال کیا۔

(۱) نجیب الدین تم متوکل ہو۔ (جواب) میں تو متاکل ہوں یعنی کھانے والا ہوں۔

(۲) تم فریدالدین کے چھوٹے بھائی ہو۔ (جواب) برادر صوری ہوں۔ معنوی نہیں۔

Marfat.com

استاد کو ان دونوں جوابات پر تعجب ہوا کیونکہ نجیب الدین انکسار سے کام لے رہے تھے۔ چار سال تک میں ان سے ملتا رہا اور ذکر سنتا رہا۔ اسی لیے طلب بڑھتی گئی۔

شیخ نظام الدینؒ نیا چاند نکلنے پر سب سے پہلے والدہ کی قدم بوسی کرتے تھے اس بار چاند نکلا۔ قدم بوسی کی تو والدہ نے کہا کہ آئندہ ماہ کس کی قدم بوسی کرو گے۔ آپ نے روتے ہوئے کہا مجھے کس کے سپرد کر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا اس کا جواب کل دوں گی۔ آج تم نجیب الدین متوکل کے پاس رات رہو۔ حکم مانا چلے گئے مگر بے قرار تھے۔ دعا ہی مانگتے رہے۔ صبح ہوئی خادمہ آئی تو گھر پہنچے اور والدہ کہنے لگیں۔ کل تم نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا۔ پھر خاموشی کے بعد کہا سید محمد تمہارا دایاں ہاتھ کون سا ہے انہوں نے دایاں ہاتھ بڑھایا اور محسوس کیا کہ ان کی بینائی کمزور ہو گئی ہے۔ ماں نے ہاتھ پکڑا اور پر سوز لہجے میں کہا اے اللہ میں سید محمد کو تیرے سپرد کرتی ہوں تو ہی عبادت کے لائق ہے اور اپنے بندوں کا کفیل ہے۔ یہ کہہ کر ان کا ہاتھ گر گیا اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے گزر گئیں جیسے ہوا گزر جاتی ہے۔ آپ کے مرید حسن سنجری اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب 'فوائد الفوائد' میں کرتے ہیں کہ ماں کے نام پر ان کی حالت غیر ہو جاتی اور پاس بیٹھے ہوئے بھی نہ سن پاتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اکثر یہ شعر پڑھتے جس کا مطلب ہے۔ میرے دل افسوس کہ تو نے کوئی تدبیر نہ کی۔ وصال کی

Marfat.com

راتیں گذر گئیں اور تو نے انہیں زنجیر نہیں پہنائی۔

بے صبری بڑھ گئی ہر وقت روتے۔ جامعہ مسجد میں ایک دن نماز پڑھتے ہوئے امام نے یہ آیت پڑھی۔

"کیا اہل ایمان کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے جھک جائیں۔"

نماز کے بعد دیر تک سوچتے رہے پھر آواز آئی۔ اے نظام الدین یہ ہدایت غیبی ہے تجھے سکون اللہ کے ذکر ہی سے ملے گا۔ کتابون کے انبار میں تیری نجات نہیں ہے۔ آپ نجیب الدین متوکل کے پاس گئے اور کہا شیخ میں اجودھن جا رہا ہوں۔ آپ کی آنکھیں یہی دیکھ رہی تھیں۔ وہ مسکرائے کہ میرا بھی سلام کہنا۔ شیخ نے پھر دعا کی اور یہ بیس سالہ نوجوان اجودھن جا پہنچا۔ دہلی سے خالی داماں چلے تھے۔ جاتے ہی پذیرائی ہو گئی اور بابا فرید نے خود فرما دیا کہ میری خواہش تھی کہ یہ نعمت جادہ اور ولایت ہند کسی اور کو دوں۔ ہاتف غیبی نے صدا دی ابھی ٹھہرو۔ نظام الدین بدایوں آرہا ہے اور آپ نے پیرو مرشد کے سامنے سر جھکا دیا۔

تمام مرید فرش پر سوتے تھے آپ کے لیے چارپائی بچھائی گئی مگر آپ فرش پر لیٹ گئے۔ رات کو مولانا بدرالدین اسحق ایک خادم کی اطلاع کے مطابق آئے اور کہا آپ یہاں مرضی کرنے آئے ہیں یا حکم ماننے۔ مرشد کا حکم ہے چارپائی پر سوؤ۔ وہ چارپائی پر سو گئے۔ بابا فرید کے حلقہ میں داخل

Marfat.com

ہونے کے بعد آپ نے پوچھا اگر حکم ہو تو علم جاری رکھوں ورنہ اوراد پر توجہ دوں۔ انہوں نے کہا علم سے روکا نہیں جا سکتا۔ دونوں جاری رکھو پھر دیکھو۔ بابا فرید نے خود عوارف المعارف شہاب الدین سہروردی کے چھ باب پڑھائے۔ ابو شکور سائی بھی ساری پڑھائی قرآن کے چھ سپارے تجوید کے ساتھ پڑھائے۔ بابا فرید کے پاس عوارف المعارف کا جو نسخہ تھا اس میں کچھ سقم بھی تھا اور خط بھی باریک تھا۔ ایک دن درس دیتے ہوئے اچانک خاموش ہو گئے۔ یہاں کتابت میں کچھ غلطی تھی۔ نظام الدین کی زبان سے نکل گیا میں نے شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس ایک اور نسخہ دیکھا تھا جو صحیح تھا۔ کہنے لگے کہ فقر میں یہ طاقت نہیں کہ غلطی کی تصحیح کر سکے اور اسے بار بار دہرایا۔ سب چپ ہو گئے۔ مولانا بدر الدین احق نے کان میں کہا کہ بابا کا اشارہ تمہاری طرف ہے۔ نظام الدین نے سر ننگا کیا اور مرشد کے سامنے جھک گئے اور روتے رہے مگر ان کے چہرہ پر ملال تھا۔ وہ حجرہ میں چلے گئے۔ دوسرے دن بھی معافی مانگی پھر بھی خاموش رہے۔ نظام الدینؒ جنگل کو نکل گئے اور روتے روتے فاقے میں کئی دن گزر گئے آخر شہاب الدین انہیں ملے روٹی کا لقمہ کھلایا اور بابا سے بات کرنے کا وعدہ کیا۔ آخر جب انہیں موقع ملا تو بات کی بابا نے معاف کر دیا اور بلا کر تسلی دی۔ اصل میں یہ ان کی آزمائش تھی کہ وہ محبت کرتے ہیں یا اکڑتے ہیں۔ وہ محبت میں ثابت رہے۔ اس لیے بابا کے محبوب بن گئے اور پھر

Marfat.com

محبوب الٰہی ہو گئے ایک دفعہ ان کا ایک دوست اجودھن آیا اور پیغام بھیجا آپ اسے ملنے گئے وہ بازار کے ساتھ ایک مکان میں ٹھہرا تھا۔ ان کی حالت دیکھ کر کہنے لگا اگر تم دہلی میں رہتے تو یہ حال نہ ہوتا۔ آپ نے کہا میں اس حال میں خوش ہوں۔ واپس آئے تو مرشد نے یہی باتیں انہیں سنائیں جیسا کہ وہ پاس بیٹھے تھے اور پھر کہا اگر کوئی دوست پوچھے تو یہ شعر پڑھ دینا۔ "تو میرا ہم سفر نہیں ہو سکا۔ اس لیے اپنا راستہ پکڑ۔ تجھے تیری خوش بختی مبارک ہو اور مجھے میری شکستہ حالی۔"

اس کے بعد شیخ نے حکم دیا کہ مختلف کھانے ایک خوان میں سجاؤ اور پھر اسے اپنے سر پر رکھ کر دوست کے پاس لے جاؤ۔ لوگ دیکھ رہے تھے اور نظام الدینؒ اسی حالت میں بازار سے گزر رہا تھا۔ دوست نے دیکھا تو روتا ہوا دوڑا اور مولانا کے سر سے خوان اتارا کہ مولانا آپ نے یہ کیا کیا حضرت نظام الدینؒ نے سارا واقعہ سنا دیا اور دوست مان گیا کہ وہ برگزیدہ ہیں۔ مجھے بھی ان کے پاس لے چلو۔ کھانے کے بعد دوست نے اپنے ملازم سے کہا کہ یہ خوان اٹھاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔ مگر نظام الدین نے انکار کر دیا اور کہا جیسے میں لایا ہوں ویسے ہی لے کر جاؤں گا پھر وہ فاضل دوست جسے اپنے علم پر بڑا ناز تھا۔ بابا فریدؒ کے خدمتگاروں میں شامل ہو گیا۔ ساڑھے سات ماہ کے بعد مرشد کی اجازت سے آپ دوبارہ دہلی آئے۔ آپ نے نصیحت کی کہ جس طرح بھی ہو اپنے دشمنوں کو خوش رکھنا اور

Marfat.com

جس سے قرض لو ادائیگی سے غافل نہ ہونا۔

حق تعالیٰ منزل آپ پر آسان فرمائے۔ جب آپ دہلی کو روانہ ہوئے تو راہ میں گھنا اور اندھیر جنگل تھا۔ بارش کی وجہ سے اور اندھیرا ہو گیا۔ اتفاقاً پانچ چھ ڈاکو ننگی تلواریں لیے ان کی طرف بڑھے وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھے تھے۔ سوچنے لگے میرے پاس کچھ بھی نہیں صرف مرشد کا پیرہن اور کمبل ان کے پاس تھا سوچا اگر یہ مجھ سے چھین لیا تو زندگی بھر آبادی میں نہیں جاؤں گا اور کسی کو منہ نہیں دکھاؤں گا۔ ڈاکو یک لخت ان کی طرف سے مڑے اور جنگل میں غائب ہو گئے۔ نظام الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ پیرو مرشد کے کمبل اور پیراہن کا نتیجہ تھا کہ وہ ڈاکو اندھے ہو گئے یا میں نظر نہیں آیا تھا۔ دہلی پہنچ کر وہ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیرو مرشد کی بے نیاز نوازشات کا ذکر کیا۔ وہ یہ واقعات سن کر خوش ہوئے اور مبارک دی کہ بڑے قسمت والے ہو کہ ایسی منزل اتنی جلدی حاصل ہو گئی۔

پھر وہ مرشد کی نصیحت کے مطابق قرض اتارنے چلے ایک دوست سے کتاب لی تھی وہ کتاب گم ہو گئی تھی اس سے مہلت مانگی مگر دوست نے کہا کہ میں وہ کتاب تمہیں تحفہ میں دے چکا ہوں۔ میرا کوئی حساب نہیں۔ ایک شخص سے ۴۰ چیتل (سکہ) کا کپڑا لیا تھا اسے ۱۰ چیتل دیئے اور باقی کے لیے وقت مانگا مگر باقی اس نے معاف کر دیئے۔

Marfat.com

دہلی آکر سرائے میں ٹھہرے کچھ دنوں کے بعد امیر خسرو کے نانا راوت عرض کا مکان خالی ہوا۔ وہ اس مکان میں چلے گئے کہ ایک شاندار حویلی تھی جس کی تین منزلیں تھیں پہلی منزل میں سید محمد کرمانی رہتے تھے وہ بابا فرید ؒ کی شہرت سن کر اجودھن آئے تھے اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے جب نظام الدین ؒ دہلی آئے تو وہ بھی یہاں آ گئے دوسری منزل میں حضرت نظام الدین ؒ تھے۔ تیسری منزل میں مرید اور عقیدت مند رہتے اور یہاں کھانا پکتا تھا۔ کچھ دنوں بعد راوت عرض کے بیٹے امیر خسرو کے ماموں اپنی جاگیر سے واپس آ گئے اور نظام الدین ؒ کو مکان خالی کرنے کو کہا۔ مجھے کچھ وقت دو۔ جگہ ملتے ہی چلے جائیں گے مگر انہوں نے کہا تم بہانہ کرتے ہو اور سرکاری کارندے مکان خالی کروانے آ گئے۔ انہوں نے ان سے بھی وقت مانگا مگر وہ نہ مانے۔ آخر نظام الدین ؒ مکان سے باہر نکل آئے۔ کتابوں کے سوا کوئی سامان نہ تھا۔ سید محمد کرمانی اور دوسرے عقیدت مندوں نے کتابیں سر پر اٹھائیں اور خانہ بدوشوں کی طرح چل نکلے۔ حیرانی کی صورت میں ایک طرف چلے کچھ فاصلے پر سراج یفال کا مکان تھا۔ اس کے سامنے چھپر والی مسجد تھی کتابیں وہاں رکھنے کے لیے کہا کہ یہ اللہ کا گھر ہے اس پر تو کسی کی ملکیت نہیں اور رات مسجد میں گزاری۔ سید محمد کرمانی بیوی بچوں سمیت مسجد کی سیڑھیوں پر پڑے رہے۔ ان کے جانے کے بعد محلے کے بزرگوں نے راوت عرض کے بیٹوں سے کہا

Marfat.com

کہ آپ نے انہیں نکال کر اچھا نہیں کیا۔ درویشوں کی وجہ سے محلہ میں روشنی تھا۔

راوت عرض کے بیٹوں نے غرور سے کہا ہم ان درویشوں کو جانتے ہیں یہ بھی دنیا کمانے کا ایک ڈھنگ ہے۔ اسی رات عمارت کو آگ لگ گئی اور سب جل گئی۔ راوت عرض کے بیٹے حیران کھڑے تھے اور لوگوں کے یہ لفظ ان کے کانوں میں گونجتے تھے۔ بڑی برکت تھی ان لوگوں کے دم سے۔ وہ کیا گئے کہ اس کے ساتھ رحمت چلی گئی اور زحمت نازل ہو گئی۔ یہی صورت ستر سال پہلے اجمیر کے میدان میں ظاہر ہوئی تھی جب پرتھوی راج چوہان کے کارندوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے کہا تھا یہ راجہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اسے خالی کردو اور سلطان الہند نے جواب دیا تھا کہ ہم تو اٹھے جاتے ہیں مگر ہمارے بعد جو بھی یہاں بیٹھے گا وہ دوبارہ نہیں اٹھے گا پھر جب پرتھوی چوہان کے ہزاروں اونٹ اس میں بیٹھے تو زمین نے انہیں پکڑ لیا۔

اسی طرح بابا فریدالدینؒ کے ساتھ بدسلوکی کا نتیجہ تھا کہ راوت خان کے بیٹوں کا مکان جل کر راکھ ہو گیا۔ سلطان ناصرالدین محمود اور غیاث الدین بلبن کو اگر یہ معلوم ہو جاتا تو راوت خاں کے بیٹوں کو سزا ملتی مگر اللہ کو یہی منظور تھا کہ درویش کسی احسان کے بغیر گزر کرتے۔ سعد کاغذی شیخ صدرالدینؒ کے مرید کو جب پتہ چلا تو وہ روتے ہوئے آیا اور کہا شیخ

Marfat.com

ہمارے ہوتے ہوئے آپ کا یہ حال ہو آپ نے کہا اب میں کسی بندۂ خدا کو تکلیف نہیں دینا چاہتا اگر مجھے اس حال میں بھی نہ رہنے دیا تو میں جنگلوں میں چلا جاؤں گا۔ وہ شروع ہی سے شور سے بیزار تھے ایک روز قتلغ خاں کے حوض پر قرآن حفظ کر رہے تھے ایک درویش کو دیکھا جب وہ فارغ ہوا تو اس سے پوچھنے لگے۔

(ا) کیا آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ کیا آپ اپنی مرضی سے اس شہر میں رہتے ہیں اس نے کہا بات یہ ہے کہ کمال دروازے کے باہر شہیدوں کے چبوترے کی چار دیواری میں مجھے ایک درویش ملا تھا جس نے مجھے کہا تھا کہ ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اس شہر سے چلے جاؤ۔ ۲۵ سال ہو گئے مگر میں شہر سے جانے کے ارادے کے باوجود نہ جا سکا ہر وقت کوئی نہ کوئی رکاوٹ آ گئی۔ یہ سن کر میں نے بھی شہر چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ کبھی پیٹالی ضلع ایٹہ جو آپ کی ننھال اور امیر خسرو کی پیدائش کی جگہ تھی جانا چاہتا۔ کبھی بستالہ جانے کا خیال ہوا۔ آخر بستالہ چلا گیا۔ تین روز رہا کوئی مکان نہ ملا واپس ہو گیا مگر خیال یہی رہتا ایک دن حوض رانی کی طرف چلا گیا وہاں ایک باغ ہے جسے باغ حیرت کہتے ہیں اللہ سے دعا کی غیب سے غیاث پور کا لفظ سنا نیشاپور میں میرا ایک دوست رہتا تھا اس کے گھر گیا تو پتہ چلا غیاث پور گیا ہے میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ ویرانہ تھا پسند آیا مگر سلطان غیاث الدین بلبن کی وفات کے بعد اس کے لڑکے

Marfat.com

معزالدین کیقباد نے کیلوکھڑی میں محل بنوالیا اور یہ جگہ بھی شور وشر میں بدل گئی۔ انہی دنوں دہلی کے ایک بزرگ جو میرے استاد بھی تھے کا انتقال ہوگیا میں ان کی فاتحہ خوانی کے لیے گیا تو اسی روز نماز عصر میں ایک دبلا پتلا آدمی شامل ہوا جس کا چہرہ پر کشش تھا۔ نماز کے بعد مجھے کہنے لگا۔ آدمی کو شہرت نہ حاصل کرنی چاہیے اور اگر ہو جائے تو غاروں میں چھپتے پھرنا کوئی جوانمردی نہیں دنیا میں رہ کر گزارہ کرنا چاہیے ورنہ روز قیامت محمد ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گے۔ میں نے اس جوان کو کھانا پیش کیا مگر اس نے ہاتھ نہ لگایا پھر میں نے دل میں خیال کیا کہ میں یہاں سے اب نہیں جاؤں گا اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور چلا گیا۔ کہتے ہیں بدایوں سے دہلی آتے ہوئے ایک دفعہ ایک گدڑی پوش ملا اور سینہ سے سینہ ملا کر بغلگیر ہوا۔ سر پر ایک پگڑی بھی تھی۔ میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا یہاں سے بوئے مسلمانی آتی ہے۔ دوسری بار جماعت خانہ میں (کندوری وہ کھانا جس پر حضرت فاطمہ ؓ کی فاتحہ ہوتی ہے) وہی شخص ملا۔ کھانے کے بعد وہ مجھے نہیں ملا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا پیالے میں شوربہ ڈال کر چار روٹیاں لے کر سامنے ٹیلے پر چلا گیا تھا اور کھا کر غائب ہو گیا۔ تیسری بار کیلوکھڑی سے ملا عمر کو آتے ہوئے ملا اور جب اسے پتہ چلا کہ وہ نظام الدین کے پاس جا رہا ہے تو بارہ چیتل دے کر کہا یہ اسے دے دینا۔ اس بیچارے کے پاس کیا ہے۔ اس دن سے خانقاہ میں نذرانے آنے شروع ہو

Marfat.com

گئے جس سے مجھے ظاہر ہوا کہ وہ مردان غیب سے تھا۔ آپ کی زندگی غربت کی زندگی تھی۔ سید محمد کرمانیؒ کی اہلیہ بی بی رانی نے ان کے پھٹے پرانے کپڑے دھوئے اور مرمت کی اور انہیں اللہ نے برکتیں عطا فرمائیں۔

دوسری بار بابا فریدؒ کے حضور حاضر ہوئے تو خلافت اور ہندوستان کی ولایت عطا ہو گئی۔ حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ آپ کے محبوب خلیفہ تھے مگر ولایت ہندوستان بھی نظام الدینؒ کو عطا ہوئی۔ پھر معین الدین چشتیؒ کی وہ دستار جو قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بابا فرید کو ملی تھی نظام الدینؒ کے سر باندھی۔ اپنا عصا عطا کیا اور حاضرین کے سامنے نظام الدینؒ کے لیے دعا کی اور کہا اپنا یہ خلافت نامہ ہانسی میں جمال الدینؒ اور دہلی میں قاضی منتجب الدین کو دکھا دینا۔ یہ خلافت نامہ ۶۵۸ھ کے لگ بھگ عطا ہوا۔ ۶۵۹ھ میں جمال الدین ہانسویؒ انتقال کر گئے۔ ۶۶۴ھ میں بابا فرید بھی فوت ہو گئے تھے۔ نظام الدینؒ اپنا خلافت نامہ جمال الدین ہانسویؒ کو دکھا کر دہلی آ رہے تھے کہ راستے میں ہی منتجب الدین کے چھوٹے بھائی نجیب الدین متوکل کے فوت ہونے کی خبر مل گئی اور اس طرح وہ سمجھ گئے کہ مرشد نے انہیں خلافت نامہ دکھلانے کے لیے کیوں نہیں کہا تھا۔

غیاث الدین بلبن کے بعد سلطان محمد مغلوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔ بغرا خان عیش میں پڑا تھا اس لیے خان شہید کے بیٹے خسرو کے لیے

Marfat.com

وصیت کی مگر ملک فخر الدین کوتوال ان کے حق میں نہ تھا اس لیے بغرا خاں کے لڑکے کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا۔ جسے ۲۱ سال کی عمر میں فالج ہو گیا۔ نظام الدین" کا گروہ فاقہ مستی میں بسر اوقات کر رہا تھا۔ برہان الدین غریب اور کمال الدین یعقوب" اس گروہ میں تھے۔ ان کی تکلیفیں دیکھ کر اجازت دی کہ تم رزق حلال تلاش کر سکتے ہو مگر وہ رو پڑے اور ایسا کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ نظام الدین" نے فرمایا بے شک جو اپنا عہد نہیں چھوڑتا اس کے لیے آخرت کے لطف موجود ہیں۔ کیقباد کا گلہ دبا کر آخر جلال الدین خلجی کے سپاہیوں نے اسے جمنا دریا میں بہا دیا۔ اس کے بعد کیومرث (شمس الدین) کیقباد کے چھ سالہ بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا پھر اسے بھی قتل کروا دیا اور خود حکمران بن گیا۔ اسی اثناء میں درباریوں کے کہنے پر اس نے نظام الدین" کے نام پیغام ارسال کیا انہوں نے خاص و عام خدمتگاروں سے پوچھا مگر ہر ایک نے آپ کے جواب کی حمایت کی اور کہا ہمیں کسی جاگیر کی ضرورت نہیں پھر قاصد کو رقعہ دے کر واپس کیا کہ آپ کی مہربانیوں کا شکریہ۔ ہم عباس پور میں رہنے والوں کو کسی جاگیر کی ضرورت نہیں۔ ہمارا اللہ کافی ہے اور جاگیر کے طلبگار ساتھیوں سے کہا عنقریب اللہ تمہیں وسیع رزق عطا کرے گا۔

جلال الدین خلجی رسمی کارروائی کر کے خاموش ہو گیا۔ ادھر ایک عورت نظام الدین" کے پڑوس میں رہتی تھی اور وہ بھی آپ کی عزت کرتی

Marfat.com

تھی۔ وہ رسی بٹتی اور بیچ کر جو لاتی وہ روٹی پکا کر درویشوں میں حاضر کر دیتی پہلے دن تو نظام الدین نے ٹالا مگر وہ بڑھیا رونے لگی۔ آخر وہ روٹی لے لیتے اور بڑھیا اس کام سے خوش ہوتی ایک دفعہ چار دن گذر گئے۔ رسی بکتی نہ تھی اور وہ کچھ خرید نہ سکتی تھی پانچویں دن ایک رسی بکی۔ سیر بھر جو کا آٹا دس روپیے سیر لا کر پیش کیا نظام الدین" نے کمال الدین یعقوب کو کہا کہ یہ آٹا دیگ میں ڈال کر بہت سا پانی اس میں ڈال دو اور پکنے دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا ادھر ایک گدڑی پوش درویش بھی آگیا کہ میں بہت بھوکا ہوں کچھ دو۔ کمال الدین مرشد کے پاس گئے اور بیان کیا۔ کہنے لگے اسے کہو تمہارا بھی اس میں حصہ ہے پک لینے دو۔ وہ کہنے لگا میں انتظار نہیں کر سکتا۔ اس کے کہنے پر نظام الدین نے وہ دیگ اٹھائی اور اس کے پاس لے گئے۔ درویش نے تین بار دیگ میں ہاتھ ڈالا جلتا ہوا پانی نکالا اور آخر دیگ کو گرا کر توڑ دیا اور کہنے لگا۔ بابا فرید" نے تمہیں نعمت باطنی بخشی اور میں نے تمہاری فاقہ کشی کی دیگ کو توڑ دیا اب تم سلطان ظاہری بھی اور باطنی بھی ہو۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور غائب ہو گیا۔ نظام الدین" نے اپنے مرید کمال الدین سے کہا کہ اللہ کا کرم لامحدود ہے۔

شیخ نظام الدین شیخ المشائخ قرار پائے۔ ان پر ظاہری دروازے کھل گئے نذر و نیاز عام آنے لگی محرم کی ۵ سے ۱۰ تاریخ تک خانقاہ میں بابا فریدالدین گنج شکر" کا عرس ہوتا اور لوگ دور دور سے آتے۔ ایک دن

Marfat.com

علاؤالدین خلجی کا ایک امیر آگیا بہت سی نذر پیش کی مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا ضرورتمندوں کو دو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس نے پھر درخواست کی۔ آپ نے اپنے ایک خادم خواجہ اقبال سے کہا تھیلی سے ایک سکہ نکال کر کسی ضرورتمند کو دے دو۔ اس سے امیر خوش ہو گیا۔ آپ نے کہا اب جاؤ۔ باقی رقم تمہارے کام آئے گی۔ امیر سے طمع کا رنگ اتر گیا اور کہا میرے پاس بہت رقم موجود ہے۔ شیخ نے کہا ہو گی مگر اللہ نے ہمیں بھی بہت کچھ دیا ہے۔ اپنے بائیں طرف دیکھو اس نے دیکھا تو اشرفیوں کا دریا بہہ رہا تھا وہ گنگ ہو گیا اور شرمندہ ہوا اور معافی مانگی اور شیخ نے کہا تیری نیت ٹھیک نہیں تھی بہرحال میں نے تجھے معاف کیا اور جب وہ جانے لگا تو کہا جو کچھ تو نے یہاں دیکھا ہے اس کا ذکر نہ کرنا۔ اس کے بعد وہ امیر جب علاؤالدین کے پاس جاتا تو نظام الدینؒ کا ذکر ضرور کرتا کہ وہ بہت بزرگ ہیں۔ اس سے علاؤالدین خلجی کا بھی شوق بڑھ رہا تھا۔ امیر خسرو، نظام الدینؒ کے چہیتے مرید تھے۔ بلبن کے بڑے بیٹے شہزادہ خان شہید اور امیر خسرو میں بڑی دوستی تھی۔ پھر سلطان محمد ملتان میں جب مغلوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور امیر خسرو گرفتار ہوئے اور روسی ترکستان بھیج دیا۔ کئی سال بعد رہا ہوئے تو شہزادہ شہید خان پر ایک مرثیہ لکھا جسے سن کر بلبن بہت رویا۔ جلال الدین کے عہد میں انہیں امیر کا لقب ملا۔ بارہ سو تنکہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ جلال الدین کے قتل کے بعد علاؤالدین

Marfat.com

خلجی نے بھی ان کا عہدہ بحال رکھا اور مصاحب خاص بن گئے۔ علاؤالدین نے امیر خسرو سے ایک دن نظام الدینؒ کی خدمت میں کچھ نذرانہ بھیجنے کے لیے کہا مگر وہ خاموش رہے۔ آخر ایک واقعہ سنایا کہ آپ غیاث پور سے جمعہ کیلوکھڑی پڑھنے جاتے ایک دفعہ انہیں خیال آیا کہ اگر گھوڑا میرے پاس ہو تو گرمی کی شدت سے بچ جاؤں۔ حضرت شیخ نورالدین یار پیراں کے ایک مرید کے پاس گھوڑی تھی۔ انہوں نے انہیں وہ گھوڑی بھجوائی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ مرید کو پھر انہوں نے بھیجا کہ بابا فریدالدینؒ نے اجازت دے دی ہے۔ وہ پھر گھوڑی لے کر گیا تو انہوں نے قبول کر لی۔ علاؤالدین اس داستان سے مطلب تو سمجھ گیا مگر امیر خسرو سے بات کیے بغیر پچاس ہزار دینار کی تھیلی بھیجی۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی بیان کرتے ہیں کہ محمد کاتب جو نظام الدینؒ کا مرید بھی تھا تھیلی لے کر گئے۔ آپ نے پوچھا محمد تم کہاں تھے۔ کہنے لگے میں والیے ہند کے دربار میں تھا آج انہوں نے پچاس ہزار کی رقم بطور نذر بھیجی ہے۔ یہ بات سن کر شیخ نے مولانا حسام الدین نصرت خان' مولانا شرف الدین شبانی اور دوسرے حاضرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بادشاہ کا انعام بہتر ہے یا اس وعدہ کا وفا کرنا جو چند دن پہلے میں نے آپ سے کیا تھا۔ تمام کہنے لگے وعدہ وفا کرنا بہتر ہے۔ کہنے لگے ایفائے عہد آٹھ بہشتوں سے بہتر ہے اس کے سامنے ۵۰ ہزار دینار کی حیثیت کیا ہے چنانچہ پچاس ہزار دینار نہیں لیے مگر وہ نکتہ جو مریدوں نے چھ

Marfat.com

ماہ پہلے پوچھا تھا بیان کر دیا۔ رقم کی اس واپسی سے علاؤالدین پریشان تو ہوا مگر دل میں غبار نہ لایا اور کسی دوسرے موقع کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ نظام الدین اولیاء ؒ ایک دن گناہ اور توبہ پر تقریر کر رہے تھے کہا کہ پرہیزگار اور گناہوں سے توبہ کرنے والا برابر ہیں اور حدیث پیش کی کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ اللہ والے پوشیدہ رہتے ہیں۔ ابوالحسن نوری نے دعا کی کہ اے اللہ اپنے شہروں میں مجھے اپنے بندوں سے پوشیدہ رکھ۔ غیب سے آواز ائی اے نوری حق کو کوئی چھپا نہیں سکتا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ایک خلیفہ حمیدالدین سوالی سے کسی نے پوچھا بعض بزرگ دنیا سے جانے کے بعد بے نشان ہو جاتے ہیں اور بعض دنیا میں گمنام رہنے والے موت کے بعد شہرت دوام حاصل کر لیتے ہیں۔ جواب دیا۔ شہرت چاہنے والا گمنام ہو جاتا ہے اور جو شہرت نہیں چاہتا اسے شہرت مل جاتی ہے پھر عبدالقادر ؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ ان کی خانقاہ کے دروازے پر ایک لولا لنگڑا پڑا تھا۔ دیکھنے والے نے سید سے کہا حضور اس سے کیا بے ادبی ہوئی ہے انہوں نے کہا یہ چالیس ابدالوں سے ہے کل دو دوستوں کے ہمراہ اڑتا ہوا مصر سے گذرا۔ ایک خانقاہ کے دائیں دوسرا بائیں ہو کر گذر گیا۔ یہ خانقاہ کے اوپر سے گذرا اور گر پڑا اور یہ حالت ہو گئی کہ حضرت نظام الدین ؒ کی خانقاہ پہ ہر مصیبت زدہ پہنچتا اور اسے آرام ملتا۔ کوئی پوچھتا کدھر جا رہے ہو تو شہنشاہ

Marfat.com

تا۔ پوچھنے والا علاؤ الدین کا نام لیتا تو مصیبت زدہ کہتا میرا
ہے۔ اس شہرت سے علاؤ الدین کو چاپلوسوں نے
کی طرح یہ بھی آپ کے لیے فتنہ پیدا کریں
پر سہ اپنے چچا جلال الدین خلجی کو قتل کر کے تخت
ں لیا تھا۔ اس لیے خائف ہوئے مگر صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ کئی دن
سوچتا رہا پھر ایک مضمون تیار کیا اور اپنے بیٹے خضر خاں کے ذریعے نظام الدینؒ تک یہ مضمون پہنچا کر جواب کا طالب ہوا۔

آپ ساری دنیا کے مخدوم ہیں اور میں ہندوستان کا بادشاہ ہوں۔ میں آپ کے مشورے سے کام چلانا چاہتا ہوں۔ نظام الدینؒ نے لفافہ دیکھا۔ لوگوں سے کہا فاتحہ پڑھیں۔ پھر خضر خاں سے کہا درویشوں کو بادشاہی کے کاموں سے کیا تعلق۔ میں درویش ہو کر لوگوں کی اصلاح کرتا ہوں اگر بادشاہ کو کوئی اعتراض ہے تو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا یہ جواب لے کر خضر خاں جب واپس آیا تو علاؤ الدین نے پوچھا میرا لفافہ کھولا نہیں تھا۔ بیٹے نے کہا نہیں۔ پھر علاؤ الدین نے ایک عاجزانہ خط لکھا۔ شیخ نے جواباً کہا تمہیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ وہ اداس تو ہوئے مگر ان کی درخواست اور نذر قبول نہ کرنے کے باوجود علاؤ الدین نے اپنے ایک مصاحب قرابیگ ترکی کو مقرر کیا کہ وہ خانقاہ پہ جایا کرے اور راہ و رسم پیدا کرے۔ قرابیگ شیخ کے

Marfat.com

دائرہ میں شامل ہو گئے امیر خسرو نے عارفانہ غزل پڑھی پھر خواجہ مبشر نے حکیم سنائی کے کچھ شعر پڑھے۔ شیخ پہ وجد طاری ہو گیا۔ قرابیگ نے وہ شعر علاؤالدین کو سنائے تو وہ بار بار انہیں پڑھنے لگا قرابیگ نے حیرانی سے کہا کہ آپ اتنی عقیدت رکھنے کے باوجود نہ وہاں جاتے ہیں نہ نذر گزارتے ہیں۔ کہا گناہگاروں کا وہاں گذر نہیں۔ خضر خاں اور شادی خاں کو ان کے قدموں میں لے جاؤ۔ وہ دونوں حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ خضر خاں نے ہی محبوب الٰہی کے مزار کی عمارت تعمیر کروائی تھی۔ علاؤالدین نے شیخ کے مرید خاص امیر خسرو سے درخواست کی مگر باوجود کوشش کے وہ بھی ناکام رہے اور اجازت نہ ہوئی۔ پھر انہوں نے ایک روز امیر خسرو کو خلوت میں طلب کر کے کہا۔ اب میں خود ہی خانقاہ میں جانا چاہتا ہوں۔ خسرو نے ایسا کرنے سے منع کیا مگر انہوں نے کہا میں کل کسی وقت حاضری دوں گا۔ امیر خسرو نے شیخ کی ناراضگی قبول نہ کی اور یہ بات بتا دی وہ رات اجودھن بابا فریدؒ شکر گنج کے مزار پر چلے گئے اور صبح امیر خسرو کے واضح کہہ دینے کے بعد کہ میں نے شیخ کو بتایا تھا۔ علاؤالدین غصے میں آیا مگر پھر حضرت شیخ نظام الدینؒ چشتیؒ کے روحانی ڈر سے باز آ گیا اور امیر خسرو کسی مصیبت کا شکار نہ ہوئے۔ صرف علاؤالدین کو شیخ کی دعاؤں کا سائبان حاصل رہا۔

اس کے بعد ایک مرید اپنے غلام ملیح کو لایا اور آزاد کر دیا وہ روتے ہوئے آپ کے قدموں میں آ بیٹھا آپ نے کہا یہاں محبت کا رشتہ ہے اور

Marfat.com

جائے اور کہا جائے کہ اپنے ترک (خسرو) کو چھوڑ دو تو میں اپنی پیشانی کو چھوڑ دوں گا مگر اپنے ترک کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ کیوں نہ ہو۔ ترک بھی شیخ سے بڑی محبت رکھتا تھا ایک دفعہ کچھ وقت گذر گیا آپ نے طلب نہ کیا پھر جب طلب ہوئے تو رونے لگے وجہ پوچھی تو کہا غریب خسرو اس حسرت میں کئی راتوں سے جاگ رہا ہے کہ حضور کے تلووں پر اپنی آنکھیں رکھ کر سوئے۔

دہلی سے دور رہنے والے ایک غریب نے شیخ کے حال سنے تو وہ دہلی آیا۔ شیخ حدیث کا درس دے رہے تھے اسے دیکھ کر بلا لیا۔ درس کے بعد اسے پوچھا لوگوں کے جانے کے بعد اس نے اپنا حال زار سنایا کہ میری تین بیٹیاں ہیں خود نان جویں بھی میسر نہیں۔ محنت مزدوری کرتا ہوں۔ سید ہوں لڑکیوں کا فکر دامن گیر ہے کہ جہیز اور دعوتوں کے بغیر کوئی توجہ ہی نہیں کرتا۔ لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ سلطان ہند ہیں۔ میرے دوست بادشاہ اللہ ہے میں ادنیٰ انسان ہوں اور اپنے خادم اقبال کو بلا کر کہا جو کچھ ہے لے آؤ۔ مگر وہ جا کر خالی واپس آ گیا کہ لنگر کا سامان خرید کر کچھ بھی نہیں بچا۔ کہنے لگے اب جو کچھ آئے میرے پاس لے آؤ مگر دو دن گذر گئے کچھ نہ آیا اور اجنبی کو تسلی دے کر مہمان بنائے رکھا۔ آخر تیسرے دن رات کو اپنے حجرے میں بلایا اور اپنے جوتے اس کی نذر کیے وہ جوتے کپڑے میں لپیٹ کر چل پڑا۔ دن بھر چلتا۔ رات کو سرائے میں سوجاتا فکر

Marfat.com

موجود تھی۔ اسی فکر میں وہ اگلی رات پھر سرائے میں سو گیا۔ جہ
آیا تھا۔ امیر خسرو۔ علاؤالدین کے ہمراہ جنگ پہ گیا ہوا تھا۔
ہوئی امیر خسرو نے ایک قصیدہ لکھا۔ بادشاہ نے انعام میں پانچ لا
کے سکے) دیئے اسی رات وہ سکے لاد کر امیر خسرو واپس آ رہا تھا۔ ا
سرائے کے پاس پہنچے تو بوئے شیخ کا نعرہ لگایا ڈھونڈھا تو وہ شخص مل گیا از
کے پانچ لاکھ مع گھوڑوں کے اسے دے کر جوتوں کا سودا کر لی
رسید لکھ دی کہ میں امیر خسرو ۵ لاکھ نقدی اسے دے رہا ہوں۔
ملکیت ہوئی اور اپنی دستار میں شیخ کے جوتے لپیٹ کر خود تیزی سے دہلی
روانہ ہوئے اور کچھ سپاہیوں کو وہ گھوڑے اور رقم دے کر اس مسافر
ساتھ بھیج دیا کہ اسے بحفاظت گھر پہنچا آئیں۔ آپ جب خانقاہ میں پہنچے
دونوں ہاتھوں سے جوتوں کا بوجھ اٹھایا ہوا تھا۔ لوگ حیران تھے۔ شیخ
پوچھا تو کہنے لگے آپ کے لیے آپ ہی کی نشانی لایا ہوں۔ پوچھا کیا قیم
دی کہا پانچ لاکھ چاندی کے سکے اور جذبات میں رو پڑے۔ خسرو بہت
خرید لی۔ خسرو۔ اور کیا کرتا۔ اس شخص نے یہ رقم قبول کر لی اگر وہ نہ
تو میں اپنا سارا دھن من دینے کو تیار تھا۔ شیخ نے پھر کہا۔ پھر بھی
ہوئی۔ خسرو رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کی نگاہ نے کام بنا دیا۔
عقیدت تھی جس شیخ امیر خسرو سے علاؤالدین کی بات سن لیا کر
ورنہ اصل وہی تھا کہ میرے گھر کے دو دروازے ہیں اگر تم ا

Marfat.com

اندر آؤ گے تو میں دوسرے سے نکل جاؤں گا اور زیادہ تنگ کرو گے تو یہ ملک چھوڑوں جاؤں گا۔ ۷۱۶ھ میں علاؤالدین مرگیا اسے ملک کافور (ایک ہندوزادہ) نے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ پھر خضرخاں اور شادی خاں کو اندھا کر کے قید میں ڈال دیا۔ شہاب الدین چھوٹے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا اور خود نائب السلطنت بن گیا۔ اب وہ قطب الدین مبارک شاہ چوتھے بیٹے کے پیچھے لگا تھا کہ کافور کے آدمیوں نے اسے قتل کر دیا اور تاج شاہی اس شخص کے سر پر آگیا جو خود کچھ بھی نہیں تھا۔ راج کمار مہندر ہردیو ہندو حکمران کے خاندان سے تھا اور شیخ سے عقیدت رکھتے ہوئے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کا نام احمد ایاز تھا۔ اسی نے نظام الدین ؒ پر واقعات کی ڈائری لکھی۔ لکھتا ہے اسی مبارک شاہ نے شیخ کو لکھا کہ تم دہلی چھوڑ کر کہیں دور چلے جاؤ۔ شیخ نے کہا میں فقیر ہوں مجھے مولا کی رضا چاہیے مجھے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ نہ سمجھا اور سر دربار شیخ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگا' آخر وہ ایسا بیمار ہوا کہ چیخوں سے قصر ہزار ستون بھی گونجتے آخر حکیموں نے بی بی مالک والدہ شاہ کو کہہ دیا کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے اگر ایک دو دن میں تکلیف دور نہ ہوئی تو پھر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ والدہ نے شیخ نجم الدین کو دعا کے لیے کہا مگر وہ دعائیں بھی کارگر نہ ہوئیں۔ آخر ایک شاہی خدمتگار نے اس کی ماں کو کہا بادشاہ نظام الدین ؒ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ یہ اس کی سزا نہ ہو۔ والدہ نے بیٹے سے

Marfat.com

معافی کے لیے کہا مگر وہ نہ مانا اور ہوش کھو بیٹھا اس کی والدہ خود خانقاہ پہ گئی نظام الدین ؒ کو حیرانی ہوئی مگر برا نہ منایا۔ اس نے دعا کے لیے بار بار کہا تو بولے میں اس کی خطا اس وقت تک معاف نہیں کروں گا۔ جب تک وہ چیز ختم نہ ہو جائے جس سے بار بار وہ غلطیاں کرتا ہے۔ وہ کونسی شے ہے۔ وہ حکومت ہے وہ میرے حوالے کر دے اور اس کے خطرے دور ہو جائیں گے۔ وہ بیٹے کے پاس گئی بات بتائی۔ وہ کہنے لگا میں حکومت دیتا ہوں آپ نے کہا وہ باقاعدہ لکھ کر مہر لگائے۔ امراء وزراء دستخط کریں۔ پھر میں دعا کروں گا۔ ملکہ نے کہا آپ تو تارک الدنیا ہیں۔ شیخ نے کہا میں تارک الدنیا بھی ہوں اور جو لوگ غلطیاں کرتے ہیں انہیں غلطیاں ترک کرانے والا بھی ہوں۔ اس لیے یہ شرط ضروری ہے پھر دعا ہو گی۔ ملکہ نے وہ سب شرط فوری پوری کر کے پیش کر دی۔ شیخ نے اسے پڑھا اور کہا اسے لے جاؤ اور مبارک شاہ کو کہو کہ ان پر پیشاب کر دے سب بیماری انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔ اس نے بیٹے کو یہ تحریر دی اور حکم سنایا۔ بیٹے نے اس پر پیشاب کیا اور تمام بیماری دور ہو گئی۔ ماں نے بیٹے کو سمجھایا کہ شیخ ؒ سے معافی مانگ لو مگر وہ پھر اسی طرح کی باتیں کرنے لگا' ہر بار ماں کی بات کو ٹھکرایا اور بالفاظ ضیاء الدین برنی وہ کہا کرتا تھا کہ اگر کوئی شخص نظام الدین کا سر میرے پاس لائے گا تو ہزار اشرفی انعام دوں گا۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ جس نے اللہ کے دوست سے دشمنی کی اس نے اللہ سے

Marfat.com

جنگ کی۔ شیخ کل چاند کی پہلی تاریخ ہے اگر آپ دربار میں سلطان کو سلام کرنے کے لیے حاضر نہ ہوئے تو ہم آپ کو گرفتار کرنے پر مجبور ہوں گے۔
ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ خسرو خاں کے آدمیوں نے مبارک شاہ کا سر کاٹ دیا اور محل میں شور مچ گیا بہرحال مورخ قاسم فرشتہ کے مطابق ۵ ربیع الاول ۷۲۱ھ کو قطب الدین مبارک شاہ قتل ہوا۔ جس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ پہلی کو سلام کے لیے نہ گئے تو سلطان نے حکم جاری کیا اور اسی حکم کے بعد وہ قتل ہو گئے۔ وہ چاند کی پہلی تاریخ کو اپنی والدہ زلیخا کی قبر پر دعا کے لیے جایا کرتے تھے اور اس ماہ بھی وہ وہاں خشوع و خضوع سے دعا مانگتے رہے۔ قطب الدین کا سوا چار سالہ دور ان کے لیے تکلیف دہ تھا مگر آپ نے ان کے لیے پھر بھی بددعا نہیں کی۔ وہ ان لوگوں کی سازشیں، برائیاں اور گالیاں سن کر بھی کہتے کہ اگر ہم بھی ایسا ہی کریں تو پھر ہم میں اور ان میں فرق کیا ہے بلکہ وہ دعا دیتے اور کہتے خدا اس کا بھلا کرے ان کا فرمان تھا انسان کے لیے دو چیزیں ہیں۔ نفس اور دل۔ نفس شر پیدا کرتا ہے دل نرمی اختیار کرتا ہے۔ انسان تین طرح کے ہیں۔

(۱) جس سے کسی کو نہ فائدہ نہ نقصان ہو۔

(۲) جس سے مخلوق کو فائدہ ہو نقصان نہیں۔

(۳) اسے نقصان ہو اور وہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

جو تکلیفوں سے گذر بسر کرتا ہے اور تحمل کرتا ہے یہ کام صدیقوں کا

Marfat.com

ہے۔

ایک شخص چھجو اندرپت کا رہنے والا آپ کو برا بھلا کہتا اور گالیاں دیتا۔ لوگ آپ سے کہتے تو وہ خاموش رہتے آخر وہ مرگیا۔ لوگ خوش ہوئے۔ پوچھنے پر پتہ چلا چھجو مرگیا ہے اس کی قبر پر گئے اور دعا کی کہ اے اللہ میں نے اس کی ہر غلطی معاف کی تو بھی معاف کر دے اور لوگوں سے کیا کہا۔ دشمن کی موت پر ہنسنا نہیں چاہیے ہم نے بھی مرنا ہے۔

ایک دفعہ ایک اجنبی خوفناک صورت کا آیا لوگوں نے تلاشی لی تو چاقو برآمد ہوا۔ خدام نے چاقو چھین لیا۔ محبوب الٰہی کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا اسے کوئی تکلیف نہ دینا پھر نماز ظہر کے وقت پاس بلایا اور کہا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ کہنے لگا میں دور سے آیا ہوں۔ آپ نے اسے کہا وعدہ کرو کہ پھر کسی کو تکلیف نہ دو گے اس نے وعدہ کیا اور آپ نے رقم دے کر محبت سے اسے روانہ کر دیا۔ مبارک شاہ کے قتل کے بعد خسرو خاں نے اپنا اصل روپ دھار لیا وہ ہندو تھا اور ہندو راج کے لیے کوشاں تھا۔ ہندو فوج بھی بھرتی کر لی تھی۔ اسلام کی بے حرمتی اس کا شیو بن چکا تھا۔ تاریخ فرشتہ اور مہندر ہردیو نے اس وقت کے حالات میں یہی کچھ لکھا ہے ہردیو نو مسلم تھا اور شیخ کا مرید بھی مگر وہ درویشوں کا صبرا بھی نہیں جانتا تھا شیخ سے خسرو خاں کے ارادے بیان کر کے کہا کہ یہ خوفناک آدمی ہے۔ شیخ اسے تسلی دیتے ایک دن آداب مجلس کا ذکر تھا۔ شیخ نے

Marfat.com

حضور ﷺ کا ایک واقعہ بیان فرمایا بیان جاری تھا تین آدمی آئے ایک کو جگہ مل گئی دوسرا باہر ہی بیٹھ گیا تیسرا خفا ہو کر چلا گیا۔ آپ نے فرمایا جسے جگہ مل گئی۔ اللہ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ جو باہر بیٹھا اللہ نے اسے بخش دیا۔ تیسرا جو چلا گیا وہ ہماری رحمت سے دور ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جگہ جہاں بھی ملے بیٹھ جاؤ جانا درست نہیں۔ اسی طرح پردہ پوشی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اللہ ستار ہے تم بھی دوسروں کے بھید چھپاؤ۔ پھر شیخ عثمان خیر آبادی کا واقعہ سنایا کہ وہ سالن بیچتے تھے ایک دن ایک شخص نے کھوٹا سکہ دیا۔ انہوں نے رکھ لیا اور سالن دے دیا۔ آہستہ آہستہ یہ مشہور ہو گیا کہ انہیں کھوٹے سکے کی پہچان نہیں اور آپ کے پاس جو کھوٹا سکہ آتا رکھ لیتے۔ سکوں کا ڈھیر لگ گیا تو ایک دن کہنے لگے اے اللہ میں نے تیرے بندوں کے کھوٹے سکے قبول کر کے جس طرح ان کا بھید چھپایا ہے تو بھی میری کھوٹی کھری محبت چھپانا اور مجھے آخرت میں ذلیل ہونے سے بچانا۔ ایک دن ایک درویش آیا جو روٹی پکڑے تھا۔ سالن مانگا آپ نے دیگ سے چمچہ بھر کر نکالا تو درویش کہنے لگا مجھے سالن چاہیے آپ نے پھر چمچہ دیگ میں ڈالا پھر وہی صورت ہوئی کہ چمچہ میں موتی تھے آخر شرمندہ ہو کر پھر چمچہ ڈالا تو ساگ نکلا۔ درویش نے روٹی کھائی پانی پیا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ اب دنیا تیرے رہنے کی جگہ نہیں چنانچہ عثمان خیر آبادی چند دنوں کے بعد فوت ہو گیا آپ نے فرمایا درویش مستی میں ظاہر ہو جاتا

Marfat.com

ہے مگر انبیاء ہمیشہ ہوش میں رہتے ہیں۔ اولیاء کا راز فاش ہو جائے تو اسے دنیا میں نہیں رہنا چاہیے۔ کشف و کرامت مراد کے لیے راستے کا حجاب ہے اور محبت کے کاموں میں استقامت کی وجہ ہے۔ مہندر دیو دیو گڑھ سے مع والدین دہلی آ گیا تھا اور اسے خسرو خاں سے ہر وقت خوف محسوس ہوتا تھا۔ ایک دن وہ نظام الدین" کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک درویش آیا اور گستاخانہ باتیں کرنے لگا۔ مریدوں نے برا منایا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو ہم اسے سمجھا دیں۔ اسے بولنے دو۔ وہ اپنی تکلیف بیان کر رہا ہے۔ تمہیں اس سے کیا یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ آخر اس سے پوچھا کہ اے شخص تجھے مجھ سے کیا تکلیف پہنچی ہے۔ گدڑی پوش نے کہا تم تو مجلس سجا کے بیٹھے ہو اور میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ آخر آپ نے اپنے مرید خواجہ اقبال سے کہا اسے کچھ دو۔ اس نے اسے کھانا کھلایا اور وہ چلا گیا اس کے بعد شیخ نے فرمایا۔ جب محبت کرنے والے یہاں آتے ہیں تو گستاخ کہاں جائیں آپ نے ایک واقعہ اپنا سنایا کہ ایسے لوگوں کا ایک گروہ آیا اور مجھے اتنی گالیاں دیں کہ وہ تھک کر یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ ساری بھلائیاں ہمارے لیے اور ساری برائیاں تیرے لیے ہوں۔ پھر فرید الدین گنج شکر" کا بھی ایک ایسا واقعہ سنایا کہ فرید الدین نے آخر انہیں جواب دیا کہ اللہ نے مجھے یہاں بٹھایا ہے اور اگر تم مجھے بت سمجھتے ہو تو یہ بت بھی اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ آخر وہ شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ پھر بہاؤ الدین زکریا" ملتانی کا ایک ایسا ہی واقعہ

Marfat.com

سنایا جس میں ایسے لوگوں نے پتھر مار مار کر دروازے توڑنے شروع کیے تو آپ نے انہیں اندر بلا لیا اور کہا میری آنکھوں سے آنکھیں ملاؤ۔ مجھے یہاں وقت کے ایک کامل شہاب الدین عمر سہروردیؒ نے یہاں بٹھایا ہے درویش کی آنکھوں کے جلال سے وہ سب ڈر گئے اور رو رو کر معافی مانگنے لگے۔ ان واقعات کے بیان میں خاموشی طاری تھی۔ جب یہ بیان ہو چکا تو مہندر ہردیو نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے ماں' باپ کو لے کر دیوگڑھ (دکن) چلا جاؤں۔ کیا تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہے تکلیف تو نہیں مگر خسرو خاں سے مجھے ہر وقت خطرہ ہے۔ اچھا تم جہاں بھی رہو اللہ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور وہ سب دست بوسی کے بعد چلے گئے۔ سارے سفر میں ہندو خوش خوش آتے جاتے دیکھے اور ہم سہمے ہوئے دیوگڑھ پہنچے۔ سب کچھ برباد ہو چکا تھا۔ ویرانہ نظر آ رہا تھا۔ مہندر نے قبول اسلام بھی عجیب رخ میں کیا۔ دہلی آئے تو ایک دن امیر خسرو انہیں ساتھ لے گئے۔ صبح اٹھنے سے پہلے وہ دربار جا چکے تھے۔ ملازموں نے خاطر مدارات کی اور آپ پھر خانقاہ میں جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ بازار میں ایک دوکاندار سے ٹکراؤ ہو گیا جو نظام الدین اور امیر خسرو کو برا بھلا کہتا تھا۔ اسے ساتھ لے کر شام کو خانقاہ گیا اور وہ شخص پہلی ہی نظر میں ان کا مرید بن گیا کیونکہ نظام الدینؒ نے وہ تمام باتیں جو میرے ساتھ اس نے کی تھیں انہی کا مطلب خود بخود بیان کرتے رہے

Marfat.com

یہاں تک کہ ذی کا مطلب بھی انہوں نے کہا اللہ سب کا ذمہ لینے والا ہے پھر رات سید محمد کے گھر رہنے کا حکم ہوا اور وہ دوکاندار سید محمد کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگیا اور دہلی کی رہائش کے دوران وہ میرا ہمیشہ شکریہ ادا کرتا رہا کہ تیری وجہ سے مجھے فلاح ملی۔ سید محمد سے انہوں نے کہا کوئی بھی کرامت شیخ کی بیان فرمائیں۔ وہ کہنے لگے شیخ کے روز و شب کرامت ہیں۔ پھر بیان کیا کہ شیخ درس دے رہے تھے ایک شخص آیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر بے چینی تھی اور پہلو بدل رہا تھا کہ درس ختم ہو تو درخواست کروں۔ آخر کھڑا ہو کر کہنے لگا شیخ میرے لیے دعا کریں۔ بہت پریشان ہوں۔ میری جاگیر کی سند گم ہو گئی ہے۔ دوسری بنا کر نہیں دیتے دعا کریں کہ وہ مل جائے۔ ورنہ کوئی اس سے فائدہ اٹھا لے گا۔ آپ نے کہا اچھا سا حلوہ کھلاؤ تو دعا ہو گی۔ وہ شخص حلوہ لینے نکلا تلاش کرتے کرتے اچھے حلوہ والی دوکان پہ جا پہنچا۔ حلوہ لیا اور ساتھ گرا ہوا ایک کاغذ حلوائی سے مانگ لیا۔ دیکھا تو وہ وہی سند تھی۔ جب حلوہ لا کر دیا تو وہ کاغذ دیکھ کر شیخ نے فرمایا یہ کیا ہے وہ کہنے لگا یہی تو میری سند ہے اور وہ بہت خوش تھا۔ انہوں نے کہا میرے مرشد فریدالدینؒ کی روح کو ایصال ثواب کرو پھر وہ حلوہ بچوں میں تقسیم کر دو۔ حضرت خواجہ سید محمد نے یہ کرامت اس لیے بیان کی تھی کہ گستاخ دوکاندار کو انہوں نے خود حلوہ کھلایا تھا اور جاگیردار کو کہا تھا کہ بابا فریدؒ کی فاتحہ حلوہ پر دلائے۔

Marfat.com

مہندر ہردیو لکھتا ہے کہ محبوب الٰہی نے ایک رات اپنی محفل میں امیر خسرو، خواجہ حسن سنجری، خواجہ سید محمد، خوام سید موسیٰ، اپنی بہن کے پوتے خواجہ سید رفیع الدین ہارون، سنبھل دیو، چیتل دیو اور سیتل دیو کے ہمراہ مجھے بلایا اور حکم دیا کہ ہندوستان کے ہندو اور باہر کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسی زبان بناؤ جو سب سمجھ سکیں پھر امیر خسرو اور سید محمد سے کہا میں یہ بات تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ ان دونوں نے کہا ہم آپ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں میں بچوں کی تعلیم کے لیے کتاب لکھ رہا ہوں جس کا نام خالق باری تجویز کیا ہے۔ شیخ نے کہا اس کا کچھ حصہ سناؤ۔ امیر خسرو نے اس کے کچھ شعر سنائے آپ نے پسند کیا اور کہا ہندی زبان میں ایسے شعر بھی لکھ جنہیں لوگ گایا کریں۔ ہماری فارسی اور خسرو کی ترکی کے ساتھ ہندی کے الفاظ ملتے جا رہے ہیں لوگوں کو سمجھاؤ کہ ان زبانوں کو ملا کر فائدہ ہو گا ایک دوسرے کا مطلب آسانی سے سمجھا جا سکے گا۔ مہندر کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ نے اردو کی بنیاد رکھنے کے علاوہ تبلیغ کے لیے ایک نیا موثر راستہ کھول دیا۔ مہندر ہردیو بھی مہنتوں اور سادھوؤں کے زیر اثر نہیں آئے تھے۔ امیر خسرو کے ایک مصرعے

چھاپ تلک سب چھین لی موسے نیناں ملائے کے

(تیری ایک نظر کا یہ اثر ہے کہ تو نے بت پرستی کے سارے نشانوں کو مٹا ڈالا)

نے اس کے پاؤں کی زنجیر توڑ دی اور وہ کہتے کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ ایک

Marfat.com

ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ شیخ نے کہا۔ آپ مسلمان ہو گئے۔ مہندر نے کہا پھر مجھے بیعت کر لیجیے ۔ آپ نی کہا ابھی اس کا وقت نہیں آیا پہلے تو ملمسان ہونے کا اعلان کرے اور اپنا اسلامی نام تبدیل کیا جائے وہ حکم کی تعمیل کی کوشش کرتا رہا مگر بے چین تھا۔ پھر بیعت کے لیے کہا شیخ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور بیعت کے بعد اپنے ہاتھ سے کلاہ چہار ترکی اس کے سر پر رکھی۔ حلقہ ارادت میں شامل ہونے کے بعد مہندر نے دیوگڑھ جانے کی اجازت مانگی۔ شیخ نے کہا تم جا سکتے ہو اور اپنے والدین کو بھی ساتھ لا سکتے ہو مگر حالات خراب ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ حضرت سید محمد کا خادم ملیح آیا کہ علاؤالملک کا نائب ملنا چاہتا ہے میں نے اندر بلا لیا اس نے میری تحقیقات کرنا شروع کی اور میں حیران بھی تھا۔ اتنی دیر میں خواجہ سید محمد' خواجہ سید موسیٰ اور مولانا احمد نیشاپوری وہاں آ گئے۔ مولانا احمد نے اسے کہا کہ یہ ہمارا مہمان ہے۔ وہ کہنے لگا مہمان ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس نے ان بزرگوں کو بھی نظرانداز کر دیا۔ مولانا احمد نے کہا کہ یہ حکومت کا ذمی ہے دیوگڑھ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جاگیردار ہے اور ہمارے شیخ نظام الدین" کا مرید ہے آپ کوتوال سے کہیں کہ علاؤالملک خود شیخ سے بات کر لیں مگر وہ نہ مانا اور کہا کہ اس نے ہندوؤں سے کئی جگہ باتیں کی ہیں اور کہا ہے کہ علاؤالدین نے میرے راجہ رام دیو کو لوٹا ہے۔ یہ حکومت کا باغی ہے اور اس کی سزا

Marfat.com

موت ہے گویا موت میری طرف بڑھ رہی تھی۔ اتنی دیر میں شیخ نائب خاص خواجہ اقبال آئے اور علاؤالملک کے نائب کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ ہم ہردیو کو جانے نہیں دیں گے۔ علاء الملک کو چاہیے کہ وہ خود آئے اور اس کا جرم بتائے۔ نائب بولا۔ تمہارے شیخ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اسے گرفتار کرنے آیا ہوں۔ خواجہ اقبال نے کہا تمہیں کیا معلوم ہے کہ وہ کیا ہیں اور اللہ نے انہیں کیسی روحانی طاقت بخشی ہے مگر وہ نہ مانا اور کہنے لگا میں کسی کو نہیں جانتا۔ اگر مداخلت کی تو میں اس کا سر لے کر جاؤں گا۔ خوجاہ اقبال نرم پڑ گئے۔ سید محمد آگے بڑھے اور کہنے لگے کس کی مجال ہے جو ہمارے حضرت کے مہمان کو ان کی اجازت کے بغیر یہاں سے لے جائے۔ یہ سن کر اس شخص نے تلوار نکال لی۔ خواجہ موسیٰ آگے بڑھے اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بازو مروڑ کر تلوار چھین لی۔ مولانا احمد نے مدد کی اور اس کے دونوں ہاتھ باندھ کر بٹھا لیا۔ اس کی آنکھیں شیر کی طرح چمک رہی تھیں اس کے ہونٹوں سے جھاگ نکل رہی تھی اور وہ گستاخانہ الفاظ ادا کر رہا تھا میری بے چینی میں کچھ کمی ہوئی مگر ڈر باقی تھا۔ اس صورت میں کوتوال علاء الملک خود وہاں پہنچ گیا اس کے ساتھ دس بارہ آدمی تھے۔ حالات کا جائزہ لیا اور اپنے نائب پر برس پڑا کہ تمہاری پہلے بھی میں شکایات سن چکا ہوں کہ تم میرے مرشد کے حضور گستاخی کرتے ہو۔ آئندہ ایسا ہوا تو نوکری بھی جاتی رہے گی۔ شیخ کا نام سن کر وہ میرے

Marfat.com

ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ شیخ سے ملا اور کہا کہ ہردیو کو صرف علاؤالدین دیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ اسے ساتھ لے گیا۔ بادشاہ کے حضور سارا معاملہ بیان کر دیا۔ بادشاہ بھی مان گیا کہ یہ آدمی صورت سے ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اس نے مجھے معاف کر دیا۔ ہزار اشرفیاں انعام دیں اور کہا۔ اس کے والدین کو دیوگڑھ سے دہلی منگوا لو اور اسے کچھ اچھی سی نوکری دے دو۔ علاء الملک نے اپنے نائب کو بھی جاسوس ہندوؤں کے ساتھ گرفتار کروا دیا مگر شیخ کو جب پتہ چلا کہ انہیں موت کی سزا دی جا رہی ہے تو انہوں نے کہا انہیں معاف کر دو۔ اللہ خود انہیں جو سزا چاہے دے سکتا ہے چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ ہردیو کے ماں باپ بھی آ گئے اور وہ مسلمان ہو گئے۔ شیخ سے انہوں نے بیعت بھی کر لی۔ ادھر جب تک ہردیو سید محمد کے پاس نہیں پہنچا سب اداس تھے کھانا بھی نہیں کھایا تھا سب ملے مل کر کھانا کھایا اور ایک دوسرے کا شکریہ ادا کیا۔ کچھ دن بعد ملک کافور نے میرے وطن پر حملہ آور ہو کر سنگل دیو کو شکست دی راجہ رام دیو کا انتقال ہو گیا اور کافور سارے علاقے پر قابض ہو گیا۔ یہ داستان شاہی خاندان کے ایک ہندو کی ہے جو نظام الدین اولیا کا عقیدت مند تھا۔ اس زمانے میں ایک اور واقعہ پیش آیا مولانا شہاب الدین بیان کرتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ برہان الدین اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے۔ وہاں سے حوض خانے پر مدفون بزرگوں کے لیے

Marfat.com

جا کر فاتحہ خوانی کی۔ دہلی کی یہ جگہ پر فضا تھی۔ سیلانی لوگ بھی یہاں آتے تھے اتفاق سے ادھر بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ خوانی ہو رہی تھی اور ادھر پاس ہی خواجہ حسن علائی شیخ کا بچپنے کا دوست اور اس وقت مشہور شاعر بدمستی میں شعروشاعری کی محفل سجائے بیٹھا تھا۔ شراب اس کی گھٹی میں داخل ہو چکی تھی اور ۷۳ سالی عمر میں تھا۔ بچتے بچاتے آنکھیں چار ہو گئیں اور خواجہ حسن نے پوچھا مولانا کیا حال ہے آپ نے کہا خدا کا شکر ہے جوابا کہنے لگے آپ سے بہتر ہوں اور طنزیہ شعر بھی پڑھ سنایا۔ مولانا طیش میں آ گئے اور کہا میری طرف دیکھ پھر کیا تھا حسن علائی تڑپ گیا اور شیخ کی مریدی اختیار کرلی۔ اسی مریدی میں فوائد الفوائد کتاب لکھی جسے دیکھ کر امیر خسرو کہا کرتے تھے کہ میری ساری شاعری کے عوض مجھے یہ ایک کتاب مل جاتی اور اس کی محبوبیت مجھے حاصل ہو جاتی۔ خواجہ حسن علائی آخری سانس تک شعر پڑھ کر روتے۔ اے حسن! تو نے اس وقت توبہ کی جب تجھ میں گناہ کرنے کی طاقت باقی نہیں رہی تھی۔

خواجہ نظام الدینؒ اپنے مریدں سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ خواجہ منہاج ان کے مرید نے ایک بار محفل سماع منعقد کی اور آپ کو دعوت دی۔ آپ نے لکھا میں ضروری وجوہات کی بنا پر خود تو حاضر نہیں ہو سکتا مگر میری دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ خواجہ منہاج نے گو اس کمی کو محسوس کیا مگر محفل کھانا تیار ہونے سے پہلے ہی لوگوں کے اصرار پر شروع

Marfat.com

کرنی پڑی۔ کھانا بازار سے لا کر کھلایا گیا اور سماع شروع ہوا مگر لوگ اس میں وہ اثر محسوس نہیں کر رہے تھے اور خود خواجہ منہاج پریشانی کی حالت میں سر جھکائے بیٹھے تھے کہ ان کی نظر اٹھی شیخ کو حوض خانے کے دروازے پر کھڑے دیکھا۔ استقبال کو اٹھے تو انہوں نے اشارہ کر دیا اپنی جگہ بیٹھے رہو آپ حکم کی تعمیل میں بیٹھ گئے اور جذب کی حالت طاری ہو گئی جب قوالی ختم ہوئی تو ہر آدمی محفل کے رنگ کی تعریف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ایسا سرور کبھی پہلے پیدا نہیں ہوا۔ میں نے حوض خانہ کے دروازے کی طرف دیکھا تو شیخ موجود نہ تھے۔ پھر میں نے بے ساختہ کہا کہ یہ سب شیخ کی عنایات کا رنگ تھا اور دیگر صوفیاء و بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے پوتوں سے پوچھا کہ آپ شیخ سے نہیں ملے تو وہ کہنے لگے ہمارے آنے سے پہلے چلے گئے ہوں گے ہماری ملاقات تو نہیں ہوئی میں خاموش ہو گیا۔ صبح جب خانقاہ گیا تو کہنے لگے کیسا رنگ رہا میں نے کہا رنگ بہت چھایا جو آپ ہی کی دعاؤں کا اثر تھا کہنے لگے خواجہ جہاں میرے مرید و معتقد جمع ہوں۔ انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہاں یہ فقیر بھی موجود ہے یہ ان کا روحانی تصرف تھا۔ سیر الاولیاء میں بیان کیا ہے کہ ایک دن شیخ مولانا رشید الدین فخری سے مل کر آ رہے تھے راستے میں ایک مجذوب نظر آیا آپ نے راستہ بدل لیا۔ اس نے بھی راستہ بدل لیا۔ آخر ٹکراؤ ہو گیا اور سلام و معانقہ ہوا۔ نظام الدین کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سینے میں آگ

Marfat.com

بھری ہے آپ نے فوراً بابا فرید" اپنے مرشد کا تصور کیا اور اس آگ کو برداشت کرلیا۔ مجذوب کھڑا تھا اور آپ دعا کرتے رہے کہ وہ چلا جائے۔ تصوف میں دو راستے ہیں۔ ایک راستہ سالک بننے کا۔ دوسرا مجذوب جو اپنے حال میں نہ ہو۔ وہ مجذوب جھکا میرے سینے کو بوسہ دیا اور چلا گیا ایک اور واقعہ سید نصیرالدین چراغ دہلوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن شیخ نے بیان فرمایا۔ ایک دن میں دروازہ دہلی کے قریب نہایت مایوسی میں جا رہا تھا۔ اسی حالت میں شیخ رسان کے روضہ مبارک میں داخل ہوا اور چلہ کرنے لگا۔ چلہ ختم ہوا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جو کچھ دنوں پہلے سوکھا ہوا تھا اور اب سرسبز ہو چکا تھا۔ مین نے کہا اس عرصے میں یہ درخت بھی ہرا ہو گیا مگر میری حالت نہیں بدلی اور روانہ ہو گیا۔ راستے میں میں نے ایک لڑکھڑاتے شخص کو دیکھا۔ میں نے بچاؤ کے لیے راستہ بدل لیا وہ بھی اسی راستے پہ آگیا اور مجھ سے سلام و معانقہ کیا مجھے عطر کی خوشبو آئی میں اس کی خوشبو دیکھ کر حیران تھا کہ اس نے کہا صوفی تجھے میرے بدن سے آنے والی خوشبو پر تعجب ہو رہا ہے مگر تو اپنے دل کی طرف نہیں دیکھتا کہ تیرے سینے سے حق تعالٰی کے عشق کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ غائب سے آیا تھا تاکہ نظام الدین" کے دل کو اطمینان دلائے اور غائب ہو گیا۔ غرض غزنوی و غوری کے سارے اثر دور ہو کر ہندوزادے خسرو خاں کے سامنے سر ٹیکے جا رہے تھے اور وہ

Marfat.com

سلطان ناصرالدین بن گیا تھا۔ ملک کافور کے بعد یہ دوسرا حکمران تباہ وبربادی کا ذمے دار تھا۔ دیبال پور کا حاکم غازی ملک اس سے ٹکرایا۔ غازی خاں گرفتار ہوا پھر اسے اور اس کے چھوٹے بھائی جابر کو قتل کر دیا گیا اور خلجی خاندان سے نمک حرامی کرنے والے مسلمان بھی ختم کر دیئے گئے۔ ہندوستان کے دوبد کردار حکمرانوں نے نظام کو راستے سے ہٹانا چاہا تھا مگر وہ دونوں قتل ہو گئے اور شیخ کا راستہ ہموار ہو تا گیا کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ اس کے دوستوں کے لیے کوئی خوف نہیں۔

ایک دن ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص گھر میں اور دوسرا مسجد میں تلاوت قرآن کرتا ہے آپ کے نزدیک کونسا طریقہ مستحن ہے آپ نے فرمایا۔ گھر میں ایک پارہ پڑھنا مسجد میں قرآن ختم کرنے سے بہتر ہے۔

پھر ایک واقعہ بیان کیا کہ جامع دمشق کا امام ملک کے بادشاہ سے دوسری نمبر پر ہو تا تھا۔ بادشاہ بھی اس سے ضرورت کے وقت پیسے مانگ لیتا تھا۔ ایک شخص نے دن رات مسجد میں عبادت گذاری شروع کی یہاں تک کہ اس کا چرچا ہو گیا کہ بڑا زاہد ہے ہر وقت عبادت میں مصروف رہتا ہے مگر بادشاہ کے کارندوں نے اسے امامت کے لیے ایک بار بھی نہ کہا۔ انسان کو اپنے ننگ ونام کی حرص کو پہلے ٹھنڈا کرنا چاہیے۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک بقال کو دیکھا جو ۲۴ سال متواتر روزے رکھتا رہا

Marfat.com

یہاں تک کہ گھر والوں کو بھی پتہ نہ ہونے دیا۔ اس لیے انسان کو نیت صحیح کرنے کی ضرورت ہے ایک شخص نے جامعہ دمشق کی تولیت کے لیے کوشش کی اور شب بیدار زاہد بن گیا۔ لوگ چھوٹے بڑے سب جاننے لگے مگر اس کا مقصد تولیت پورا نہ ہوا ایک رات اسے ایک آواز سنائی دی کہ تو شہرت چاہتا تھا شہرت تجھے مل گئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ آخر سمجھ گیا کہ یہ غیب کا اشارہ ہے۔ توبہ کی اور نیت سے عبادت گزاری کرنے لگا۔ تین چار ماہ ہوئے ہوں گے کہ اوقاف کے نمائندے اس کے پاس آئے اور تولیت قبول کرنے کے لیے کہا وہ ہنسا مگر کچھ جواب نہ دیا۔ آخر کہنے لگا جب میں اس ضرورت کے لیے عبادت کرتا تھا تو مجھے نہ ملی مگر اب یہ ارادہ بدل چکا ہوں اب مجھے اس کی ضرورت نہیں کسی ضرورتمند کو دے دو۔ مجھے اللہ نے اپنی محبت بخش دی ہے اور یہ میرے لیے کافی ہے۔ نظام الدینؒ نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا۔ لوگ اس محبت سے آشنا نہیں جب کوئی آشنا ہو جائے تو دنیا کا زر و مال اور تخت و تاج کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اب غازی ملک سلطان غیاث الدین تغلق کے لقب سے حکمران ہو چکا تھا وہ خدا ترس آدمی تھا اور زہد و پرہیز گاری کا دامن تھامے تھا وہ اپنے آپ کو بادشاہ نہیں رعیت کا خادم کہتا تھا۔ اس لیے خسرو خاں وغیرہ کے بچھائے ہوئے جال سے ہندوستان نکل گیا اور مسلمان ہونے والے ذلت سے بچ گئے۔ بادشاہ نے ہندوؤں کو عطا کی ہوئی ساری

Marfat.com

جائیدادیں واپس لے لیں پھر خسرو خاں کی ایک فہرست پیش ہوئی جس میں درویشوں کے نام تھے۔ وہ پڑھنے کے بعد تغلق نے درویشوں کو طلب کیا۔ ان میں سے تین حضرت علاؤالدین چنوری' شیخ وحیدالدین (خلیفہ بابا فریدؒ) عثمانی سیاح (خلیفہ ابوالفتح حضرت رکن الدین ملتانی حاضر ہوئے اور پانچ پانچ لاکھ خسرو خاں کی دی ہوئی رقم واپس کر دی۔ جب یہ چلے گئے تو بادشاہ نے پوچھا نظام الدین اولیا نہیں آئے۔ کارندے نے کہا وہ درویش ہیں اور بادشاہی میں آنا پسند نہیں کرتے۔ سلطان نے کہا کیا وہ کسی اور ملک میں رہتے ہیں۔ علاؤالدین اور قطب الدین مبارک شاہ کے بلاوے پر بھی دربار میں نہیں آئے۔ وہ اتنے آزاد ہیں کہ اپنے حاکموں کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے کارندے نے اس کا کوئی جواب نہ دیا مگر وہ کہنے لگے شاہی رقم کا حساب تو دینا ہے۔ ان کے نام بھی پانچ لاکھ لکھے ہیں۔ جاؤ اور وہ رقم لے کر شاہی خزانے میں جمع کرا دو۔ کارندہ گیا خواجہ اقبال نے کہا کہ وہ مصروف ہیں۔ فارغ ہونے پر ملیں گے کارندہ بیٹھ گیا۔ دیر کے بعد اسے اجازت ملی۔ اندر گیا اور واقعہ بیان کیا۔ میں کس چیز کا حساب دوں سارا پیسہ بیت المال کا تھا حق داروں کو دے دیا میں نے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا حساب کس چیز کا دوں۔ کارندے نے دست بوسی کی اور واپس جاکر غیاث الدین تغلق کو سب کچھ بتا دیا۔ اپنی حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا تو نے یہ بات خود ہی تو نہیں بنالی۔ کارندے نے کہا میں حضور کے حکم کے خلاف یہ

Marfat.com

جرأت نہیں کر سکتا تو پہلے بھی ان کے قصیدے سناتا تھا۔ ایکد رویش کھڑے کھڑے پانچ لاکھ کیسے لٹا سکتا ہے۔ آخر دوسرے درویشون نے وہ رقم مطالبے کے وقت کیوں واپس لوٹا دی۔ کارندے نے کہا دوسروں کے متعلق میں جانتا نہیں نظام الدینؒ سے میں واقف ہوں اور انہیں ہمیشہ ایسا ہی پایا ہے۔ سلطان نے نظام الدینؒ کے متعلق اندرونی طور پر تحقیقات کروائی مگر مورخین کا خیال ہے کہ اسے اس بات پہ مکدر رہا کہ وہ بلاوے پر بھی پرواہ نہیں کرتے اور یہ گرہ بیٹھ گئی اور موقع کا انتظار کرنے لگا۔

یحیٰی احمد بن سرہندی لکھتا ہے کہ نظام الدینؒ کے خدمتگاروں میں عبید شاعر بھی تھا۔ وہ کینہ صفت آدمی تھا لوگوں نے اسے سمجھایا بھی مگر وہ باز نہ آیا۔ اس کی بے راہ روی کی وجہ یہ تھی کہ نظام الدینؒ امیر خسرو سے بے حد محبت فرماتے تھے اور عبید دوسری محفلوں میں کہا کرتا تھا۔ کہ خسرو مجھ سے چھوٹا شاعر ہے پھر شیخ مجھے وقت کیوں نہیں دیتے۔

مگر غالب کے مطابق ع

پیتا ہوں دھو کے خسرو شیریں سخن کے پاؤں

عبید کو شیخ نے وعظ و نصیحت سے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ سمجا اب ایک ہی طریقہ تھا کہ اسے خانقاہ سے اٹھا دیتے یہ انہیں پسند نہیں تھا کہ درویش اصلاح کرتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد غیاث الدین تغلق نے اپنے بڑے بیٹے محمد تغلق کو تلنگانہ کی طرف روانہ کیا راستے میں چندیری'

Marfat.com

بدایوں' اودھ اور کڑہ کے لشکر بھی ساتھ مل گئے اور انہوں نے ارنگل کا محاصرہ کر لیا جو سات سو سال سے راجہ کرن دیو اور اس کے آباؤ اجداد کا پایہ تخت تھا۔ ابھی اس معرکے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ دہلی اور ارنگل کا رابطہ کٹ گیا بڑی تشویش ہوئی۔ عبید نے چند سازشی سرداروں سے مل کر یہ مشہور کر دیا کہ غیاث الدین تغلق فوت ہو گیا ہے اس سازش سے تغلق خاندان کے ایک ہمدرد کو آگاہی ہو گئی۔ اس نے محمد تغلق کو خاموشی سے اس کی اطلاع دی وہ فوراً ۵۰ جانثاروں کے ہمراہ اس علاقہ سے نکل گیا اور دہلی پہنچا۔ غیاث الدین تغلق کو اطلاع ہوئی اس نے ان سازشی سرداروں اور بعض کے خاندان کو تباہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آخر عبید کو پھانسی کی سزا ہوئی اور حکم ہوا کہ اس کی لاش کو بدبودار ہونے تک لٹکتا رکھا جائے پھر اتار کر کہیں دبا دیا گیا۔ ملک تکین کا داماد تاج دین بھی فرار ہو گیا تھا سپاہیوں نے سرجو ندی کے کنارے اسے قتل کر دیا۔

دوسرے بادشاہوں کی طرح غیاث الدین تغلق بھی اس بات سے ناراض ہوئے کہ شیخ ان کی پروا نہیں کرتے آخر ایک دن کچھ علماء نے شکایت کی بادشاہ نے کہا آپ محضر تیار کریں۔ انہوں نے ایسے ہی کیا جس پر ان کے دستخط تھے۔ بادشاہ نے نظام الدین شیخ کو حکم بھیجا۔ انہوں نے کہا آپ اپنے علماء کو بلائیں۔ میں حاضر ہو جاؤں گا چنانچہ شیخ چلے تو مولانا زراوی اور قاضی کاشان بھی اس کے ساتھ ہو لیے مولانا کمال الدین

Marfat.com

سامانی بتاتے ہیں کہ میں اور مولانا فخرالدین زراوی ایک ہی مکتب میں تعلیم حاصل کرتے تھے مولانا علم وفضل سے اجتہاد تک پہنچ گئے وہ درویشوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ میرے کہنے پر شیخ سے ایک بار ملے اور پھر ان کے ہی ہو کر رہ گئے یہی صورت قاضی محی الدین کاشانی کی تھی۔ زراوی کی والدہ نے اپنے بھائی کی لڑکی سے اس کی شادی کر دی تھی۔ اس کے بعد وہ نظام الدین کی ارادت میں شامل ہوئے۔ وہ شہر سامانہ کے رہنے والے تھے۔ شیخ زادہ حسام الدین فرجام نہایت غریب تھا شیخ نے اسے اپنی خانقاہ میں پناہ دی جوان ہوا تو شیخ کی شہرت سے حسد کرتے ہوئے مجاہدات کیے۔ اسے کچھ حاصل نہ ہوا۔ آخر وہ اس حسد میں شیخ کو چھوڑ گیا اس حسد میں وہ قطب الدین مبارک شاہ کے دربار میں پہنچا پھر غیاث الدین تغلق کے دربار میں تغلق کو ورغلایا اور اس کی قیادت میں علماء کا گروہ کھلے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ نظام الدین" دربار میں گئے تو بادشاہ نے محضر پیش کیا۔ تمام نکات پڑھے اس پر ۶۵۳ علماء کے دستخط تھے۔ بحث شروع ہونے سے پہلے زراوی نے تجویز کیا۔ دس علماء کا انتخاب کر لیں جو بحث میں شامل ہوں۔ اس تجویز پر بادشاہ نے قاضی جلال الدین داوالجی کی طرف دیکھا یہ شخص شیخ پہ سخت معترض تھا۔ قاضی نے نصیحت کی صورت میں بڑا کچھ کہہ دیا مگر شیخ مسکراتے رہے۔ پھر قاضی نے کہا کہ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے انسان کو چاہیے کہ وہ خود باشرع ہو اور شریعت کا مکمل علم بھی رکھتا ہو۔ یہ

Marfat.com

سن کر شیخ کے ساتھ دونوں عالم شیخ سے اجازت مانگ رہے تھے اور ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا مگر شیخ نے انہیں خاموش رہنے کا حکم دیا اور قاضی سے کہنے لگے کہ آپ ہی مجھے سبق پڑھا دیں جسے شریعت کہتے ہیں کہ شیخ کی تواضع کے باوجود قاضی صاحب نے کہا شیخ آج کے بعد اگر تم نے لوگوں کو سماع کی ترغیب دی تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ شیخ نے جلال میں آ کر کہا قاضی صاحب آپ سزا تو اس وقت دیں گے جب آپ اپنے عہدے پر قائم رہیں گے۔ بادشاہ اور قاضی پر سکتہ طاری ہو گیا۔ شیخ نے پوچھا آپ نے مجھے کس لیے بلایا ہے۔ اس کا جواب شیخ فرجام گستاخانہ صورت میں دینے لگے۔ کیا آپ کی خانقاہ میں سماع ہوتا ہے آہیں بھرتے ہیں اور اس کے علاوہ کئی اور الزامات لگائے۔ شیخ نے جواباً کہا کہ فضول باتیں نہ کرو پہلے مجھے یہ بتاؤ سماع کیا ہوتا ہے۔ اس نے کہا سماع علماء کے نزدیک حرام ہے۔ شیخ زادہ فرجام ہی محضر پیش کرنے والا تھا جواب سے شرمسار ہو گیا جب علماء دہلی نے فرجام کا یہ حال دیکھا تو زور زور سے باتیں کرنے لگے جیسے شیخ سے لڑ رہے ہوں۔ جب شور زیادہ بڑھتا تو بادشاہ فرماتا خاموش ہو جاؤ اور غور سے سنو شیخ کیا فرماتے ہیں۔ سید امیر خورد کا بیان ہے کہ اس محفل میں مولانا حمید الدین اور مولانا شہاب الدین ملتانی بھی موجود تھے۔ غیاث الدین کو خوش کرنے کے لیے تمام علماء بڑھ چڑھ کر بول رہے تھے۔ جب شور کم ہوا تو حمید الدین نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا جس طرح

Marfat.com

مخالفین ذکر کر رہے ہیں ان کی محفل اصل اس طرح نہیں۔ پھر کیا ہے' بادشاہ نے پوچھا۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ سماع میں شامل ہونے والے پیر اور درویش ہوشمند لوگ ہیں۔ مولانا کی بات کا بادشاہ پر اثر ہوا مگر درمیان قاضی صاحب بول اٹھے سماع امام ابو حنیفہ کی روایت کے مطابق حرام ہے اور رقص فسق ہے۔ شیخ نے کہا یہ روایت مشروط ہے۔ حکم امتناعی نہیں۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے نواسے مولانا علم الدین تشریف لے آئے بادشاہ ان کا احترام کرتا تھا انہیں بحث کے موضوع پر پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک رسالہ سماع پر لکھا ہے۔ مقصدہ نام ہے جو دل سے سنتے ہیں ان کے لیے مباح ہے اور جو لذت نفس کے لیے سنتے ہیں وہ حرام ہے۔ بادشاہ نے کہا تم نے بغداد' شام اور روم کا سفر کیا ہے۔ وہاں لوگ سماع سنتے ہیں یا نہیں اور کوئی رکاوٹ ڈالتا ہے یا نہیں۔ لوگ سنتے ہیں دف اور شہنائی سے سنتے ہیں۔ یہ روایت جنیدؒ بغدادی اور ابو بکر شبلیؒ سے چلی آتی ہے۔ غیاث الدین خاموش ہو گئے۔

قاضی نے کہا کہ حکم جاری فرما دیں کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق سماع حرام ہے مگر بادشاہ خاموش رہے۔ قاضی نے کہا بزرگان سلف کے حوالے سے کوئی روایت پیش کر سکتے ہو۔ شیخ نے حضور ﷺ کی ایک حدیث بیان فرمائی۔ قاضی نے کہا تم محدث نہیں اس لیے تم حدیث پیش

Marfat.com

نہیں کر سکتے امام ابو حنیفہ کی کوئی روایت بیان کرو۔ شیخ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بادشاہ سے کہا آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ سماع پر پابندی عائد نہ کریں۔ حدیث ہوتے ہوئے ابو حنیفہ کی روایت ڈھونڈنا کوئی انصاف نہیں۔ بادشاہ کچھ نہ بولا اور شیخ چلے گئے۔ بڑا شور ہوا مگر غیاث الدین نے پابندی نہ لگائی۔ یہ مخالفین کی شکست تھی۔ چند دن بعد قاضی صاحب کو بادشاہ نے برطرف کر دیا پھر کچھ دن بعد قاضی صاحب یہ حسرت لیے ہوئے فوت ہو گئے اور سماع نہ روک سکے۔

خواجہ حسن سنجری ؒنے فوائد الفوائد میں سماع کا بار بار ذکر کیا ہے۔ نظام الدین ؒبھی یہ کہتے ہیں کہ اگر سماع یاد الٰہی کی تحریک پیدا کرے تو جائز ورنہ حرام ہے۔ سماع کی شرائط بیان کرتے ہیں۔

(۱) (حمد و نعت) عارفانہ کلام ہو۔

(۲) گانے والا بھی پرہیزگار ہو۔ پختہ عمر ہو۔ کوئی لڑکا شامل نہیں ہو سکتا۔

(۳) عشق خداوندی کا گداز پیدا کرنا

(۴) آلات موسیقی نہ ہوں۔

(۵) وہاں عورتوں کا سایہ بھی نہ پڑے۔

یہ باتیں سماع کے لیے شرط ہیں۔ اب سوچئے ایسے میں سماع کہاں ہو گا۔ کیسا ہو گا۔ کون کرے گا۔ کس کے لیے کرے گا۔ باقی باتیں سب ضد اور انا کی ہیں۔ ۷۲۵ھ میں غیاث الدین تغلق فوت ہوئے۔ ۷۲۷ھ میں

Marfat.com

محمد تغلق نے دیوگڑھ (دکن) دارالخلافہ بنایا۔ دہلی ویران ہو گیا قحط پڑے۔ ویرانی آئی مگر پھر دہلی ہی دارالخلافہ بن گیا۔ یہ ایک تجربہ محمد تغلق کا تھا جو ناکام ہوا۔ غیاث الدین تغلق نے لکھنوتی (بنگال) پر لشکرکشی کا ارادہ کیا تغلق آباد (دہلی) سے کوچ کرنے سے قبل سلطان نے شیخ کے نام ایک قہرنامہ لکھا کہ آپ لکھنوتی سے میری واپسی سے قبل دہلی سے نکل جائیں میں تمہیں مزید برداشت نہیں کر سکتا اور نہ میرا حکم ٹالا جا سکتا ہے۔ خواجہ اقبال یہ خط پڑھ کر درویشوں کے ہمراہ بے قرار ہو گئے۔ شیخ نے کہا یہ پرانی رسم ہے ایسا ہوتا ہی آیا ہے۔ سلطان کو اپنا کام کرنے دو اور مجھے سماع میں مصروف رہنے دو۔

اور ان کا طرز وہی بے نیازی تھا۔ امیر خسرو نے کہا سیدی وہ سخت گیر آدمی ہے ہمیں اپنا بندوبست کرنا چاہیے تم یہ کہتے ہو کہ ہم غیاث پور چھوڑ کر کسی دوردراز علاقے میں چلے جائیں یا ہندوستان ہی چھوڑ دیں یہ بات تو علاؤالدین خلجی کے زمانے میں بھی میں نے سوچی تھی مگر نہ اس نے دوبارہ ضد کی اور نہ وہ رہا اس لیے ہم بھی بیٹھے رہ گئے۔ امیر خسرو نے پھر اس کی سخت گیری کے متعلق کہا۔ خواجہ اقبال سے خط لے کر آپ نے دیکھا اور کہا میری قلم دوات لاؤ۔ قلم دوات رکھ کر کچھ دیر سوچتے رہے پھر خط کی پیشانی پر لکھا۔ ابھی دلی دور ہے۔ یہ طرز گستاخی تھی شاہی فرمان کی پیشانی پر لکھے لفظ دیکھ کر تغلق بہت حیران ہوا اور امراء کو طلب کیا کہ

Marfat.com

لگا کہ نظام الدین" کو اب میں بتاؤں گا کہ دلی دور نہیں وہ ہمیشہ میرے پاؤں تلے ہے۔ لکھنوتی میں غیاث الدین بلبن کا بیٹا ناصرالدین اس علاقے کا حاکم تھا وہ جنگجو نہیں تھا تحائف دے کر اپنی جان خلاصی کروائی۔ غیاث الدین تغلق نے اپنے منہ بولے بیٹے تاتار خاں کو سنار گاؤں کا حاکم بنایا۔ یہاں کا پرانا حاکم اور جاگیردار بہادر شاہ ہمیشہ شاہ سے لڑتا رہتا تھا۔ اس بار اسے شکست دی اور دہلی کی طرف چلا۔ راستے میں ترہٹ کا قلعہ تھا یہاں کے راجہ نے خبر سنی تو وہ جنگلوں میں جا چھپا۔ تغلق نے درخت کٹوا دیئے اور میدان بن گیا آخرکار سلطان تین دن میں حصار ترہٹ پہنچا وہاں قلعے کے گرد سات خندقیں پانی سے بھری تھیں تغلق نے ہمت نہ ہاری یہ راستہ عبور کیا راجہ کو شکست دے کر قید کرلیا۔ ترہٹ کی حکومت ملک تیغہ کے بیٹے احمد خاں کے سپرد کی اور خود دہلی کی طرف بڑھ آیا۔ بیٹے نے باپ کے آنے کی خبر سنی تو محمد تغلق نے افغان پور کے قریب ایک محل بنوایا اور انوکھے طریق سے استقبال ہونے لگا۔ وہ تین دن میں بنا تھا محمد تغلق کا خیال تھا کہ شاہ اسی محل میں رات گذارے اور مکمل سامان ہونے کے بعد شان سے دہلی میں داخل ہو۔ غیاث الدین جب یہاں پہنچا تو بیٹے نے جشن کے سب اسباب بیان کر دیئے باپ خوش ہوا اور رات وہاں گذارنے کا ارادہ کرلیا۔ ضیاء الدین برنی لکھتا ہے کہ رات کو کھانا طلب کیا شہزادہ بھی کھانے میں شریک تھا کھانا ختم ہوتے ہی وہ مصاحبوں کے ہمراہ باہر آیا محمد تغلق کے

Marfat.com

باہر آتے ہی مکان کی چھت گر گئی اور غیاث الدین اپنے پانچ چھ خدمتگاروں کے ساتھ ملبے میں دب کر ہلاک ہو گیا۔ اس چھت کے گرنے کے کئی اسباب ظاہری بیان کیے ہیں۔ آخر یحییٰ بن احمد کا تجزیہ لکھا ہے کہ نظام الدینؒ کی روحانی طاقت سے ایسا ہوا اور اس سلسلے میں امیر خسرو اور حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کو خربوز چیر کر اور اسے لال کپڑے سے ڈھک کر سید احمد بہار کی خدمت میں بھیجا دو وہاں پہنچے تو حسب معمول وہ دیوار بنا رہے تھے اس وقت رک گئے شیخ کا حال پوچھا اور مغرب کی نماز پڑھنے لگے دیوار ڈھائی نہیں بلکہ کھڑی رہنے دی اور نماز کے بعد طاق سے کپڑا اٹھا کر کچھ پڑھا پھر تربوز دیوار پہ دے مارا۔ اس وقت وہ چھت گر گئی جس کے نیچے غیاث الدین دب کر مر گیا اور سید احمد بہار کہنے لگے شیخ بھی عجیب ہیں جب کوئی انعام دینا ہوتا ہے تو آپ دیتے ہیں جب سر کچلنا ہوتا ہے تو میرے سپرد کر دیتے ہیں۔ بہرحال امیر خسرو اور چراغ حسن دہلی اس واقع کے بعد واپس آگئے اور شیخ سے سب حالات کہہ دیئے۔ ایک روایت محمد تغلق کو باپ کے خلاف اکسانے کی بھی ہے۔ بہرحال غیاث الدین تغلق نہ رہا۔

شیخ نے دروازے پر کھڑے ایک غریب کو بلانے کے لیے خادم کو بھیجا جب وہ آیا تو اسے نوالہ خود کھلاتے ہوئے کہا یہ دکن کی بادشاہی ہے جو محنت کے ساتھ ملے گی وہ گانگو بھجنی تھا جسے ۲۲ سال بعد دکن کا تخت ملا۔

Marfat.com

آپ کے خلاف دہلی میں بڑے بڑے فتنے اٹھے مگر گالیاں دینے والوں کو آپ نے دعائیں دیں۔ ایک شخص نے دیکھا کہ شیخ درویشوں کے ساتھ تنگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس نے کہا اگر آپ کہیں تو میں آپ کو سونا بنانا سکھا دوں تاکہ آرام سے گذر ہو سکے۔ جواب دیا سونا یہود حاصل کرتے ہیں ہم تو اپنے رب سے راضی ہیں ہمیں مال وزر کی ضرورت نہیں۔ امیر خورد بیان کرتے ہیں کہ شیخ کو ایسا مرض لاحق تھا جسے طبیب نہ سمجھ سکے دن میں کئی بار بے ہوش ہوتے اور ہوش میں آجاتے ایک دن بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے شیخ رکن الدین ابو فتح آپ کی عیادت کے لیے آئے آپ نے چارپائی پر بیٹھنے کے لیے کہا مگر پاس ادب سے انہوں نے ایسا نہ کیا اور قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ہمیں ابھی آپ کی بہت ضرورت ہے۔ کہنے لگے میں نے خواب میں حضور سرور کونین ﷺ کو دیکھا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ نظام الدین ہمیں تمہاری ملاقات کا شوق ہے۔ اب ان کا آخری وقت آچکا تھا۔ ۴۰ دن کچھ نہیں کھایا روتے رہتے۔ ایک مرید رضی نے ایک دن مچھلی کا شوربہ دیا مگر کہنے لگے اسے پانی میں بہا دو۔ سید امیر خورد کے چچا حسین نے عرض کیا کچھ کھا لو۔ مگر آپ نے جواب دیا جو سرور کونین ﷺ کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہو دنیاوی کھانا کیسے کھا سکتا ہے۔ سید امیر خورد بیان کرتے ہیں جمعہ کا دن تھا شیخ پر عجیب کیفیت تھی نماز ادا کی اور گھر چلے آئے دن بھر بے ہوشی اور ہوش کے

Marfat.com

دور ہوتے رہے اور وہ یہی لفظ دہراتے آج جمعہ ہے اور دوست کو دوست کا وعدہ یاد ہے اور پوچھتے نماز کا وقت ہو گیا ہے اور میں نے نماز ادا کر لی ہے اور کہتے ہم جا رہے ہیں ہم جا رہے ہیں ہم جا رہے ہیں آخری دنوں میں بابا فرید کی بھی یہی حالت تھی۔ ایک دن گھر کے سب آدمیوں کو اکٹھا کیا اور خواجہ اقبال سے کہنے لگے کہ یہ سب گواہ ہیں اگر تم نے کوئی جنس گھر میں رکھی تو قیامت کو تم اس کے جوابدہ ہو گے پھر درویشوں کے اناج کے علاوہ سب چیزیں غریبوں میں بانٹ دیں انہوں نے لوگوں کو بلایا اور وہ اناج بھی اٹھوا دیا۔ درویشوں نے عرض کی کہ ہمارا کیا ہو گا کہنے لگے تمہیں رازق پہ یقین نہیں۔ میری خانقاہ پہ اتنے نذرانے ہوں گے کہ تم سنبھال نہ سکو گے پھر انہوں نے کہا اسے کون بانٹے گا۔ کہا جس کا اپنا حصہ اس میں نہ ہو۔ اسی دوران امیر خسرو کے نانا مولانا شمس الدین وامقان سے لوگوں نے کہا۔ آپ پوچھیں کہ انہیں کس مکان میں دفن کیا جائے۔ مولانا کے پوچھنے پر آپ نے جواب دیا میں تو چاہتا ہوں کہ جنگل میں دفن کیا جائے۔

اس کے بعد آپ نے کپڑوں کا صندوق طلب کیا۔ شیخ نے ایک دستار اور مصلہ برہان الدین کو عطا کیا اور دکن جانے کا حکم دیا۔ ایک دستار' پیرہن اور مصلہ شیخ کمال الدین یعقوب کو دیا اور انہیں صوبہ گجرات جانے کا حکم ہوا۔ ایک پیرہن' دستار' مصلی مولانا شمس الدین یحیٰ کو دیا شیخ کا مزار اسی چبوترے پر ہے جہاں اکثر مرید دفن ہیں۔ غرض اس صندوق کا سارا

Marfat.com

مال تقسیم کر دیا۔ حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلی بھی موجود تھے۔ آپ کو کچھ نہ ملا اور آپ یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ حضرت شیخ بہتر جانتے ہیں کہ کوئی کس چیز کا اہل ہے اور وہ خوش اور مطمئن تھے پھر سہ شنبہ کے روز نماز عصر کے بعد آپ کو بلایا اور خرقہ، عصا، مصلی، تسبیح، لکڑی کا پیالہ اور جو کچھ بابا فرید سے ملا تھا وہ سب حضرت نصیرالدین محمود کو عطا کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہیں دہلی میں رہ کر لوگوں کے ظلم و جور برداشت کرنے چاہیں کہ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

دو مریدوں نے اسرار کیا تو کہنے لگے عشق کے مریضوں کے لیے دیدار دوست کے سوا کوئی دوا نہیں ہے۔ محمد تغلق نے طبیب بھیجا اور اجازت چاہی۔ طبیب آیا تو آپ بے ہوش تھے ہوش آیا تو نماز کے متعلق پوچھا لوگوں نے کہا نماز پڑھ لی ہے۔ آپ نے پھر نماز پڑھی۔

مہندر رہردیو لکھتا ہے کہ ساری رات ان کی حالت اس طرح رہی صبح کی نماز بھی کئی بار پڑھی اور خواجہ سید محمد امام کو بلا کر کان میں کچھ کہا پھر یک دم ان کی آواز بلند ہوئی کہ حضرت بابا فرید آئے ہیں تعظیم کے لیے مجھے اٹھاؤ۔ سب لوگ آگے بڑھے تاکہ آپ کو اٹھایا جائے کہ اچانک آپ پر سکوت طاری ہو گیا اور نبض بند ہو گئی۔ اس وقت ہم سب نے جانا کہ سورج غروب ہو چکا ہے حالانکہ وہ دن کا پہلا پہر تھا اور سورج روشن تھا یہ چہار شنبہ کا دن ربیع الاخر اٹھارہ تاریخ اور ۷۲۵ھ تھا۔ شیخ وفات پا چکے

Marfat.com

تھے۔

خواجہ اقبال، مبشر، عبدالرحیم، خواجہ سید محمد امام، قاضی سید محی الدین کاشانی، خواجہ سید موسیٰ اور سید حسین کرمانی سب بے قرار تھے مگر صحبت شیخ سے متاثر ہوتے ہوئے زبان بند تھی آنسو بہہ رہے تھے۔ اتنے میں محمدؒ تغلق آگئے رکن الدین ابوالفتح ان کے ہمراہ تھے۔ محمد تغلق نے دفن کی جگہ پوچھی سید حسین کرمانی نے تالاب کے اندر تدفین کی جگہ بتائی محمد تغلق نے اپنے وزیر احمد ایاز خواجہ کو حکم دیا ہزاروں مزدور جمع ہو گئے اور تالاب کو بھر کر قبر تیار ہو گئی۔ رکن الدین نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا گیا۔ رکن الدین کہہ رہے تھے کہ آپ مجھے ملتان جانے سے روکتے تھے۔ آج معلوم ہوا کہ وہ کیوں روکتے تھے۔ بہرحال محمد تغلق اور سب امراء نے بھی اس تجہیز و تدفین میں حصہ لیا۔ جواہرلال نہرو وزیراعظم بھی ان کے مرقد پر سر خم کرتے تھے۔ حضرت نظام الدینؒ کی دعاؤں سے تاتاریوں کی یورشیں ختم ہو گئیں۔ منگول یہاں نہ آسکے۔ نیک لوگوں نے غیاث پور تک چبوترے بنا کر ان پر سائے کروائے تھے تاکہ آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ دو چوکیدار مقرر تھے تاکہ وضو کا بندوبست رہے اور لوگ نماز ادا کریں۔ ہر محلہ میں مہینے میں ایک بار اجتماع ہوتا جہاں محفل سماع منعقد ہوتی۔ لوگ گناہوں کو چھوڑ کر دیانتداری کی طرف راغب تھے۔ شراب اور سیاہ کاری کے اڈے ختم ہو

Marfat.com

گئے تھے۔ شریعت کی کتابوں کی طرف لوگوں کی رغبت بڑھ گئی تھی۔ وہ عظیم مصلح تھے۔ علامہ اقبال نے انگلستان جانے سے پہلے یہ نظم ان کے مزار پر قدموں میں کھڑے ہو کر پڑھی تھی۔

فرشتے پڑھتے ہیں جسکو وہ نام ہے تیرا | بڑی جناب تیری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے قائم ہیں | نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں شان محبوبی | بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا
فلک نشین صفت مہر ہوں زمانے میں | تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو
مقام ہم سفروں سے ہو اس قدر آگے | کہ سمجھے منزل مقصود کارواں مجھ کو

اس دعا کی قبولیت بھی جو اقبال کو عطا ہوئی انہیں کی کرامت سمجھی جاتی ہے

Marfat.com

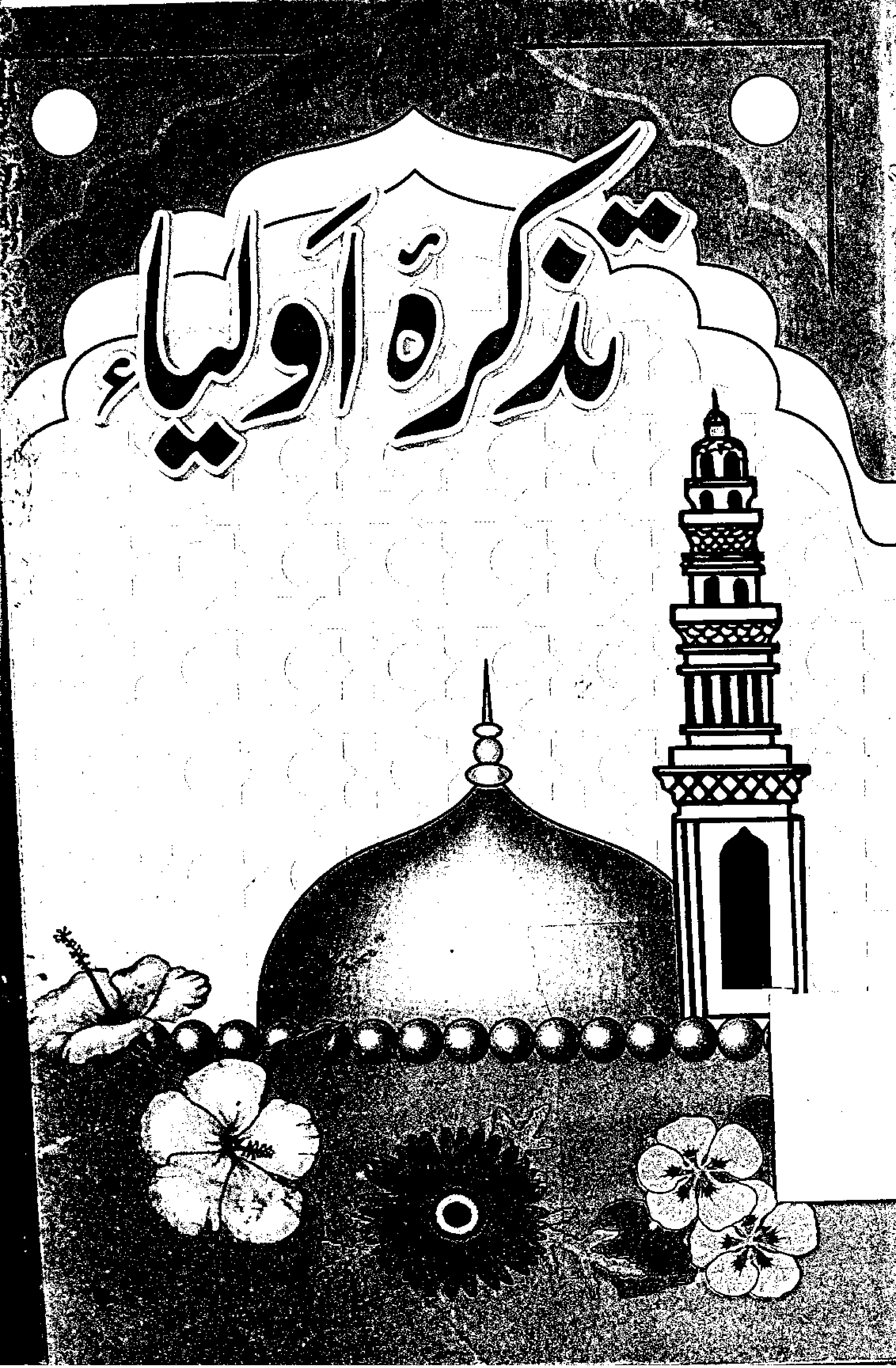

Marfat.com